فصل الخطاب
FASL-UL-KHITAB
داڑھی اور خضاب
حقیقت کیا
افسانہ کیا؟
فاروق رفیع
تقریظ: علامہ ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ

داڑھی
اور
خضاب
حقیقت کیا
افسانہ کیا؟
www.KitaboSunnat.com
فصل الخطاب
FASL-UL-KHITAB
فاروق رفیع
تقریظ، علامہ ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ
فصل الخطاب للنشر والتوزیع
0300-8074150

داڑھی اور خضاب

تالیف

فاروق رفیع

ملنے کے پتے

نعمانی کتب خانہ : حق سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون:042-37321865

مکتبہ اسلامیہ : ہادیہ حلیمہ سنٹر، اردو بازار لاہور فون: 042-37244973

مکتبہ اسلامیہ: بیرون امین پور بازار، کوتوالی روڈ، فیصل آباد فون: 041-2641204

اسلامی اکیڈمی :الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37357587

کتاب سرائے :الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-37320318

مکتبہ عائشہ اقبال مارکیٹ، اقبال روڈ کمیٹی چوک، راولپنڈی فون: 051-5551014

اسلامک بک کمپنی: امین پور بازار، فیصل آباد فون: 041-2647308

فہرست

داڑھی کے احکام و مسائل

داڑھی کی تعریف، مقدار میں اختلاف اور اتباع سنت کی اہمیت

داڑھی کاٹنے کے بارے میں مذاہب وآراء اور راجح موقف

مفتیان کے فتاویٰ جات

داڑھی کاٹنے والوں کے دلائل اور تنقیدانہ جائزہ

اللہ اور رسول کا حکم آنے پر عذر تراشیاں

بالوں کو رنگنے کے احکام

سیاہ خضاب کا حکم

مفتیان کے فتاویٰ جات

سیاہ خضاب کے مجوزین کے دلائل اور تعارض کا حل

تقریظ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم أما بعد!

دین کو سمجھنے کے لیے ہمارے پاس بنیادی طور پر دو ہی ماخذ ہیں، ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور دوسری رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ، اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب میں فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ۲۱]

''تمھارے لیے رسول اللہ (ﷺ) بہترین نمونہ ہیں۔''

اسی طرح سورۂ حشر میں فرمایا:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ [الحشر: ۷]

''جو رسول اللہ ﷺ تمھیں دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔''

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور شریعت کے معاملے میں آپ کی فرمائی ہوئی ہر بات حرف آخر ہے۔ آپ کے افعال، اعمال اور اقوال ہمارے لیے حجت کی حیثیت رکھتے ہیں آپ کے اقوال کے مقابلے میں کسی بھی شخصیت کی بات یا ذاتی رائے شریعت اسلامیہ کی نظروں میں مسترد ہے۔ قرون اولیٰ کے لوگ اس حوالے سے انتہائی ممتاز اور عظیم تھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور سنتوں پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین معصوم نہیں تھے اور ان سے کئی ایسے اجتہادات ثابت ہیں جو قرآن وسنت سے مکمل طور پر ہم آہنگ نہ تھے۔ عصمت، نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے اور آپ کی ذات بابرکات پر ختم ہو چکا ہے کسی بھی شخص کو آپ کے

بعد غیر معصوم نہیں سمجھا جا سکتا۔ ہمارے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا اور ان کا احترام کرنا انتہائی ضروری ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان کا جو اجتہاد کتاب وسنت سے ہم آہنگ نہ ہو اس کو بھی اسی طرح شریعت قرار دیا جائے جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی اپنی بات اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے عقائد، عبادات اور معاملات میں امت کی کامل رہنمائی کی ہے اور زندگی گزارنے کا ایک مکمل شیڈول اور نظام الاوقات مرتب کیا۔ آپ کی سیرت و کردار سے جہاں ہمیں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو ادا کرنے سے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں وہیں پر حلیے اور لباس سے متعلق معلومات بھی بڑی تفصیل اور شرح و بسط سے حاصل ہوتی ہیں۔ ان بحوث میں سے جو حلیے اور لباس سے متعلق ہیں دو بحثیں انتہائی اہمیت کی حامل ہیں ایک داڑھی کی مقدار کا مسئلہ اور دوسرا خضاب کے ساتھ بالوں کو رنگنا۔ جہاں تک داڑھی کی مقدار کا تعلق ہے سنت مطہرہ اور احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے داڑھی کو اپنی اصل حالت میں باقی رکھنے کا حکم دیا ہے اور اس کی کاٹ چھانٹ، ترشوانا کٹوانا آپ ﷺ کے اسوہ سے ثابت نہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی سنت مطہرہ اور آپ کی ذات مبارکہ سے یہ بات بھی واضح ہے کہ آپ نے خضاب کے ساتھ بالوں کو رنگنے کی تلقین کی ہے، لیکن کالے خضاب سے منع کیا گیا ہے۔

بعض لوگ ان دونوں سنتوں کو یا تو بالکل معمولی گردانتے ہیں یا ان سنتوں کی تاویل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کسی بھی سنت کو معمولی گردانا کسی بھی اعتبار سے درست نہیں۔ اسی طرح اپنے نفس کی پرستش کرتے ہوئے احادیث مبارکہ اور سنت مطہرہ میں تاویل کرنا بھی کسی اعتبار سے درست نہیں۔ انسان کی عملی کمزوری اس وقت تک قابل اصلاح ہوتی ہے جب تک انسان اپنی خامی کو خامی کے طور پر قبول کر رہا ہو لیکن جب وہ اپنی غلطی کو غلطی سمجھنے کی بجائے درست قدم سمجھ رہا ہو تو اس کی اصلاح کے امکانات باقی نہیں رہتے۔ چنانچہ وہ لوگ جو داڑھیوں کو کتراتے یا سیاہ خضاب لگاتے ہیں اگر ان کے ذہن میں یہ بات موجود ہو کہ وہ

سنت کی مخالفت کر رہے ہیں تو اس بات کی امید کی جا سکتی ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ ان کی اصلاح ہو جائے۔ لیکن اگر کسی شخص نے فکری یا اجتہادی اعتبار سے یہ موقف اپنایا ہو کہ ایک مشت کے بعد داڑھی کو ترشوانے اور سیاہ خضاب کے ساتھ داڑھی کو رنگنے میں کوئی قباحت نہیں تو اس کی اصلاح کے امکانات بالکل معدوم ہو جائیں گے۔ اس مسئلے کو اپنی ذاتی رائے اور ذاتی خواہش میں پرکھنے کی بجائے سنت کی روشنی میں پرکھنے کی ضرورت ہے۔

زیرِ نظر کتاب اس اعتبار سے ایک خوبصورت کاوش ہے، فاضل مصنف نے ان دونوں معاملات پر بڑی عمدہ تحقیق کی ہے اور دلائل کی روشنی میں اس بات کو ثابت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت مطہرہ یقیناً پوری داڑھی رکھنا ہے اور اس کے بالمقابل کسی صحابی کا عمل موجود ہے تو وہ حجت کی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہی بات سیاہ خضاب کے حوالے سے ہے کہ سیاہ خضاب لگانا کسی بھی طور پر درست عمل نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ نے داڑھی کو جن رنگوں سے رنگنے کا حکم دیا ہے انھی رنگوں کو استعمال کرنا چاہیے۔ سفید بالوں کو رنگنے کے لیے سرخ، زرد اور سرخ و سیاہ رنگ کو ملا کر براؤن رنگ سے داڑھی اور بالوں کو رنگنا ہی سنت نبوی سے ثابت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی ان سنتوں پر سختی سے عمل پیرا تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امت کے اندر ایک بے عملی کی کفیت پیدا ہو چکی ہے اور امت نبی کریم ﷺ کے طرزِ عمل کی بجائے اپنی من مانیوں اور خواہشات کی پیروی کے رستے پر چل نکلی ہے۔ تاسف اور افسوس کا مقام اور المیے کی بات یہ ہے کہ اپنی اصلاح کرنے کی بجائے اپنے غلط اعمال کو درست ثابت کرنے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض انفرادی افعال اور بعض ائمہ کے اقوال سے سہارا لینے کی کوشش کی جاتی ہے یہ طرز عمل کسی بھی طور پر مستحسن نہیں ہے۔ ہمیں اپنے اعمال کو نبی کریم ﷺ کے اعمال کے ساتھ ہم آہنگ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ [آل عمران: ۳۱]

''اگر تمھیں اللہ سے محبت ہے تو نبی کریم (ﷺ) کی پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔''

مزید فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [النساء:]

''جو شخص نبی ﷺ کی بات کو مانے گا وہ آپ کی بات کو نہیں بلکہ اللہ کی بات کو مانے گا۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ صحیح معنوں میں کتاب وسنت کو حرف آخر سمجھتے ہوئے زندگی کے ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین !!

علامہ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر
ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث پاکستان

مقدمۃ الکتاب

موجودہ تاریک فتنوں کے دور میں کتاب وسنت کے دلائل تک رسائی اور اس پر عمل علماء و عامۃ الناس کے لیے خاصہ مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ جہاں قحط الرجال بڑھتا جا رہا ہے وہاں نمود ونمائش کے رسیا نام نہاد اسکالر جنھیں دین کی الف ب سے کچھ شناسائی یا رسمی تعلق ہوتا ہے وہ خود ہی کو دینی دلائل کا ماہر اور ان کی مراد کا فہم کار سمجھ لیتے ہیں۔ نصوص شرعیہ سے جو انھیں سمجھ آئے وہی تعبیر دین اور جو سمجھ سے بالا یا ان نصوص کے صحیح فہم تک پہنچنے میں علمی کوتاہی ہوا سے وہ فہم دین اور تعبیر دین ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس انکار اور میں نہ مانوں کی ضد پالنے کے لیے انھیں شرعی دلائل کا صریح انکار کرنا پڑے، کوئی لفظی تاویل و تحریف کرنا پڑے یا کتاب وسنت کی نصوص سے انحراف کے لیے کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی، امام، فقیہ، مجتہد یا کسی لغوی کے قول وفعل کی آڑ لینا پڑے، یہ مذہبی جنونی اپنی سوچ اور فکر کو ثابت اور عامۃ الناس کو گمراہ کرنے کے لیے ہر ہتھکنڈا استعمال کرتے، ایسی فنکاریوں پر بغلیں بجاتے اور امت پر احسان جتلاتے نظر آتے ہیں کہ وہ باتیں اور مسائل جو عہد صحابہ و تابعین، فقہاء ومحدثین کے ادوار میں حل نہ ہو سکے وہ الجھے اور لاینحل مسائل یہ بقراط حل کر پائے ہیں۔ دلائل کا یہ ہیر پھیر اور عقلی موشگافیوں کے یہ انبار ان پڑھ اور دین سے بے بہرہ لوگوں کے سامنے پیش کر کے ان پر اپنی علمی و تحقیقی دھاک بٹھائی جاتی ہے، جب کہ یہی نابغے مستند علماء اور مدارس کے شیوخ الحدیث سے بات کرنے سے کتراتے اور کسی مسئلے کے تصفیے کے لیے کسی جید عالم سے بات کرنے کا کہا جائے تو بغلیں جھانکتے نظر آتے ہیں۔ تاثر

یہ دیتے ہیں کہ مدارس کے اساتذہ اور شیوخ الحدیث صحیح فہم سے عاری اور جدید دور کے تقاضوں سے کوتاہ ہیں اس لیے انھیں ان مسائل کا صحیح ادارک نہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ایک طرف مدارس کے اساتذہ، کتاب وسنت سے وابستہ علماء وشیوخ الحدیث جن کی زندگیاں کتاب وسنت کے دلائل کی گتھیاں سلجھانے اور دلائل کے درست فہم کو سمجھنے سمجھانے میں گزرتی ہیں، انھیں دلائل کی سمجھ سے عاری قرار دیا جاتا ہے اور جن کا کتاب وسنت سے رسمی سا تعلق ہے اور عقل وفہم میں دلائل سے کورے اور دلیل سمجھنے سمجھانے سے عاری نابغے ہیں جنھیں نہ قرآن وسنت کی زبان کی سمجھ، نہ پڑھنے کی صلاحیت اور نہ کوئی پیچیدہ مسئلے کو حل کرنے کا یارا ہے۔ یہ کتاب وسنت کے فہم میں جید علمائے کرام، محقق علماء اور شیوخ الحدیث کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ ان لوگوں کی سازشوں اور شرارتوں سے بچنے کا واحد حل کتاب وسنت کے دلائل کی اتباع کرنا، جو بات کی جائے اس کی دلیل طلب کرنا اور جہاں کھوٹ نظر آئے وہاں کسی مستند عالم سے مسئلے کی حقیقت معلوم کرنا ہے۔ اس طریقہ کار سے صحیح دین تک رسائی اور ٹھوس دلائل پر عمل کرنا اور ان نام نہاد اسکالرز سے گلو خلاصی ممکن ہے۔

صورت حال تو یہ ہے کہ موجودہ حالات میں ہر دینی مسئلے کو الجھانے کی کوشش کی جاتی ہے اور صحیح ثابت دینی مسائل کے بجائے بناوٹی اور غیر ثابت مسائل کا پرچارک زیادہ ہو رہا ہے۔ مسائل کی تحقیق وتدقیق کا ذوق وشوق ناپید ہوتا جا رہا ہے اور دینی مسائل کے بارے میں جو اور جیسے ملے قبول کرو پھر اپنی مرضی کرو چاہے عمل کرو یا عمل چھوڑ دو۔ پژمردگی کے اس ماحول میں بظاہر مذہبی نظر آنے والوں نے اپنی اپنی مذہبی دکانیں سجا رکھی ہیں اور فتووں کی فیکٹریاں لگا رکھی ہیں جہاں اپنے مفادات کا مال بکتا ہے اور فہم وشعور سے عاری گاہکوں کا بے تحاشا رش رہتا ہے، جنھیں یہ مذہبی پارسا دو دو ہاتھوں لوٹتے ہیں جنھیں یہ لاچار لوگ سلف کا ثانی قرار دیتے اور بے دینی پھیلانے پر داد وتحسین کے ڈونگرے برساتے ہیں۔ نہ دلیل لینے اور نہ دلیل دینے کا رواج ہے۔ جو دلیل سے بات کرنے کی جسارت کرے اسے مختلف القاب دے کر اور شدت پسندی کا طعنہ دے کر لوگوں کو متنفر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اختلافی مسائل تو بے شمار ہیں، ان مختلف فیہ مسائل میں سے دو معروف مسئلے داڑھی کو کٹوانا اور سیاہ خضاب لگانا ہے۔ داڑھی کے بارے میں بڑے زور وشور سے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ داڑھی کی زیادہ سے زیادہ مقدار ایک مشت تک ہے، ایک مشت سے زیادہ داڑھی کٹوانے پر اجماع تک کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور ایک مشت سے اضافی داڑھی کو کاٹنا داڑھی کو باقی چھوڑنے سے افضل قرار دیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سمیت ائمہ فقہ تک کے اتفاق سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ سارے لوگ داڑھی کاٹنے کے قائل و فاعل تھے۔ اس سارے شور اور دلائل کے جمع خرچ کے بعد یہ دلیل مانگی جائے کہ عہد رسالت کے تیئس سالہ سنہری دور میں جب شریعت کی تکمیل ہو رہی تھی کوئی ایک حدیث بیان کر دیں جس میں نبی ﷺ سمیت کسی صحابی نے داڑھی کٹوائی ہو یا داڑھی کی معمولی سے تراش خراش کروائی ہو۔ عام حالات میں تو اسے ثابت کرنا دور کی بات ہے حج وعمرہ کے موقع پر نبی ﷺ کی معیت وعدم معیت میں کسی سے داڑھی کا کٹوانا ثابت کردو۔ " هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ "۔ لیکن عہد رسالت سے داڑھی کٹوانے کا ثبوت پیش کرنے کے بجائے آثار صحابہ وتابعین سے خود ساختہ دلائل تراشنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ان مقدس ہستیوں کی طرف وہ باتیں منسوب کی جاتی ہیں جو ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی اور "کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا" کے مصداق اپنی خواہشات کی دنیا بسانے کی کوشش کی جاتی ہے اور کتاب وسنت کے متعارض ومخالف دلائل کو شریعت کا لبادہ اوڑانے کی سعی لاحاصل کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ مذکورہ کتاب میں ہم نے کتاب وسنت کے دلائل، آثار صحابہ، فقہاء وشارحین کی تعبیرات، مفتیان کے فتاویٰ اور اہل لغت کی لغوی تشریحات سے ثابت کیا ہے کہ داڑھی کو جیسے اور جتنی اگے اسے اس کی اصل حالت پر باقی رکھنا واجب ہے اور ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنا، اطراف سے بال لینا اور رخساروں سے بال کٹوانا ناجائز وحرام ہے اور کسی بھی صحابی سے عام حالات میں داڑھی کٹوانا ثابت

نہیں۔ نیز سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حج کے موقع پر رخساروں سے بال کٹوانے اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حج کے موقع پر لمبائی میں بال کٹوانے کے قائل تھے۔ یہ ان کا ذاتی اجتہاد تھا اور یہ بات مسلمہ ہے کہ کسی صحابی اور تابعی وغیرہ امت کی کسی بھی نامور مذہبی شخصیت کی رائے اور اجتہاد شرعی دلائل کے خلاف ہو تو بجائے اسے شریعت کا درجہ دیا جائے کتاب وسنت کے دلائل میں انھیں رد کرنے اور شرعی احکام پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ ساری تفصیل کتاب ہذا میں بالتفصیل بیان کی گئی ہے۔ یہی حال سفید بالوں کو رنگنے کا ہے کہ سفید بالوں کو سرخ، زرد اور سرخ و سیاہ خضاب ملا کر سنہری خضاب لگانے کی ترغیب ہے لیکن سیاہ خضاب سے منع کیا گیا ہے اور سیاہ خضاب لگانے والے لوگ کے لیے سخت وعید بیان ہوئی ہے۔ اس کے باوجود کچھ لوگ سیاہ خضاب کو جائز و مباح قرار دیتے، سیاہ خضاب کے استعمال سے خود کو بھرپور جوان ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے اور شرعی دلائل کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی جسارت کرتے ہیں۔ اگر اصلاح کی کوشش کی جائے اور ان منکرات پر انھیں روکا ٹوکا جائے تو بجائے نصیحت قبول کرنے کے اصلاح خویش کو شدت پسند اور اپنا بدخواہ سمجھا جاتا ہے اور زباں بندی کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ اس کیفیت کی ترجمانی اس منظوم کلام میں کی گئی ہے۔

کتنے بے درد ہیں صَرصَر کو صبا کہتے ہیں
کیسے ظالم ہیں کہ ظلمت کو ضیا کہتے ہیں
جبر کو میرے گناہوں کی سزا کہتے ہیں
میری مجبوری کو تسلیم و رضا کہتے ہیں
غم نہیں گر لبِ اظہار پر پابندی ہے
خامشی کو بھی تو اِک طرزِ نوا کہتے ہیں
کُشتگانِ ستم و جور کو بھی دیکھ تو لیں

اہلِ دانش جو جفاؤں کو وفا کہتے ہیں
کل بھی حق بات جو کہنی تھی سرِ دار کہی
آج بھی پیشِ بتاں نامِ خدا کہتے ہیں
یوں تو محفل سے تری اُٹھ گئے سب دل والے
ایک دیوانہ تھا وہ بھی نہ رہا کہتے ہیں
یہ مسیحائی بھی کیا خوب مسیحائی ہے
چارہ گر موت کو تکمیلِ شِفا کہتے ہیں
بزمِ زنداں میں ہوا شورِ سلاسل برپا
دہر والے اسے پائل کی صدا کہتے ہیں
آندھیاں میرے نشیمن کو اڑانے اٹھیں
میرے گھر آئے گا طوفانِ بلا کہتے ہیں
اُن کے ہاتھوں پہ اگر خون کے چھینٹے دیکھیں
مصلحت کیش اسے رنگِ حنا کہتے ہیں
میری فریاد کو اِس عہد ہوس میں ناصر
ایک مجذوب کی بے وقت صدا کہتے ہیں

[نواب زادہ نصراللہ خاں ناصر]

کتاب ہذا میں اس مسئلہ پر بھی سیر حاصل گفتگو ہوئی، دلائل سے سیاہ خضاب کی حرمت ثابت کی گئی ہے اور معترضین کے اعتراضات کو حتی الوسع غلط ثابت کیا گیا ہے۔ یہ ساری تفصیلات آپ کو کتاب کی ورق گردانی کے دوران ملیں گی۔

کافی عرصے سے یہ آرزو تھی کہ داڑھی کے بارے میں پھیلائے گئے باطل شبہات کا جائزہ لیا جائے اور اس کے بارے میں صحیح اور ٹھوس موقف کو صحیح اور ثابت دلائل سے ثابت

کیا جائے۔ ابھی اس موضوع کو مؤخر ہی رکھا تھا لیکن حالات نے اس کتاب کی تکمیل پر مجبور کر دیا۔ کچھ تو علماء کے فتاوے سبب بنے اور کچھ ایک مؤقر دینی رسالے میں داڑھی کٹوانے کے حوالے سے کچھ مضامین قسط وار چھپے جن کو دیکھ کر داڑھی کے بارے میں پھیلے غلط اور بے بنیاد تصورات کی قلعی کھولنا ضروری قرار پایا اور داڑھی کے بارے میں پھیلائے بے سر و پا مفروضوں سے پردہ اٹھانا مجبوری بن گئی۔ یوں یہ کتاب منصۂ شہود پر آنے کا باعث بنی۔ کیونکہ ان فتنہ سامانیوں کا تدارک ضروری ہے ورنہ یہ فتنے معاشروں میں سرایت کرتے اور اپنی جڑیں مضبوط کرتے ہیں۔

زیر نظر کتاب داڑھی اور خضاب کے مسائل پر مبنی ایک بہترین دستاویز ہے جسے پڑھنے سے داڑھی اور خضاب کے بارے میں غلط تاویلات و تحریفات کے پردے چھٹتے جائیں گے، حق و سچ نکھرتا جائے گا اور حقیقت کو سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔

انسانی بساط کے مطابق پوری محنت و کوشش سے دلائل کو بیان کرنے میں دیانت داری سے کام لیا گیا ہے اور اغلاط سے بچنے کی مقدور بھر کوشش کی گئی ہے۔ پھر بھی انسان ہونے کے ناتے غلطیوں کا امکان بہرحال موجود ہے اس لیے کتاب میں کوئی خامی یا نقص دیکھنے پر مطلع کیا جائے۔ جائز اعتراضات کا ضرور ازالہ کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرف قبول بخشے اور اسے معاشرتی اصلاح کا سبب بنائے، نیز اسے میرے لیے، میرے والدین، اساتذہ اور اہل خانہ کے لیے دنیاوی خیر اور اخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔ واللہ ولی التوفیق!

اخوکم فی اللہ

فاروق رفیع

داڑھی کے احکام و مسائل

داڑھی کا تعلق انسانی فطرت سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے مرد و زن میں یہ امتیاز رکھا ہے کہ مردوں کے چہرے داڑھیوں سے آراستہ اور عورتیں اس مردانہ وصف سے محروم ہیں۔ جہاں داڑھی سے آراستہ ہونا مردوں کا خاصہ ہے وہیں فطرتی اور شرعی طور پر داڑھی کو بڑھانے، اسے باقی رکھنے کا حکم ہے اور اسے مونڈنے، کاٹنے اور کسی بھی قسم کی تراش خراش اور کاٹ چھانٹ سے منع کیا گیا ہے تاکہ مردوں کے چہروں پر یہ مردانہ علامت باقی رہے اور مسلمان مرد حضرات مشرکوں، مجوسیوں اور عورتوں کی مشابہت سے محفوظ رہیں۔ داڑھی کو اس کی حالت پر باقی رکھنے اور کسی بھی قسم کے تعرض کے بغیر اسے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے اس فطرتی وصف اور شرعی حکم کے باوصف جدت پسندی کا فتنہ اور خود کو کم عمر نظر آنے کی حرص و ہوس اپنی پوری سرو سامانیوں اور توانائیوں کے ساتھ دیگر شرعی احکام کی طرح داڑھی کے حکم کو بھی پامال کرنے کے درپے ہے اور نام نہاد سکالر مختلف طریقوں سے عامۃ الناس کو یہ باور کرانے پر تلے ہیں کہ داڑھی ایک عربی تہذیب ہے یا کچھ کھل کر اپنے اس خبث باطن کا اظہار تو نہیں کرتے لیکن اپنی سوچ اور فکر اور داڑھی کاٹنے کے شوق کو پورا کرنے کے لیے اور یہ زہریلی سوچ معاشرے میں انڈیلنے کے لیے لغت عرب سے اپنی پسند کے معانی کشید کر کے ایک من پسند داڑھی پیش کر کے احادیث نبویہ کو اس سوچ کے تابع اور زیر اثر کرنے کی ناکام سعی کرتے ہیں حالانکہ انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کی ان چالاکیوں اور علمی

قلابازیوں سے شرعی حکم کی من پسند تاویل جیسے کل ناممکن تھی آج بھی یہ فکری کج رو اپنی خواہشات و تاویلات کو شرعی لبادہ پہنانے سے قاصر رہیں گے۔ البتہ ہمیشہ کی طرح ان کی ڈگڈگی پر کچھ واہ واہ کرنے اور سر ہلا کر انھیں نابغہ عصر کے القاب دے کر داد دینے والوں کی کمی نہیں ہے یا جو لوگ شرعی احکام سے کجی کے متلاشی ہوتے ہیں انھیں کچھ مواد ہاتھ لگ جاتا ہے۔ ان ساری دسیسہ کاریوں، غلط بیانیوں، بے سروپا تاویلات اور بے ربط فقہی مو شگافیوں سے شرعی حقائق کو مسخ نہیں کیا جا سکتا اور حقائق سے انحراف ان فکری اغوا کاروں کے بس کی بات نہیں۔ آئندہ صفحات میں داڑھی کے شرعی احکام، مقدار کے بارے میں شرعی نصوص، ائمہ لغت، حدیث کے شارحین اور ائمہ فقہ و محدثین کے اقوال سے داڑھی کی فرضیت اور اس کو اس کی اصلی حالت پر باقی رکھنے کے دلائل کا بیان ہوگا اور اس بات کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا کہ عہد رسالت، عہد صحابہ و تابعین میں تمام لوگ داڑھی کو مکمل اور اس کی اصلی حالت پر رکھنے کے وجوب کے قائل تھے اور عہد رسالت میں کوئی ایک مثال نہیں ملتی کہ کسی شخص نے داڑھی میں کسی قسم کی کاٹ چھانٹ کی ہو۔ البتہ عہد صحابہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل اس بات کی دلیل ہے کہ وہ فقط حج وعمرہ کے موقع پر داڑھی کی تقصیر کے قائل تھے، جو ان کا ذاتی اجتہاد تھا اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ کسی صحابی کا ذاتی فعل، ذاتی اجتہاد جو کتاب و سنت کے دلائل سے متصادم ہو اس کی شرعی طور پر کوئی حیثیت نہیں۔ پھر ان کے حج وعمرہ میں احرام کے بعد داڑھی کی تقصیر کے عمل کو ان کی تمام زندگی کا معمول قرار دینا جہالت اور عقل کج روی ہی کا کمال ہے۔ علمی دنیا میں اس نکتے کو سمجھنے سے عقل قاصر ہے۔ ذیل میں داڑھی کے بارے میں شرعی دلائل، لغت عرب سے داڑھی کی تشریح، شارحین کی توضیحات اور صحابہ و نبوی تعبیرات کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا اور داڑھی کی کاٹ چھانٹ اور ایک مشت کو حد مقرر کرنے کے بارے میں پھیلے توہمات کا ازالہ کیا جائے گا۔

داڑھی مونڈنا

داڑھی مونڈنا بالاتفاق حرام فعل ہے، اس کی حرمت پر اجماع منقول ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان مرد کو اس حرام اور باعث لعنت فعل سے احتراز کرنا چاہیے۔ داڑھی مونڈنے کی حرمت کی درج ذیل وجوہ ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنا:

داڑھی مونڈنا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنا شیطان کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ سو جس طرح شیطان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے لعنت کا مستحق قرار پایا ہے، شیطان کے پیروکاروں کو بھی اللہ کی ناراضی اور لعنت سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ شیطان لعین کے اہداف کی نشاندہی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴾ [النساء: ۱۱۸ تا ۱۲۱]

”اور اس (شیطان) پر اللہ نے لعنت کی اور اس نے کہا کہ میں ہر صورت تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ ضرور لوں گا۔ اور یقیناً میں انھیں ضرور گمراہ کروں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور آرزوئیں دلاؤں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ

ضرور چوپاؤں کے کان کاٹیں گے اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ اٹھانا۔ وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔ یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔''

فوائد:

یہ آیات واضح دلیل ہیں کہ شیطان کا اصل ہدف انسانوں کو راہ ہدایت سے گمراہ کرنا اور مختلف آرزوؤں اور خواہشات کا اسیر بنا کر انھیں جہنم تک پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے ہمدردی کرتے ہوئے شیطانی اہداف سے انھیں آگاہ کر دیا ہے اور انسانوں کو بہکانے کے اس کے منصوبوں سے انھیں آگاہ کر دیا ہے کہ یہ شیطانی سازشوں سے محفوظ رہ سکیں۔ انسانوں کو گمراہ کرنے کے شیطانی منصوبوں میں سے ایک منصوبہ خوب صورتی کی آڑ میں انھیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق بدلنے پر آمادہ کرنا ہے۔ مرد و زن اس خوب صورتی کے بہکاوے میں آ کر بہت جلد اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ شیطان کا آسان ہدف ہے جس میں عورتیں بناؤ سنگھار کے فتنے میں اور مرد داڑھی مونڈنے کے فتنے میں ملوث ہو کر اپنی آخرت برباد کرنے پر تلے نظر آتے ہیں اور ان غیر شرعی امور کے ارتکاب کی وجہ سے مسلسل لعنت کا مستحق قرار پا کر اپنی آخرت برباد کرنے کا سامان کرتے نظر آتے ہیں۔

۱۔ استاذ محترم حافظ عبدالسلام بن محمد لکھتے ہیں:

''فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں ان کی شکل و صورت تبدیل کریں گے اور ان کے حلال و حرام ہونے کے احکام بھی بدل دیں گے۔ اس میں رہبانیت، قوم لوط کا عمل، مردوں کا خصی ہو کر ہیجڑا بن جانا، عورتوں کو بانجھ بنانا، برتھ کنٹرول کے نام پر مردوں کی نس بندی اور عورتوں کے آپریشن

کر کے بچے کے پیدا ہونے میں رکاوٹیں ڈالنا، عورتوں کو گھروں سے نکال کر ان کے فطری فرائض سے سبکدوش کر کے مردوں کی صف میں کھڑا کر دینا، عورتوں کو مملکت کی سربراہ بنا دینا، خوب صورتی کے لیے ابروؤں کے بال اکھاڑنا، جلد میں نیل وغیرہ بھر کر نقش و نگار بنانا، دانت باریک کروانا، سر پر مصنوعی بال لگوانا، مردوں کا داڑھی منڈوانا، عورتوں کا لباس کم از کم کر کے انھیں ننگا کرنے کی کوشش کرنا، یہ سب شیطانی کام ہیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا موجب ہیں۔"

[تفسير القرآن الكريم: ١/ ٤١٣]

۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فَهٰذَا نَصٌّ صَرِيْحٌ فِي أَنَّ تَغْيِيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ دُوْنَ إِذْنٍ مِنْهُ تَعَالٰى إِطَاعَةٌ لِأَمْرِ الشَّيْطَانِ وَعِصْيَانٌ لِلرَّحْمٰنِ جَلَّ جَلَالُهُ، فَلَا جَرَمَ أَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ لِلْحُسْنِ كَمَا سَبَقَ قَرِيْبًا، وَلَا شَكَّ فِي دُخُوْلِ اللِّحْيَةِ لِلْحُسْنِ فِي اللَّعْنِ الْمَذْكُوْرِ بِجَامِعِ الْإِشْتِرَاكِ فِي الْعِلَّةِ كَمَا لَا يَخْفٰى » ①

"یہ آیت صریح نص ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس کی تخلیق میں تبدیلی شیطان کی اطاعت اور رحمٰن کی نافرمانی ہے۔ نیز گزشتہ بحث میں جو رسول اللہ ﷺ نے خوب صورتی کی وجہ سے اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اس لعنت میں خوب صورتی کے لیے داڑھی کاٹنا بھی شامل ہے۔ کیونکہ ان میں علت مشترک ہے۔"

۳۔ علامہ زکریا کاندھلوی لکھتے ہیں:

"داڑھی مونڈنا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے کی ایک قسم ہے، اللہ عز وجل سورہ نساء میں شیطان لعین کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ اس نے کہا: "اور یقیناً میں انھیں

① آداب الزفاف في السنة المطهرة، ص: ٢٠٨۔

ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور چوپاؤں کے کان کاٹیں گے اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے۔"

چنانچہ داڑھی مونڈنا تخلیق الٰہی کی اسی تبدیلی سے ہے جسے شیطان پسند کرتا اور جس کا حکم دیتا ہے۔ حکیم الامہ تھانوی اپنی تفسیر "بیان القرآن" میں بیان کرتے ہیں کہ داڑھی مونڈنا تخلیق کے بدلنے میں داخل ہے اور صحیح بخاری میں علقمہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے لعنت کی گودنے والیوں اور گدوانے والیوں پر (جلد میں نیل یا سرمہ بھر کر نقش بنوانے والیوں پر) چہرے کے بال صاف کرنے والیوں اور کروانے والیوں پر اور حسن کے لیے دانتوں میں فاصلہ کروانے والیوں پر جو اللہ عزوجل کی خلق (پیدائش) کو بدلتی ہیں۔" یہ سن کر ام یعقوب نے کہا: یہ کیا ہے؟ (آپ ایسے کاموں پر لعنت کر رہے جن کے بارے میں ہم نے سنا نہیں)۔ اس پر سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور یہ اللہ کی کتاب میں بھی ہے۔" اس (عورت) نے کہا: میں نے پورا قرآن پڑھا ہے لیکن یہ چیز نہیں پائی۔ انھوں نے کہا: اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو اسے ضرور پاتی پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر: ۷] جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آجاؤ۔"[1]

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنا لعنت کا سبب ہے اور جس کام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ممنوع ہے۔ ہاں شریعت اسلامیہ میں تخلیق میں سے جس چیز کی تبدیلی کا حکم دیا گیا ہے اور جس کو مباح قرار دیا گیا ہے وہ ان

[1] صحيح بخاري: ٤٨٨٦۔

ممنوع کاموں میں شامل نہیں ہے، جیسے ختنہ کروانا، زیر ناف بال مونڈنا اور ناخن ترشوانا وغیرہ۔ ①

۲۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت:

داڑھی مونڈنے میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت ہے اس لیے یہ فعل حرام اور خسارے کا باعث ہے۔

❁ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّوْنَ عَثَانِيْنَهُمْ وَ يُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ، قَالَ : فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قُصُّوْا سِبَالَكُمْ وَوَفِّرُوْا عَثَانِيْنَكُمْ وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ » ②

"اے اللہ کے رسول! اہل کتاب داڑھیاں کاٹتے اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "تم مونچھیں کاٹو، داڑھیاں بڑھاؤ اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔"

فوائد:

یہ حدیث دلیل ہے کہ داڑھی کاٹنا اور مونڈنا حرام فعل ہے، پھر ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنے میں علماء کا اختلاف ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے لیکن ایک مشت سے کم داڑھی کاٹنے اور داڑھی مونڈنے کی حرمت میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بالخصوص داڑھی مونڈنے پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور داڑھی مونڈنے میں کفار اور عورتوں کی مشابہت

❶ وجوب إعفاء اللحية للزكريا الكاندهلوی ص: ۱۵۔

❷ صحیح : مسند أحمد : ۲٦٤/٥۔ شعب الإيمان للبيهقي: ۵۹۸۷۔ طبرانی کبیر: ۲۳٦/۸: ۷۹۲٤۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة: ۱۲٤٥۔ ابو عبد الرحمان قاسم بن عبد الرحمان دمشقی ثقہ راوی ہے۔ تحریر تقریب التہذیب۔ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ فتح الباری: ۱۰/ ۳۵٤۔ اور علامہ عینی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ عمدة القاری: ۲۲/ ۵۰۔

بھی ہے اس لیے اسلام میں داڑھی مونڈنے اور خط بنوانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

✿ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَاتَّفَقُوْا أَنَّ حَلْقَ جَمِيْعِ اللِّحْيَةِ مُثْلَةٌ لَا تَجُوْزُ وَكَذٰلِكَ الْخَلِيْفَةُ وَالْفَاضِلُ وَالْعَالِمُ »[1]

”تمام علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ ساری داڑھی مونڈنا مثلہ ہے اور حرام ہے۔ خلیفہ، فاضل اور عالم سب کے لیے یہی حکم ہے۔“

۳۔ داڑھی مونڈنا کفار ومشرکین کی مشابہت:

پھر داڑھی منڈوانے کی حرمت مزید سنگینی اختیار کر لیتی ہے کیونکہ یہ کفار کی مشابہت ہے اور کفار ومشرکین کی مخالفت کا حکم ہے۔

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ، وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ »[2]

”مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں جڑ سے صاف کرو۔“

۲۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« جُزُّوا الشَّوَارِبَ، وَأَرْخُوا اللِّحَى خَالِفُوا الْمَجُوْسَ »[3]

”مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں لٹکاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔“

یہ احادیث دلیل ہیں کہ داڑھی منڈوانا اور کٹوانا کفار اور مجوسیوں کا طریقہ ہے جب کہ مسلمانوں کو ان کی مخالفت کرنے اور داڑھیاں نہ کاٹنے کا حکم ہے کیونکہ کفار کی مشابہت جہاں انسان کے نظریے اور عقیدے کے لیے خطرناک ہے وہاں انجام کار کے لیے بھی خوف ناک ہے۔ اس خطرے سے بچانے کے لیے کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

---

❶ مراتب الإجماع ص: ۵۷۔

❷ صحيح بخاری: ۵۸۹۲۔ صحيح مسلم: ۲۵۹۔

❸ صحيح مسلم: ۲۶۰۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ » ①

''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انھی میں سے ہے۔''

فوائد:

❁ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

« وَهٰذَا الْحَدِيْثُ أَقَلُّ أَحْوَالِهِ أَنْ يَقْتَضِيَ تَحْرِيْمَ التَّشَبُّهِ بِهِمْ، وَإِنْ كَانَ ظَاهِرُهُ يَقْتَضِي كُفْرَ الْمُتَشَبِّهِ بِهِمْ كَمَا فِي قَوْلِهِ: ﴿وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ [المائدہ : ١٠]، وَهُوَ نَظِيْرُ مَا سَنَذْكُرُهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ قَالَ: مَنْ بَنَى بِأَرْضِ الْمُشْرِكِيْنَ وَصَنَعَ نَيْرُوْزَهُمْ وَمَهْرَجَانَهُمْ وَتَشَبَّهَ بِهِمْ حَتّٰى يَمُوْتَ حُشِرَ مَعَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقَدْ يُحْمَلُ هٰذَا عَلَى التَّشَبُّهِ الْمُطْلَقِ فَإِنَّهُ يُوْجِبُ الْكُفْرَ، وَيَقْتَضِي تَحْرِيْمَ أَبْعَاضِ ذٰلِكَ، وَقَدْ يُحْمَلُ عَلٰى أَنَّهُ مِنْهُمْ فِي الْقَدْرِ الْمُشْتَرِكِ الَّذِيْ شَابَهَهُمْ فِيْهِ فَإِنْ كَانَ كُفْرًا، أَوْ مَعْصِيَةً، أَوْ شِعَارًا لَهَا كَانَ حُكْمُهُ كَذٰلِكَ، وَبِكُلِّ حَالٍ يَقْتَضِي تَحْرِيْمَ التَّشَبُّهِ بِعِلَّةِ كَوْنِهِ تَشَبُّهًا » ②

''اس حدیث کی کم از کم کیفیت یہ ہے کہ یہ کفار و فساق کے ساتھ مشابہت کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے، اگرچہ اس کا ظاہر مفہوم ان کفار کی مشابہت سے کفر کا تقاضا کرتا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے۔'' (المائدہ: ۵۱)۔ اس کی نظیر سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے: جو شخص مشرکین کی سرزمین

❶ حسن : سنن أبی داوٗد: ٤٠٣١۔ مسند احمد: ٢/ ٥٠۔ عبدالرحمان بن ثابت بن ثوبان صدوق راوی ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں۔

❷ اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم: ١/ ٢٧٠۔

میں گھر بنائے، ان کا نیروز اور مہرجان (عیدیں) منائے اور تاوقت موت ان کی مشابہت اختیار کرے تو روز قیامت وہ ان کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ (سنن بیہقی: ۹/۲۳۴۔ الکنیٰ والاسماء للدولابی: ۱۴۸۳)۔ پھر کفار کے ساتھ مشابہت کو کبھی مطلق مشابہت پر محمول کیا جاتا ہے، مشابہت کی اس صورت سے کفر لازم آتا ہے اور کبھی مشابہت کو قدر مشترک پر محمول کیا جاتا ہے، جس میں آدمی ان کی مشابہت اختیار کرتا ہے، پھر مشابہت کی یہ صورت اگر کفر ہو، معصیت کا کام ہو یا ان کا شعار ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے (کہ مشابہت کی یہ صورت بھی کفریہ فعل ہے) سو ہر حال میں کفار کی مشابہت حرمت کا تقاضا کرتی ہے اور اس کے حرام ہونے کی علت کفار کی مشابہت ہی اختیار کرنا ہے۔"

۴۔ داڑھی مونڈنا عورتوں کی مشابہت:

عورتوں اور مردوں میں امتیاز و افتراق کی بڑی علامت داڑھی ہے کہ فطری طور پر مردوں کے چہرے داڑھی سے معمور ہوتے ہیں اور عورتوں کے چہرے داڑھی کے بالوں سے محروم۔ شریعت اسلامیہ نے مردوں کو عورتوں کے اوصاف اختیار کرنے سے منع کیا ہے اور عورتوں کی چال ڈھال، گفتگو اور دیگر نسوانی اوصاف اختیار کرنے کو لعنت کا سبب قرار دیا ہے۔ عورتوں کے ساتھ سب سے بڑی مشابہت داڑھی مونڈنا ہے۔ اس لیے کسی بھی مسلمان کو زیبا نہیں کہ وہ عورتوں کی مشابہت اختیار کر کے شریعت کی مخالفت سمیت ہر وقت کی لعنت قبول کرے۔ یہ سراسر گھاٹے اور خسارے کا سودا ہے، جس سے ہر صورت اجتناب کرنا چاہیے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ » [1]

[1] صحیح بخاری: ۵۸۸۵۔

"رسول اللہ ﷺ نے ایسے مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے ہیں اور ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی ہیں۔"

فوائد:

داڑھی عورتوں اور مردوں میں بہت بڑا فرق ہے اور یہ فرق ختم کرنے ہی سے عورتوں کے ساتھ سب سے بڑی مشابہت ہوتی ہے۔

۱۔ امام غزالی بیان کرتے ہیں:

« فَإِنَّ اللِّحْيَةَ زِيْنَةُ الرِّجَالِ فَإِنَّ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ مَلَائِكَةً يَقْسِمُوْنَ وَالَّذِيْ زَيَّنَ بَنِيْ آدَمَ بِاللِّحَى وَهُوَ مِنْ تَمَامِ الْخَلْقِ وَبِهَا يَتَمَيَّزُ الرِّجَالُ عَنِ النِّسَاءِ » ①

"بلاشبہ داڑھی مردوں کی زینت ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو (داڑھیاں) تقسیم کرتے ہیں، اللہ وہ ذات ہے جس نے آدم کے بیٹوں کو داڑھیوں سے آراستہ کیا ہے، یہ مردوں کی مکمل خلقت میں سے ہے اور انھی (داڑھیوں) سے مردوں کی عورتوں سے پہچان ہوتی ہے۔"

۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"بالیقین مرد کے داڑھی مونڈنے میں عورت کے ساتھ سب سے بڑی مشابہت ہے۔" ②

۳۔ چونکہ داڑھی منڈوانا عورتوں سے مشابہت ہے اور پیچھے حدیث میں بیان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والوں مردوں پر لعنت کی ہے اس

---

① احياء علوم الدين للغزالي : ١/١٤٤۔

② آداب الزفاف في السنة المطهرة ص: ٢١٢۔

لیے داڑھی منڈوانے کے گناہ کے مرتکب شخص پر ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی لعنت برستی رہتی ہے۔ میں حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ کے ایک درس میں موجود تھا، جس میں انھوں نے بیان کیا کہ داڑھی مونڈنے والے شخص پر ہر وقت لعنت برستی رہتی ہے، خواہ وہ سویا ہو، بیدار، حتی کہ نماز وغیرہ عبادات میں مشغول ہو کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس شخص پر لعنت کی ہے اور اس لعنت سے کوئی حالت اور وقت مستثنیٰ نہیں ہے۔ لہٰذا اتنی سخت وعید پر داڑھی مونڈنے کی عادت بد اور کبیرہ گناہ سے نجات ہی کی صورت میں انسان لعنت سے بچ سکتا ہے اور رحمت الٰہی کا مستحق قرار پا سکتا ہے۔

داڑھی کو لپیٹنا:

احادیث نبویہ میں داڑھی کو لٹکانے اور بڑھانے کا حکم ہے سو جیسے داڑھی کو کاٹنا اور مونڈنا حرام ہے اسی طرح داڑھی کو چھوٹا کرنے کے لیے اسے لپیٹنا اور گرہ لگانا بھی حرام ہے اور داڑھی کو لپیٹنے اور گرہ لگانے پر سخت وعید وارد ہے۔

❁ سیدنا رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« يَا رُوَيْفِعُ، لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُوْلُ بِكَ بَعْدِيْ، فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ، أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا، أَوِ اسْتَنْجَى بِرَجِيْعِ دَابَّةٍ أَوْ عَظْمٍ، فَإِنَّ مُحَمَّدًا بَرِيْءٌ مِنْهُ » ①

”اے رویفع! شاید میرے بعد تیری عمر طویل ہو سو لوگوں کا بتانا کہ جس نے داڑھی کو گرہ لگائی، گلے میں تانت کی رسی ڈالی یا چوپائے کی لید سے یا ہڈی سے استنجا کیا تو محمد ﷺ اس سے بری ہیں۔“

سو داڑھی کو گرہ لگانا یا لپیٹنا بھی ناجائز ہے اس لیے اس عمل سے گریز کرنا چاہیے۔

① صحیح: السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۲۸۴۔ سنن نسائی: ۵۰۷۰۔

داڑھی کی تعریف، مقدار میں اختلاف اور اتباع سنت کی اہمیت

داڑھی کی تعریف:

❁ محمد بن احمد بن اسماعیل المقدم بیان کرتے ہیں:

« فَصْلٌ : حَدُّ اللِّحْيَةِ لُغَةً وَشَرْعًا قَالَ الشَّيْخُ اَحْمَدُ الدِّهْلَوِيُّ: حَدُّ اللِّحْيَةِ طُوْلًا مِنَ الْعَنْفَقَةِ أَیْ مِنَ الشَّعْرِ النَّابِتِ عَلَى الشَّفَةِ السُّفْلٰی مَعَ شَعْرِ الذَّقَنِ إِلَى الشَّعْرِ النَّابِتِ تَحْتَ الذَّقَنِ، وَعَرْضًا مِنْ شَعْرِ الْخَدَّيْنِ، وَهُمَا الْعَارِضَانِ أَیْ مِنْ جَانِبَيِ الْوَجْهِ مَعَ شَعْرِ الصُّدْغَيْنِ إِلَى مَا تَحْتَ الْحَنَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ الشَّعْرِ، هٰذَا كُلُّهُ لِحْيَةٌ، قَالَ فِی لِسَانِ الْعَرَبِ، قَالَ ابْنُ سَيِّدِ : اللِّحْيَةُ اسْمٌ يَجْمَعُ مِنَ الشَّعْرِ مَا نَبَتَ عَلَى الْخَدَّيْنِ وَالذَّقَنِ، وَقَالَ فِی تَاجِ الْعُرُوْسِ وَالْقَامُوْسِ: اَللِّحْيَةُ مَا نَبَتَتْ عَلَى الْخَدَّيْنِ وَالذَّقَنِ، وَهِیَ اسْمٌ لِمَا نَبَتَ مِنَ الشَّعْرِ عَلَى الْعَارِضَيْنِ وَالذَّقَنِ، فَالْخَدُّ هُوَ مَا يَبْدَأُ مِنْ أَنْفِ الْإِنْسَانِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشِّمَالِ إِلَى جَانِبَیْ عَارِضِ الْوَجْهِ، وَأَمَّا الْعَارِضُ فَقَالَ فِی مَجْمَعِ الْبِحَارِ وَفِی النِّهَايَةِ: اَلْعَارِضُ مِنَ اللِّحْيَةِ مَا يَنْبُتُ عَلَى عَرْضِ اللِّحْيَةِ فَوْقَ الذَّقَنِ، وَزَادَ فِی مَجْمَعِ الْبِحَارِ وَمِنْهُ

فَمَسَحْتُ عَارِضَيْهَا، أَيْ جَانِبَيْ وَجْهِهَا فَوْقَ الذَّقَنِ إِلَى مَا تَحْتَ الْأُذُنِ، قَالَ النَّوَوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى: أَمَّا شَعْرُ الْعَارِضَيْنِ فَفِيْهِ وَجْهَانِ: الصَّحِيْحُ الَّذِي قَطَعَ بِهِ الْجُمْهُوْرُ أَنَّ لَهُ حُكْمَ اللِّحْيَةِ، وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: كَانَتْ لِحْيَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَلَأَتْ مِنْ هَاهُنَا إِلَى هَاهُنَا فَأَمَرَّ يَدَيْهِ عَلَى عَارِضَيْهِ، رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ فِي تَارِيْخِهِ، وَأَمَّا الذَّقَنُ فَقَالَ فِي الْقَامُوْسِ وَفِي لِسَانِ الْعَرَبِ: اَلذَّقَنُ مَجْمَعُ اللِّحْيَيْنِ مِنْ أَسْفَلِهِمَا، وَقَالَ فِي تَاجِ الْعُرُوْسِ: اَلذَّقَنُ مَا يَنْبُتُ عَلَى مَجْمَعِ اللِّحْيَيْنِ مِنَ الشَّعْرِ، وَقَالَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ، اَلذَّقَنُ مَجْمَعُ أَطْرَافِ اللِّحْيَيْنِ، وَ أَمَّا الْحَنَكُ، فَقَالَ فِي تَاجِ الْعُرُوْسِ: اَلْحَنَكُ هُوَ الْأَسْفَلُ مِنْ طَرْفَي مَقْدَّمِ اللِّحْيَيْنِ مِنْ أَسْفَلِهِمَا، فَثَبَتَ بِذَلِكَ حَدُّ اللِّحْيَةِ عَرْضًا وَطُوْلًا، فَعَرْضُهَا مِنْ شَعْرِ الْخَدَّيْنِ الْعَارِضَيْنِ، وَالصُّدْغَيْنِ إِلَى الشَّعْرِ النَّابِتِ تَحْتَ الْحَنَكِ مِنْ طَرَفِ أَسْفَلِ اللِّحْيَيْنِ، وَطُوْلُهَا مِنْ شَعْرِ الْعَنْفَقَةِ مَعَ شَعْرِ الذَّقَنِ إِلَى الشَّعْرِ النَّابِتِ تَحْتَ الذَّقَنِ كُلُّ ذَلِكَ لِحْيَةٌ لُغَةً، وَقَدْ جَاءَ الشَّرْعُ مُوَافِقًا لِلُغَةِ فِي حَدِّ اللِّحْيَةِ، وَلَمْ يَأْتِ بِتَغْيِيرِ شَيْءٍ مِنْ حَدِّهَا بَلْ أَمَرَ فِي قَوْلِهِ: وَفِّرُوْا اللِّحَى، بِتَوْفِيْرِهَا وَبِبَقَائِهَا عَلَى حَالِهَا كَمَا نَبَتَتْ مِنْ غَيْرِ إِزَالَةٍ لِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ كُلِّهِ، إِذْ يَحْرُمُ تَغْيِيْرُ شَيْءٍ مِنْ خِلْقَتِهَا» [1]

''داڑھی کی لغوی اور شرعی تعریف کا بیان: شیخ احمد دہلوی بیان کرتے ہیں: داڑھی کی تعریف لمبائی میں یوں ہے کہ داڑھی بچہ یعنی نچلے ہونٹ سے نیچے کے بال

[1] ادلة تحريم حلق اللحية ص:٨٣، ٨٤۔

داڑھی بچہ سمیت ٹھوڑی کے نیچے تک کے بال ہیں (یعنی لمبائی میں داڑھی کی مقدار یہ ہے) اور چوڑائی میں داڑھی کی مقدار رخساروں کے بال یعنی چہرے کی دونوں جانب کے رخساروں کے بالوں سمیت کنپٹیوں کے بالوں سے لے کر جبڑوں کے نیچے کے بالوں تک ہے۔ یہ لسان العرب میں مذکور ہے۔ ابن سید کہتے ہیں: داڑھی ایسا جامع نام ہے جو رخساروں اور داڑھی پر اگنے والے بالوں پر مشتمل ہے۔ تاج العروس اور قاموس میں ہے: داڑھی وہ بال ہیں جو رخساروں اور ٹھوڑی پر اگیں اور یہ رخساروں اور ٹھوڑی پر اگنے والے بالوں کا نام ہے۔ رخسار وہ عضو ہے جو انسان کی ناک سے چہرے کے دائیں بائیں دونوں کناروں کو محیط ہے، مجمع البحار اور النھایہ میں ہے کہ عارض (رخسار) داڑھی کے وہ بال ہیں جو ٹھوڑی کے اوپر (چہرے پر) چوڑائی میں اگتے ہیں۔ مجمع البحار میں یہ اضافی کلمات ہیں کہ "فَمَسَحْتُ عَارِضَيْهَا" اسی سے ہے، جس کا مطلب ہے کہ میں نے اس کی ٹھوڑی سے لے کر چہروں کے دونوں رخساروں کو کانوں کے نیچے تک ہاتھ پھیرا۔

امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: دونوں رخساروں کے (بال داڑھی میں شامل ہیں یا نہیں، اس بارے میں) دو توجیہات ہیں، صحیح توجیہ جسے جمہور علماء نے قطعی بیان کیا ہے یہ ہے کہ یہ داڑھی کا حکم رکھتے ہیں۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی یہاں سے یہی تک بھری ہوئی تھی پھر انھوں نے اپنے رخساروں پر ہاتھ پھیرا۔ یہ روایت ابن عساکر نے اپنی تاریخ (تاریخ دمشق) میں بیان کی ہے۔

القاموس المحیط اور لسان العرب میں ہے کہ ٹھوڑی دو جبڑوں کے ملنے کی جگہ سے لے کر نیچے تک کا حصہ ہے اور تاج العروس میں ہے کہ دو جبڑوں کے ملنے کی جگہ

پر اگنے والے بال ٹھوڑی کہلاتی ہے اور ابو عبیدہ نے بھی ٹھوڑی کی یہی تعریف کی ہے۔ نیز تاج العروس میں ہے کہ "الحنک" جبڑوں کے کناروں کا نیچے تک نچلا حصہ ہے۔

(اہل لغت کی درج بالا توضیحات سے) داڑھی کی طول وعرض میں مقدار وتعریف واضح ہوئی ہے کہ داڑھی کی چوڑائی رخساروں اور کنپٹیوں کے بالوں سے لے کر جبڑوں کے نیچے کے بالوں سمیت ٹھوڑی کے نچلے بالوں تک ہے اور لمبائی داڑھی بچہ سے لے کر ٹھوڑی کے بالوں سمیت ٹھوڑی کے نچلے بالوں تک ہے، لغت میں یہ تمام بال داڑھی کہلاتے ہیں۔ شریعت بھی داڑھی کی تعریف میں لغت عرب کے موافق ہے اور شریعت نے داڑھی کی تعریف میں لغت میں بالکل کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ آپ نے اپنے اس فرمان " وَفِّرُوْا اللِّحَی " میں داڑھیوں کو خوب بڑھانے اور جیسے اگی ہیں، انھیں کسی طرح بھی زائل کیے بغیر انھیں ان کی حالت پر پوری طرح باقی رکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ ان کی خلقت میں کسی بھی قسم کی تبدیلی حرام ہے۔"

عرب لغت کے ماہرین کی توضیحات کی روشنی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مونچھوں کے علاوہ چہرے پر اگنے والے تمام بال چاہے وہ جبڑوں کے اوپر ہوں یا نیچے، رخساروں پر بھر کے بال اگیں یا ہلکے، ٹھوڑی کے بال اور ٹھوڑی کے اوپر نیچے کے بال یہ تمام بال لغت عرب میں داڑھی کہلاتے ہیں اور شریعت میں داڑھی کو باقی رکھنے اور نہ کاٹنے کا حکم ہے، لہٰذا چہرے پر اگنے والے تمام بالوں کو بڑھانے اور باقی رکھنے کا حکم ہے، لہٰذا نام نہاد علماء کا داڑھی کے بارے میں یہ موقف کہ داڑھی فقط وہ بال ہیں جو جبڑوں پر اگیں، کیونکہ اس موقف کے حامل علماء کے نزدیک اللحیۃ (اللحی) جبڑوں پر اگنے والے بالوں کا نام ہے، باقی جبڑوں سے اوپر رخساروں اور جبڑوں کے نیچے کے بال کاٹنے کی ممانعت نہیں ہے۔ اس

موقف کے حامل علماء کی یہ توجیہ لغت عرب اور داڑھی کی شرعی تعریف کے مخالف ہونے کی وجہ سے مرجوح اور مردود ہے۔ سو لغت عرب کی شہرہ آفاق کتب اور ماہرین لغت کی لغوی تعبیر اور شرعی تعریف ہی معتبر اور قابل عمل ہے۔ اسی طرح لمبائی میں داڑھی کی مقدار کتنی ہونی چاہیے، لغت عرب اور شریعت میں اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ سو لمبائی اور چوڑائی میں جہاں تک داڑھی جائے اسے جانے دیا جائے اور کسی بھی مرحلے پر اسے کاٹنا خلاف شریعت ہے۔

داڑھی بچہ کا حکم:

❁ داڑھی بچہ بھی داڑھی کے حکم میں شامل ہے، جیسا کہ لغت عرب میں اس بات کی وضاحت موجود ہے۔ شیخ احمد دہلوی بیان کرتے ہیں:

« حَدُّ اللِّحْيَةِ طُوْلًا مِنَ الْعَنْفَقَةِ أَيْ مِنَ الشَّعْرِ النَّابِتِ عَلَى الشَّفَةِ السُّفْلَى مَعَ شَعْرِ الذَّقَنِ إِلَى الشَّعْرِ النَّابِتِ تَحْتَ الذَّقَنِ » ①

''داڑھی کی تعریف لمبائی میں یوں ہے کہ داڑھی بچہ یعنی نچلے ہونٹ سے نیچے کے بال (داڑھی بچہ) سمیت ٹھوڑی کے نیچے تک کے بال ہیں (یعنی لمبائی میں داڑھی کی مقدار یہ ہے)۔''

اور شرعی دلائل سے بھی ثابت ہے کہ داڑھی بچہ داڑھی کا حصہ ہے، لہٰذا اسے کاٹنا اور مونڈھنا ناجائز ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ حریز بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا:

« أَرَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَيْخًا؟ قَالَ: كَانَ فِي عَنْفَقَتِهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ » ②

---

① ادلة تحريم حلق اللحية، ص: ۸۳۔

② صحيح بخاري: ۳۵٤٦۔

’’کیا تم نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہوں؟‘‘ انھوں نے کہا: آپ کی داڑھی بچہ کے کچھ بال سفید تھے۔‘‘

۲۔ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ بَيَاضًا مِنْ تَحْتِ شَفَتِهِ السُّفْلَى الْعَنْفَقَةَ » ①

’’میں نے نبی ﷺ کو دیکھا اور میں نے آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے داڑھی بچہ میں کچھ سفیدی دیکھی۔‘‘

۳۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« يُكْرَهُ أَنْ يَنْتِفَ الرَّجُلُ الشَّعْرَةَ الْبَيْضَاءَ مِنْ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ، قَالَ: وَلَمْ يَخْتَضِبْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّمَا كَانَ الْبَيَاضُ فِي عَنْفَقَتِهِ وَفِي الصُّدْغَيْنِ وَفِي الرَّأْسِ نَبْذٌ » ②

’’آدمی کا اپنے سر اور داڑھی سے سفید بال اکھاڑنا مکروہ فعل ہے۔ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مہندی نہیں لگائی تھی، آپ کے داڑھی بچہ میں، کنپٹیوں کے بالوں میں اور سر میں کچھ سفیدی تھی۔‘‘

فوائد:

یہ احادیث دلیل ہیں کہ داڑھی بچہ کا حکم داڑھی کے باقی بالوں کی طرح اور انھیں کاٹنا، مونڈھنا یا کسی طریقے سے زائل کرنا درست نہیں۔

مقدار میں اختلاف اور اتباع سنت کی اہمیت:

داڑھی کی مقدار میں علماء کی مختلف آراء ہیں، جن کی تفصیل بیان کرنے کے بعد راجح

---

❶ صحيح بخاري: ٣٥٤٥۔ صحيح مسلم: ٤٣٤٢۔

❷ صحيح مسلم: ٤٣٤١۔

موقف کی نشاندہی کی جائے گی۔ تفصیل سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ کتاب وسنت سے منقول علم ہی دلیل کا درجہ رکھتا ہے، کتاب اللہ اور حدیث رسول ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے دلائل خطا سے محفوظ ہیں اور فقط رسول ﷺ کی ذات ہی معصوم عن الخطا ہے۔ یہ خاصہ صرف رسول ہی کا ہے، باقی صحابہ، تابعین، ائمہ مسالک اور محدثین وفقہاء کو عصمت کا مقام حاصل نہیں ہے۔ کتاب وسنت میں اللہ اور رسول ہی کی اطاعت و اتباع کا حکم ہے۔ دین اسلام میں نہ کوئی تیسری شخصیت ہے جس کی اتباع کو لازم قرار دیا گیا ہے اور نہ کتاب و سنت کے سوا کوئی علم ہے جسے دلیل کا درجہ دیا گیا ہے۔ اطاعت امیر، اجماع، قیاس اور دیگر تعبیرات کو دلیل کا درجہ تب حاصل ہوتا ہے جب یہ چیزیں کتاب وسنت کے تابع ہوں گی اور ان کی کوئی اصل کتاب وسنت میں موجود ہوگی۔ امیر کا وہ حکم اور اجماع و قیاس کا وہ مسئلہ جو کتاب وسنت کے مخالف ہے اسے مسترد قرار دیا گیا ہے اور ایسی صورت میں کتاب وسنت کے دلائل کی پیروی کا حکم ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کا حکم مانو، اور اپنے اعمال باطل مت کرو۔" [محمد : ۳۳]

یہ آیت دلیل ہے کہ کوئی بھی عمل جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے خلاف ہو یا کسی ایک کے حکم کے منافی ہے وہ رائیگاں اور بے کار ہے۔ اس آیت کی مزید وضاحت درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ » [1]

[1] مسلم، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور: ۱۷۱۸۔

''جس نے ایسا عمل کیا، جس پر ہمارا امر (حکم) نہیں وہ عمل مردود ہے۔''

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ فِیْهِ فَهُوَ رَدٌّ)) ①

''جس نے ہمارے دین میں ایسا کام جاری کیا جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔''

مذکورہ بالا آیت اور احادیث دلیل ہیں کہ اعمال کی قبولیت کے لیے اتباع سنت لازمی امر ہے اور وہی عمل بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت حاصل کرتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور سنت کے مطابق ہو اور ہر وہ عمل باطل اور مردود ہے جو سنت نبوی کے خلاف اور خودساختہ ہو خواہ اسے کتنا ہی مزین وآراستہ کر کے حیطۂ عمل میں لایا گیا ہو۔

❁ پھر اہل ایمان کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے فرماں بردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ یُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىِٕكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾ [التوبة : ٧١]

''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، یہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے، زکاۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہ لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور مہربانی کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

پھر اتباع رسول حصول رضائے الٰہی اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔

❁ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ

① صحيح بخاري : ٢٦٩٧ـ صحيح مسلم : ١٧١٨ـ سنن أبي داود : ٤٦٠٦ـ سنن ابن ماجه : ١٤ـ

اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ [آل عمران : ۳۱، ۳۲]

''کہہ دیجیے ! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ کہہ دو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو بلاشبہ اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔''

رشد و ہدایت اور اطاعت رسول:

رشد و ہدایت کے حصول کے لیے اطاعت رسول لازمی جزو ہے اور اطاعت رسول کے برعکس کسی اور کی تابعداری گمراہی اور ضلالت ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾

''کہہ دیجیے اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، پھر اگر تم پھر جاؤ تو اس پر فقط وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تم پر وہ ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پاؤ گے اور رسول کے ذمے تو بس صاف پہنچانا ہے۔'' [النور : ۵۴]

اُخروی کامیابی اور اطاعت رسول:

یاد رکھیے! اُخروی کامیابی، روز قیامت کی سرخروئی اور جنت کا حصول اطاعت رسول اور اتباع سنت ہی سے ممکن ہے، ورنہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کے منکر اور سنت نبوی کے دشمن روز قیامت ذلیل و رسوا ہوں گے اور ایسے لوگوں کو حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا، لہٰذا یہ معیار حاصل کیجیے کہ آپ کا ہر عمل سنت نبوی کے سانچے میں ڈھلا ہو اور ہر ادا سیرت نبوی کا نقشہ کھینچے، دلائل درج ذیل ہیں:

رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [النساء : ٨٠]

”جس نے رسول کی اطاعت کی تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ [الأحزاب : ٧١]

”اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو یقیناً اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔“

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾

”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔“ [النور : ٥٢]

❁ اللہ اور رسول کا حکم ماننے والوں کو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھ نصیب ہو گا، جو بڑی سعادت کی بات ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ [النساء : ٦٩]

”اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔“

❁ اللہ اور رسول کے فرماں برداروں کا مقدر دائمی جنت ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [النساء : ١٣]

”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور

یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

اللہ اور رسول کا حکم آنے پر عذر تراشیاں:

اللہ اور اس کے رسول کا حکم آ جائے تو کسی مسلمان کو دائیں بائیں دیکھنے، مقابلے میں صحابی، تابعی یا کسی امام کا قول یا اپنی رائے زنی کا اختیار ہی نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت وعید ہے اور یہ فکر و سوچ اور عذر داریاں ضلالت و گمراہی کا باعث ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

"اور کسی بھی مومن مرد اور مومن عورت کے لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کریں تو ان کے لیے اس معاملے میں اختیار ہو اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔" [الأحزاب : ٣٦]

نیز کتاب و سنت کی اتباع ہی کو صراط مستقیم قرار دیا گیا ہے اور ان کے علاوہ کی اتباع کو گمراہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ [الأنعام : ١٥٣]

"اور بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔"

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا، ثُمَّ قَالَ : هٰذَا

سَبِيْلُ اللّٰهِ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ، وَقَالَ: هٰذِهِ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ وَقَرَأَ: ﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ﴾ [الأنعام: ۱۵۳] الآيَةَ ①

"نبی ﷺ نے ہمارے لیے ایک لکیر کھینچی پھر فرمایا: "یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔" پھر آپ نے اس (لکیر) کے دائیں بائیں کئی لکیریں کھینچیں اور فرمایا: یہ الگ الگ راستے ہیں، ان میں سے ہر راہ پر ایک شیطان بیٹھا ہے جو لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے سیدھی راہ پر ہاتھ رکھا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: "اور بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو۔"

اسی طرح احادیث رسول ﷺ سے بھی بہت سے ایسے دلائل ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اطاعت رسول ہی اعمال کی قبولیت اور دلائل کے معتبر ہونے کے پیمانہ ہے۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« كُلُّ أُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَنْ يَأْبٰى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى » ②

"میری ساری امت جنت میں داخل ہو گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: "یارسول اللہ! (جنت میں داخل ہونے سے) کون انکار کرتا ہے؟" آپ نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت میں داخل ہونے سے) انکار کیا۔"

① صحیح: مسند أحمد: ۱/۴۶۵۔ مستدرك حاکم: ۲/۳۱۸۔ السنة للمروزی: ۱۱۔ صحیح ابن حبان: ٦۔ مسند ابی داؤد طیالسی: ۲۴۱۔ سنن دارمی: ۲۰۸۔

② صحیح بخاری: ۷۲۸۰۔

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ فرشتے نبی ﷺ کے پاس آئے اور آپ محو استراحت تھے، ان میں سے بعض نے کہا: آپ سو رہے ہیں۔'' اور بعض نے کہا: ''آپ کی آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے۔'' پھر انھوں نے کہا: ''تمھارے اس صاحب کی ایک مثال ہے اور اس کی مثال بیان کرو۔'' اس پر بعض فرشتوں نے کہا کہ ''وہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا کہ آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے۔'' پھر انھوں نے بیان کیا:

« مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا، فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ، وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ، فَقَالُوْا: أَوِّلُوْهَا لَهُ يَفْقَهْهَا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ : إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ، فَقَالُوْا: فَالدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِيْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ » [1]

''اس کی مثال اس شخص کی مثل ہے جس نے ایک گھر تعمیر کیا، اس میں کھانے کی دعوت کا انتظام کیا اور (لوگوں کو مدعو کرنے کے لیے) داعی بھیجا، پھر جس نے داعی کی دعوت قبول کی تو وہ گھر میں بھی داخل ہو گا اور دعوت کے کھانے سے کھائے گا اور جس نے داعی کی دعوت قبول نہ کی نہ وہ گھر میں داخل ہو گا اور نہ دعوت طعام سے کھائے گا۔'' بعد ازاں فرشتوں نے کہا: ''اس مثال کی وضاحت کرو تاکہ آپ سمجھ سکیں۔'' (اس پر) بعض نے کہا: ''آپ سو رہے ہیں اور بعض

[1] صحیح بخاري: ۷۲۸۱۔

نے کہا کہ آنکھ سوئی ہے اور دل بیدار ہے۔'' پھر انھوں نے بیان کیا: ''گھر (سے مراد) جنت ہے اور داعی محمد ﷺ ہیں، چنانچہ جس نے محمد ﷺ کی فرماں برداری کی یقیناً اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ نے لوگوں میں (یعنی فرماں برداروں اور نافرمانوں میں) تفریق کی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کا انجام کار:

رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی اور آپ کی سنت کی مخالفت سے ہمیشہ باز رہیے، کیونکہ آپ کی مخالفت کسی دنیاوی آفت یا آخرت کے دردناک عذاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی مکرم ﷺ کی مخالفت سے بچنے کی تلقین کی اور مخالفت کرنے پر ان الفاظ میں دھمکایا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور : ٦٣]

''سو وہ لوگ ڈریں جو اس کے حکم سے انحراف کرتے ہیں کہ انھیں کوئی زبردست آفت آن پہنچے یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔''

فوائد:

✿ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

« وَقَوْلُهُ ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ﴾ أَيْ عَنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَبِيلُهُ وَمِنْهَاجُهُ وَطَرِيقَتُهُ وَسُنَّتُهُ وَ شَرِيعَتُهُ، فَتُوزَنُ الْأَقْوَالُ وَالْأَعْمَالُ بِأَقْوَالِهِ وَأَعْمَالِهِ، فَمَا وَافَقَ ذٰلِكَ قُبِلَ، وَمَا خَالَفَهُ فَهُوَ مَرْدُودٌ عَلَى قَائِلِهِ وَفَاعِلِهِ كَائِنًا مَنْ كَانَ، كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ، أَيْ فَلْيَحْذَرْ وَلْيَخْشَ مَنْ خَالَفَ شَرِيْعَةَ الرَّسُوْلِ بَاطِنًا وَظَاهِرًا، أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَيْ فِي قُلُوْبِهِمْ مِنْ كُفْرٍ أَوْ نِفَاقٍ أَوْ بِدْعَةٍ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ أَيْ فِي الدُّنْيَا بِقَتْلٍ أَوْ حَدٍّ أَوْ حَبْسٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ » ①

''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ''پس جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے امر کی مخالفت کرتے ہیں وہ ڈریں۔'' یہاں آپ کے امر سے مراد آپ کا راستہ، منہج، طریقہ، سنت اور شریعت ہے۔ چنانچہ (دیگر لوگوں: صحابہ، تابعین اور ائمہ وفقہاء کے) اقوال و اعمال کو آپ کے اقوال و اعمال کے ساتھ تولا جائے گا۔ سو ان میں سے جس کا قول وعمل آپ کے قول وعمل کے موافق ہوگا وہ قبول کیا جائے گا اور جس کا قول و عمل آپ کے قول وعمل کے مخالف ہوگا اسے رد کر جائے گا (مخالف قول وعمل کا حامل) جو بھی ہو (صحابی تابعی، امام یا فقیہ، مخالفت میں ہر ایک کی بات رد ہو گی)۔ جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں مروی ہے کہ ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہیں ہے وہ مردود ہے۔'' [صحیح بخاری: ۲۶۹۷۔ صحیح مسلم: ۱۷۱۸]۔ سو آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ نبوی شریعت کی خفیہ یا علانیہ مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ ان کے دلوں میں کفر، نفاق یا بدعت کی شکل میں کوئی فتنہ جنم نہ لے لے یا دنیا میں قتل، کسی شرعی حد، قید یا کسی اور سزا کی شکل میں وہ دردناک سزا کے موجب قرار نہ پائیں۔''

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ

① تفسیر ابن کثیر: ۸۲/۶۔

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ‏ [النساء : ١٤]

"اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور اس کی حدود سے تجاوز کیا وہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔"

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے ہمیشہ ڈرنا چاہیے اور غم و خوشی، عبادات و معاملات نیز زندگی کے ہر پہلو میں سنت نبوی اور تعلیمات نبویہ کو ملحوظ رکھا جائے، ورنہ سنت سے بغاوت اور کج روی کی صورت میں کسی آفت سے دوچار ہو سکتے ہیں، جیسے ایک شخص نبی ﷺ کی حکم عدولی کی وجہ سے دنیاوی سزا سے دوچار ہوا تھا۔

❁ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ، فَقَالَ : كُلْ بِيَمِيْنِكَ، قَالَ: لَا أَسْتَطِيْعُ، قَالَ: لَا اسْتَطَعْتَ، مَا مَنَعَهٗ إِلَّا الْكِبْرُ، قَالَ : فَمَا رَفَعَهَا إِلٰى فِيْهِ »①

"ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ نے فرمایا: "دائیں ہاتھ سے کھا۔" اس نے کہا: "میں (دائیں ہاتھ سے کھانے) کی طاقت نہیں رکھتا۔" آپ نے فرمایا: "تو طاقت نہ رکھے۔" آپ کے حکم کی تعمیل سے اسے کبر و نخوت نے روکا تھا۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر وہ شخص اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے منہ تک کبھی نہ اٹھا سکا۔"

گزشتہ دلائل بین ثبوت ہیں کہ احکام و مسائل میں کتاب و سنت ہی کی اتباع ضروری ہے اور مقتدا و رہبر رسول کریم ہیں، ان ہی کی اتباع لازم ہے اور ہر دینی معاملے میں ان کی

① صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامها : ٢٠٢١۔ مسند أحمد : ٤٥/٤۔

مخالفت سے اجتناب لازم ہے۔ صحابہ وتابعین اور دیگر مومنوں کا یہی خاصہ رہا ہے۔ احکام و مسائل میں دائیں بائیں جھانکنے اور اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں کسی کا قول، عمل یا فہم پیش کرنا کسی مسلمان کو زیبا ہی نہیں۔ سو کتاب وسنت ہی رشد و ہدایت کا منبع ہیں اور ان کی اتباع ہی سے انسان دینی مراحل طے کر سکتا اور اخروی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

اختلافی مسائل کا حل:

اگر کسی مسئلہ میں کوئی اختلاف ہو جائے اور کتاب وسنت کے برعکس کسی صحابی، تابعی، فقیہ، مجتہد یا امام کا قول وفعل کتاب وسنت کے دلائل سے متصادم ہو تو کسی شخص کی رائے اور قول وفعل کو شریعت کا درجہ دینے یا کتاب وسنت کے دلائل سے انحراف کرنے یا ان کی تقیید وتخصیص یا دلائل کا کسی کے قول سے رخ موڑنے کے بجائے کتاب وسنت کے دلائل کی طرف لوٹنا اور قرآن وسنت کی دلیل کو اختیار کرنا لازم ہے۔ مختلف فیہ مسائل میں قرآن و سنت سے متصادم قول وفعل کو اختیار کرنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہے۔

❁ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [النساء: ٥٩]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔“

فوائد:

۱۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

« وَقَوْلُهُ: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ قَالَ مُجَاهِدٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ السَّلَفِ: أَيْ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ وَهَذَا أَمْرٌ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِأَنَّ كُلَّ شَيْءٍ تَنَازَعَ النَّاسُ فِيْهِ مِنْ أُصُوْلِ الدِّيْنِ وَفُرُوْعِهِ أَنْ يَرُدَّ التَّنَازُعَ فِي ذَلِكَ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ [الشوریٰ: ١٠] فَمَا حَكَمَ بِهِ كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهِ وَشَهِدَا لَهُ بِالصِّحَّةِ فَهُوَ الْحَقُّ، وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ، وَلِهَذَا قَالَ تَعَالَى: ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ أَيْ: رُدُّوْا الْخُصُوْمَاتِ وَالْجِهَالَاتِ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ فَتَحَاكَمُوْا إِلَيْهِمَا فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَكُمْ ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ فَدَلَّ عَلَى أَنَّ مَنْ لَمْ يَتَحَاكَمْ فِي مَجَالِ النِّزَاعِ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَلَا يَرْجِعْ إِلَيْهِمَا فِي ذَلِكَ، فَلَيْسَ مُؤْمِنًا بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَقَوْلُهُ: ﴿ذَلِكَ خَيْرٌ﴾ أَيْ: التَّحَاكُمُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ وَالرُّجُوْعُ فِي فَصْلِ النِّزَاعِ إِلَيْهِمَا خَيْرٌ ﴿وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ أَي: وَأَحْسَنُ عَاقِبَةً وَمَآلًا »[1]

”اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ”اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ“ کے بارے میں مجاہد اور دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی طرف لوٹانے سے مراد کتاب اللہ اور سنت رسول ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ دین کے اصول اور فروع میں سے ہر مسئلہ جس میں لوگوں کا جھگڑا ہو جائے، اس جھگڑے کو کتاب وسنت کی طرف لوٹایا جائے، جیسے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اور وہ چیز جس میں تم نے اختلاف کیا، کوئی بھی ہو تو اس

[1] تفسیر ابن کثیر: ٢/ ٣٤٥، ٣٤٦۔

کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔" (الشوریٰ: ۱۰)۔ چنانچہ ہر اختلافی مسئلہ میں کتاب و سنت جو بھی فیصلہ کرے اور اس کے صحیح ہونے کا فیصلہ کر دے تو یہی حق ہے اور حق کے بعد جو بھی چیز ہے وہ باطل ہے۔ اسی لیے (کہ کتاب و سنت کے علاوہ ہر قول و فعل گمراہی ہے) اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کا ذکر کیا ہے کہ "اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔" یعنی اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اپنے جھگڑے اور ایسے مسائل جن کے حقائق سے تم ناواقف ہو انھیں کتاب و سنت کی طرف پیش کرو اور اپنے نزاعی مسائل میں کتاب و سنت کو فیصل مانو۔ پس یہ آیت دلیل ہے کہ جو لوگ اختلاف کی صورت میں کتاب و سنت کی طرف فیصلہ لے کر نہیں جاتے اور اختلاف کی صورت میں ان کی طرف رجوع نہیں کرتے تو وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ رب العزت کا یہ فرمان: "ذلک خیر" کا مطلب ہے کہ کتاب و سنت کو فیصل ماننا اور مسائل میں جھگڑے کی صورت میں ان کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے اور انجام کار کے لحاظ سے عمدہ ہے۔"

۲۔ استاذ محترم حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

"اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ، تابعین یا ائمہ میں اگر کسی مسئلے پر نزاع ہو تو کسی کا قول بھی حجت نہیں، بلکہ وہاں صرف قرآن و حدیث پر عمل ہوگا۔"[1]

۳۔ حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

"اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد، قرآن کریم اور الرسول سے مراد اب حدیث رسول ہے۔ یہ تنازعات کے ختم کرنے کے لیے ایک بہترین اصول بتلا دیا گیا ہے۔ اس اصول سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی تیسری شخصیت کی اطاعت واجب نہیں۔ جس طرح تقلید شخصی یا تقلید معین کے قائلین نے ایک تیسری اطاعت

[1] تفسیر القرآن الکریم: ۱/ ۳۷۷۔

کو واجب قرار دے رکھا ہے اور اسی تیسری اطاعت نے، جو قرآن کی اس آیت کے صریح مخالف ہے، مسلمانوں کو امت متحدہ کے بجائے امت منتشرہ بنا رکھا ہے اور ان کے اتحاد کو تقریباً ناممکن بنا دیا ہے۔" [1]

اتباع سنت کے بارے میں ائمہ اربعہ کے اقوال:

کتاب اللہ اور سنت رسول ہی کی اتباع لازم ہے، کتاب و سنت کے دلائل اسی موقف کی تائید کرتے ہیں۔ صحابہ و تابعین اور ائمہ و محدثین بھی اسی موقف کے قائل تھے۔ ائمہ اربعہ کا بھی یہی موقف رہا ہے۔ سو ائمہ اربعہ کے مقلدین اور کتاب و سنت سے ہٹ کر اقوال صحابہ، اقوال تابعین و تبع تابعین کو دلیل بنا کر کتاب وسنت کے دلائل سے برعکس موقف اختیار کرنے والوں کو ائمہ اربعہ کے آئندہ اقوال سے نصیحت پکڑنی چاہیے اور ان ائمہ کی طرح کتاب وسنت کی اتباع ہی اختیار کرنی چاہیے۔ علامہ البانی نے "صفة صلاة النبي" میں یہ اقوال درج کیے ہیں۔ اصلاح امت کی غرض سے انھیں پیش کیا جا رہا ہے۔

اتباع سنت اور امام ابوحنیفہ:

امام ابوحنیفہ سے ان کے اصحاب نے کئی اقوال نقل کیے ہیں، جن کا ماحصل یہ ہے کہ حدیث کو لینا اور ائمہ کی ان آراء کی تقلید چھوڑنا واجب ہے جو حدیث کے مخالف ہوں۔

۱۔ امام ابوحنیفہ سے منقول اقوال درج ذیل ہیں:

« إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ » [2]

"جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔"

۲۔ ابوحنیفہ اور ابو یوسف بیان کرتے ہیں:

---

[1] تفسیر احسن البیان از حافظ صلاح الدین یوسف: ۲۳۱۔

[2] حاشية ابن عابدين: ١/٦٣۔ رسم المفتي: ١/٤۔ ايقاظ همم أولي الأبصار ص: ٦٢۔

«لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَأْخُذَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ يَعْلَمْ مِنْ أَيْنَ أَخَذْنَاهُ» ①

"کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ ہمارا قول لے جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ ہم نے یہ قول کہاں سے اخذ کیا ہے۔"

۳۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں:

«لَا يَنْبَغِي لِمَنْ لَمْ يَعْرِفْ دَلِيْلِيْ أَنْ يُفْتِيَ بِكَلَامِيْ» ②

"کسی شخص کو زیبا نہیں جو میری دلیل نہیں جانتا وہ میرے کلام کا فتویٰ دے۔"

۴۔ امام ابوحنیفہ سے سوال کیا گیا:

«إِذَا قُلْتَ قَوْلًا وَكِتَابُ اللّٰهِ يُخَالِفُهُ؟ قَالَ: اتْرُكُوْا قَوْلِيْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَقِيْلَ: إِذَا كَانَ خَبَرُ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَالِفُهُ ؟ قَالَ: اتْرُكُوْا قَوْلِيْ لِخَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» ③

"جب آپ ایسی بات کہیں جو کتاب اللہ کے مخالف ہو؟ (تو اس کا کیا حکم ہے؟) انھوں نے کہا: کتاب اللہ کے مقابلے میں میری بات چھوڑ دو۔ پھر انھیں پوچھا گیا: جب آپ کا قول حدیث رسول کے خلاف ہو (تو اس کا کیا حکم ہے؟) انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلے میں میری بات چھوڑ دو۔"

اتباع سنت اور امام مالک:

امام مالک خود بھی کتاب وسنت کے عامل تھے اور اپنے پیروکاروں سمیت امت مسلمہ کو کتاب وسنت کی اتباع کی تاکید کی ہے۔ اتباع سنت کے بارے میں ان کے اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

① ایقاظ همم أولی الأبصار ص: ۵۳۔ الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء ص: ۱۴۵۔ اعلام الموقعین: ۲/ ۳۰۹۔ رسم المفتی لابن عابدین ص: ۲۹۔

② الانصاف فی بیان أسباب الاختلاف ص: ۱۰۴۔ عقد الجید فی أحکام الاجتهاد و التقلید ص: ۲۸۔

③ ایقاظ همم أولی الأبصار ص: ۶۲۔

« إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، أُخْطِئُ وَأُصِيبُ فَانْظُرُوْا فِي رَأْيِي فَكُلَّمَا وَافَقَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْا بِهِ، وَكُلَّمَا لَمْ يُوَافِقِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُكُوْهُ » ①

”میں تو عام آدمی ہوں غلطی بھی کرتا ہوں اور درستی کو بھی پہنچتا ہوں، سو میری رائے کو پرکھا کرو اور جب وہ کتاب وسنت کے موافق ہو تو اسے لے لو اور جب کتاب وسنت کے موافق نہ ہو تو اسے چھوڑ دو۔“

۲۔ امام مالک خود کس قدر سنت کے پیروکار تھے اس کا اندازہ آئندہ واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ احمد بن عبد الرحمٰن بن وہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا (عبد اللہ بن وہب رحمہ اللہ) سے سنا، انھوں نے امام مالک رحمہ اللہ سے وضو میں پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کرنے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا: ”یہ لوگوں پر لازم نہیں ہے۔“ انھوں نے کہا کہ میں نے یہ (مسئلہ بیان کرنا) چھوڑ دیا حتی کہ لوگ اسے معمولی سمجھنے لگے۔ پھر میں نے انھیں (امام مالک رحمہ اللہ سے) کہا کہ ہمارے پاس (پاؤں کی انگلیوں کے خلال کرنے کے بارے میں) حدیث ہے۔“ انھوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟“ پھر انھوں نے اپنے طریق سے سند بیان کرتے ہوئے بیان کیا کہ سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدَلِّكُ بِخِنْصَرِهِ مَا بَيْنَ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ » ②

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ اپنی چھوٹی انگلی سے اپنے پاؤں کی انگلیوں کے درمیانی حصوں کو خوب اچھی طرح مل رہے تھے۔“

یہ حدیث سن کر امام مالک نے کہا: ”یہ حدیث حسن ہے، میں نے یہ حدیث اس سے

① جامع بيان العلم و فضله لابن عبد البر: ١٤٣٥۔ الإحكام في أصول الأحكام: ١٤٩/٦۔

② حسن: سنن بيهقی: ٣٦١۔ مقدمة الجرح و التعديل لابن أبی حاتم: ١/ ٣١۔ احمد بن عبد الرحمٰن بن وہب صدوق اور باقی راوی ثقہ ہیں۔

پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ پھر میں نے اس کے بعد سنا، انھیں اس مسئلہ کے بارے میں سوال ہوتا تو وہ انگلیوں کے خلال کا حکم دیا کرتے تھے۔"

اتباع سنت اور امام شافعی رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ سنت کے بہت بڑے متبع اور داعی تھے۔ انھوں نے اپنے پیروکاروں کو سنت ہی کی اتباع کی تاکید کی ہے۔

۱۔ ربیع بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ ایک شخص نے امام شافعی رحمہ اللہ سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھا پھر اس نے کہا: نبی ﷺ سے اس مسئلہ میں اس اس طرح منقول ہے اور اے ابوعبداللہ! (امام شافعی کی کنیت) کیا تمھارا موقف بھی یہی ہے؟ اس پر امام شافعی کانپ اٹھے، زرد ہوگئے، چہرے کا رنگ فق ہوگیا اور کہنے لگے: "تیرا ناس ہو! جب میں رسول اللہ ﷺ سے مروی روایت کے موافق موقف اختیار نہ کروں گا تو کون سی زمین میرا بوجھ اٹھائے گی اور کون سا آسمان مجھے سایہ کرے گا؟ ہاں، اللہ کے رسول کی حدیث سر آنکھوں پر ہے، حدیث رسول سر آنکھوں پر ہے اور میں نے امام شافعی کو یہ الفاظ کہتے سنا:

« مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَتُذْهَبُ عَلَيْهِ سُنَّةٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُعْزَبُ عَنْهُ، فَمَهْمَا قُلْتُ مِنْ قَوْلٍ أَوْ أَصَّلْتُ مِنْ أَصْلٍ فِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافُ مَا قُلْتُ فَالْقَوْلُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ قَوْلِي، وَجَعَلَ يُرَدِّدُ هٰذَا الْكَلَامَ » [1]

"ہر شخص کی بات کو رسول اللہ ﷺ کی سنت کی وجہ سے چھوڑا اور ترک کیا جائے گا۔ چنانچہ میں کوئی قول بیان کروں یا کوئی اصول وضع کروں جو حدیث رسول

[1] اعلام الموقعین: ۲/۳۶۳۔ تاریخ دمشق لابن عساکر: ۵۱/ ۳۸۹۔

کے خلاف ہو تو جو اللہ کے رسول کی بات ہے وہی میرا قول ہے۔ وہ یہ بات بار بار دہراتے رہے۔"

۲۔ دوسری جگہ بیان کرتے ہیں:

« أَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى أَنَّ مَنِ اسْتَبَانَتْ لَهُ سُنَّةٌ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَدَعَهَا لِقَوْلِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ » ①

"تمام لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ کی سنت کا پتا لگ جائے تو اس کو زیبا نہیں ہے کہ وہ اس سنت کو لوگوں میں سے کسی کے قول کی وجہ سے چھوڑے۔"

اتباعِ سنت اور امام احمد بن حنبل:

امام احمد بن حنبل بھی کتاب وسنت کے بہت بڑے عامل اور داعی تھے اور انھوں نے کتاب وسنت کے دلائل ہی کو اختیار کرنے کی تاکید کی ہے۔

۱۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« لَا تُقَلِّدْنِي وَلَا تُقَلِّدْ مَالِكًا وَلَا الثَّوْرِيَّ وَلَا الْأَوْزَاعِيَّ، وَخُذْ مِنْ حَيْثُ أَخَذُوْا » ②

"نہ میری تقلید کر، نہ مالک، ثوری اور اوزاعی کی تقلید کر اور دین وہاں سے لے جہاں سے انھوں (ائمہ) نے دین اخذ کیا ہے۔"

۲۔ دوسری جگہ بیان کرتے ہیں:

« مَنْ رَدَّ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَهُوَ عَلَى شَفَا هَلَكَةٍ » ③

---

① أعلام الموقعين: ۲/۳۶۳۔ ايقاظ همم أولى الأبصار ص: ۱۰۳۔

② أعلام الموقعين: ۲/۱۳۹۔ ايقاظ همم أولى الأبصار ص: ۱۱۳۔

③ مناقب الامام احمد لابن الجوزى، ص: ۲۴۹۔

”جس نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو رد کیا وہ ہلاکت کے کنارے پر ہے۔“

خلاصہ بحث:

کتاب وسنت کے گزشتہ دلائل اور ائمہ اربعہ کے اقوال بین دلیل ہیں کہ شرعی احکام کے اساسی مآخذ قرآن وحدیث ہیں اور ہر مسئلہ میں قرآن وحدیث ہی معتبر ہے۔ ہر مسلمان پر ان کی پیروی لازم ہے اور اختلاف کی صورت میں کسی صحابی، تابعی، فقیہ یا امام کے قول یا رائے کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ اختلاف کی صورت میں کتاب وسنت ہی کو ترجیح حاصل ہے۔
اس لیے اقوال صحابہ وتابعین کو شرعی دلائل کے مقابلے میں پیش کرنا، ان اقوال وافعال سے کتاب وسنت کے دلائل میں ترمیم کرنا یا انھیں وجوب سے استحباب یا حرمت سے مکروہ کی طرف پھیرنا ناجائز ہے۔ شرعی دلائل کے مقابلے میں کسی کی تعظیم وتقدیس کے پیش نظر اس کا قول یا فعل پیش کرنا کتاب وسنت کے دلائل سے تعارض اور ائمہ اربعہ اور فقہاء ومحدثین کے اقوال اور اصول سے انحراف ہے، جو کسی بھی مسلمان کو زیبا نہیں۔ لہٰذا عافیت اس بات میں ہے کہ قرآن وحدیث کی جو بات ہم تک پہنچے اسے من وعن تسلیم کر لیا جائے۔ اسے صحابہ و تابعین اور ائمہ کے اقوال سے جانچنا کسی صورت درست نہیں۔ اس گزشتہ بحث کو مدنظر رکھ کر داڑھی کے مسائل اور اس کے بارے میں اختلاف رائے کو دیکھ کر اس مختلف فیہ مسئلہ کو سمجھنا اور حقائق سے آگاہی آسان ہو جائے گی اور معترضین کے بے تکے اعتراضات کا از خود مداوا ممکن ہو جائے گی۔ بشرطیکہ تعصب، تنگ نظری، کٹ حجتی، بدنیتی اور جہالت ترکیبی سے خلاصی میسر ہو۔

داڑھی کاٹنے کے بارے میں مذاہب و آراء اور راجح موقف

داڑھی کاٹنے کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں، کچھ علماء ایک مشت سے زائد داڑھی کٹوانے کے جواز کے قائل ہیں اور کچھ علماء کا موقف ہے کہ داڑھی جس حالت میں اگے اسے اس کی حالت ہی پر رہنے دینا لازم ہے، اس کی کاٹ چھانٹ، تراش خراش اور اطراف اور نیچے سے کاٹنا حرام ہے۔ ان مختلف مذاہب کو نقل کرنے کے بعد راجح موقف کی وضاحت کی جائے گی۔ تفصیل درج ذیل ہے:

احناف کا موقف:

احناف کے نزدیک داڑھی کی زیادہ سے زیادہ مقدار ایک مشت ہے اور ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنا واجب ہے۔

❊ البنایہ شرح الہدایہ میں یہ عبارت مذکور ہے:

« وَقَالَ الْكَاكِيُّ: طُوْلُ اللِّحْيَةِ بِقَدْرِ الْقَبْضَةِ عِنْدَنَا، وَمَا زَادَ عَلَى ذَلِكَ يَجِبُ قَطْعُهُ هَكَذَا رُوِيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ طُوْلِهَا أَوْرَدَهُ أَبُو عِيْسَى فِي " جَامِعِهِ " » [1]

---

[1] البناية شرح الهداية: ٧٢/٤۔

”کاکی کہتے ہیں: ہمارے نزدیک داڑھی کی لمبائی مٹھی کے برابر ہے اور اس (مٹھی) سے اضافی مقدار کو کاٹنا واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح مروی ہے کہ آپ داڑھی کو لمبائی سے کاٹتے تھے۔ ابوعیسیٰ (امام ترمذی) نے اسے جامع ترمذی میں نقل کیا ہے۔“

امام ابو یوسف نے داڑھی کے کاٹنے کے جواز میں امام ابوحنیفہ سے درج ذیل دلائل بیان کیے ہیں:

۱۔ ہیثم بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کے پاس لایا گیا جب کہ ان کی داڑھی بکھری ہوئی تھی، اس پر آپ نے فرمایا:

«لَوْ أَخَذْتُمْ وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى نَوَاحِي لِحْيَتِهِ» ②

”اگر تم (اسے کناروں سے) کاٹ دو اور آپ نے اس کی داڑھی کے کناروں کی طرف اشارہ کیا۔“

۲۔ نافع، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

«أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ» ②

”وہ اپنی داڑھی کو کاٹتے تھے۔“

۳۔ ہیثم سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

«أَنَّهُ كَانَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَيَأْخُذُ مِنْهَا مَا جَاوَزَ الْقَبْضَةَ» ③

”وہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے اور مٹھی سے اضافی ڈاڑھی کاٹ دیتے تھے۔“

❶ ضعیف: الآثار لأبی یوسف: ۱۰۳۸۔ امام ابوحنیفہ امام محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف راوی ہیں۔ تفصیل کے لیے سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۱/۶۱۱۔۶۶۷۔ دیکھیے۔

❷ ضعیف: الآثار لأبی یوسف: ۱۰۳۹۔ امام ابوحنیفہ امام محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف راوی ہیں۔ تفصیل کے لیے سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۱/۶۱۱۔۶۶۷۔ دیکھیے۔

❸ ضعیف: الآثار لأبی یوسف: ۱۰۴۰۔ امام ابوحنیفہ امام محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف راوی ہیں۔ تفصیل کے لیے سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۱/۶۱۱۔۶۶۷۔ دیکھیے۔

۲۔ فتاویٰ عالمگیری میں یہ عبارت درج ہے:

« وَالْقَصْرُ سُنَّةٌ فِيْهَا وَ هُوَ أَنْ يَقْبِضَ الرَّجُلُ لِحْيَتَهُ فَإِنْ زَادَ مِنْهَا عَلَى قَبْضَةٍ قَطَعَهُ، كَذَا ذُكِرَ فِي كِتَابِ الآثَارِ عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ » [1]

"داڑھی کاٹنا مسنون عمل ہے کہ آدمی اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے اور اگر مٹھی سے زائد بال ہوں تو انھیں کاٹ دے۔ کتاب الآثار میں ابو حنیفہ سے اسی طرح منقول ہے۔"

فقہ حنفی میں مٹھی سے اضافی داڑھی کے بارے میں دو متضاد موقف ہیں، ایک موقف ہے کہ مٹھی سے اضافی داڑھی کاٹنا واجب ہے اور دوسرا موقف ہے کہ مٹھی سے اضافی داڑھی کاٹنا سنت ہے۔ نیز احناف نے جن دلائل سے مٹھی سے اضافی داڑھی کاٹنے کے وجوب یا استحباب کی دلیل لی ہے وہ تمام دلائل اصول حدیث کی رو سے غیر ثابت ہیں، لہٰذا اس موقف کو داڑھی کاٹنے کے جواز کے قائل علماء کا اپنے موقف کی تائید میں بیان کرنا درست نہیں۔ پھر امام ابو حنیفہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ میرا قول حدیث رسول کے مخالف ہو تو میرا قول چھوڑ دو اور حدیث رسول پر عمل کرو۔ اس تصریح کے بعد حدیث رسول کے مقابلے میں قول امام کو پیش کرنا امام کی بھی مخالفت ہے۔

حنابلہ کا موقف:

فقہ حنبلی میں بھی مٹھی سے زیادہ داڑھی کٹوانا درست ہے۔

❁ امام حرب کرمانی بیان کرتے ہیں:

« سُئِلَ أَحْمَدُ عَنِ الأَخْذِ مِنَ اللِّحْيَةِ؟ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَأْخُذُ مِنْهَا مَا زَادَ عَلَى الْقَبْضَةِ، وَكَأَنَّهُ قَدْ ذَهَبَ إِلَيْهِ، قِيْلَ لَهُ: فَالإِعْفَاءُ يُرْوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: كَأَنَّ هَذَا عِنْدَهُ إِعْفَاءٌ »۔ [2]

[1] فتاویٰ عالمگیری۔ [2] مسائل حرب الكرماني : ۱/۲۱۹۔

''امام احمد سے داڑھی کاٹنے کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے کہا: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مٹھی سے زائد داڑھی کاٹا کرتے تھے۔ گویا ان کا یہی مذہب ہے۔ انھیں پوچھا گیا کہ نبی ﷺ سے داڑھی کا اعفاء منقول ہے تو انھوں نے کہا: ان (ابن عمرؓ) کے نزدیک اعفاء یہی (مٹھی تک داڑھی بڑھانا) تھا۔''

۲۔ امام ابن تیمیہ بیان کرتے ہیں:

« وَأَمَّا إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ فَإِنَّهُ يَتْرُكُ وَلَوْ أَخَذَ مَا زَادَ عَلَى الْقَبْضَةِ لَمْ يُكْرَهْ، نَصَّ عَلَيْهِ كَمَا تَقَدَّمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَكَذَلِكَ أَخْذُ مَا تَطَايَرَ مِنْهَا » ①

''اعفاء اللحیة کا مطلب ہے کہ داڑھی (کاٹنا) چھوڑ دے، لیکن اگر وہ ایک مٹھی سے زیادہ کاٹ لے تو یہ مکروہ نہیں۔ انھوں (امام احمد) نے اس پر نص بیان کی ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ پیچھے بیان ہوا ہے، اسی طرح داڑھی کے بکھرے ہوئے بال کاٹنا مکروہ نہیں ہے۔''

موقف کی شرعی حیثیت:

امام احمد بن حنبل کا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے داڑھی کو حج و عمرہ کے سوا اوقات میں کاٹنے کا جواز بنانا کئی طرح سے باطل ہے۔

ا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فقط حج و عمرہ کے موقع پر داڑھی کٹواتے تھے، ان مواقع کے علاوہ ان سے تاحیات داڑھی کے مٹھی سے زائد تو دور داڑھی کا کوئی ایک بال کٹوانا بھی ثابت نہیں، سوان کے خاص عمل کو عام قرار دینا اور داڑھی کاٹنے کے جواز کی عام دلیل کے طور پیش کرنا قطعاً درست نہیں۔ یہ قیاس مع الفارق کی صورت ہے اور اصول فقہ میں قیاس مع الفارق باطل ہے۔ اس غلط قیاس اور باطل استدلال کے بارے میں کمال

① شرح العمدة لابن تيمية، ص: ۲۳٦۔

بن سید سالم بیان کرتے ہیں:

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ سے احرام اتارتے اس وقت داڑھی کاٹا کرتے تھے جب کہ (مٹھی سے اضافی داڑھی کاٹنے کے موقف کے علماء) عام حالات میں داڑھی کاٹتے ہیں (جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہی نہیں، یعنی ان کے حج وعمرہ کے عمل کو عام معمول بنایا جاتا ہے جو ان سے ثابت ہی نہیں، سو ان کے اس خاص عمل سے عام استدلال کرنا درست نہیں)۔

۳۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فعل کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "﴿مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ﴾ کی تفسیر کے ساتھ ہے کہ وہ حج کے مناسک میں "محلقین" سے سر کا منڈوانا اور تقصیر سے داڑھی کاٹنا مراد لیتے ہیں۔"[1]

۴۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اعفاء اللحیہ سے مراد ایک مٹھی داڑھی نہیں ہے، امام احمد بن حنبل کا یہ کہنا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اعفاء اللحیہ سے مراد ایک مٹھی تک داڑھی باقی رکھنا اور باقی کاٹنا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نہ یہ مفہوم لیا ہے اور نہ داڑھی کاٹتے وقت اس کی وضاحت کی ہے۔ انھوں نے حج وعمرہ میں تقصیر کے مفہوم سے مراد لی ہے، جس کا اعفاء اللحیہ سے دور تک کا تعلق نہیں ہے۔ نیز حج و عمرہ کے علاوہ باقی ایام میں جو کئی مہینوں اور سالوں پر محیط ہوتے تھے ان میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا داڑھی نہ کاٹنا اور اصلی حالت پر باقی رکھنا ثابت ہے، ان کا یہ ذاتی عمل اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک اعفاء اللحیہ سے مراد داڑھی کو باقی چھوڑنا اور نہ کاٹنا ہی ہے۔ لہٰذا ان کی طرف یہ نسبت کہ وہ داڑھی کاٹنے کے عمومی طور پر قائل تھے، سراسر زیادتی اور ان کی طرف غلط نسبت ہے، جو کسی صورت جائز نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حج وعمرہ کے سوا داڑھی کاٹنے اور اس کی تراش خراش کے قطعی قائل نہیں تھے۔ جو شخص ان کے داڑھی کو مطلق طور کاٹنے کا تاثر دیتا ہے اس پر دلیل

---

[1] صحیح فقه السنة: ۱/۱۰۲، ۱۰۳۔

پیش کرنا لازم ہے، ورنہ اسے لوگوں سے اپنے اس باطل موقف اور صحابی رسول کی طرف غلط بات منسوب کرنے سے تائب ہونا چاہیے اور عامۃ الناس کے لیے گمراہی کا سامان مہیا کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

مذہب مالکیہ:

مذہب مالکیہ میں داڑھی کاٹنا مشروع نہیں، البتہ اگر داڑھی بہت زیادہ لمبی ہو تو زیادہ لمبی داڑھی کو کاٹنا جائز ہے۔

۱۔ الفواکہ الدوانی میں ہے:

« وَأَمَّا لَوْ طَالَتْ كَثِيْرًا فَأَشَارَ إِلَى حُكْمِهِ بِقَوْلِهِ، (قَالَ مَالِكٌ) : (وَلَا بَأْسَ بِالْأَخْذِ مِنْ طُولِهَا إِذَا طَالَتْ) طُوْلًا (كَثِيْرًا)بِحَيْثُ خَرَجَتْ عَنِ الْمُعْتَادِ لِغَالِبِ النَّاسِ فَيُقَصُّ الزَّائِدُ لِأَنَّ بَقَاءَهُ يَقْبُحُ بِهِ الْمَنْظَرُ، وَحُكْمُ الْأَخْذِ النَّدْبُ فَلَا بَأْسَ هُنَا لِمَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ غَيْرِهِ وَالْمَعْرُوْفُ لَا حَدَّ لِلْمَأْخُوْذِ، وَيَنْبَغِي الْإِقْتِصَارُ عَلَى مَا تَحْسُنُ بِهِ الْهَيْئَةُ، وَقَالَ الْبَاجِيُّ : يُقَصُّ مَا زَادَ عَلَى الْقَبْضَةِ، وَيَدُلُّ عَلَيْهِ فِعْلُ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ فَإِنَّهُمَا كَانَا يَأْخُذَانِ مِنْ لِحْيَتِهِمَا مَا زَادَ عَلَى الْقَبْضَةِ » ①

"اگر داڑھی بہت زیادہ لمبی ہو اس کے حکم کی انھوں (مالک) نے اپنے قول میں اشارہ کیا ہے، امام مالک کہتے ہیں: اگر داڑھی بے تحاشا لمبی ہو کہ یہ لوگوں کی غالب عادت سے تجاوز کر جائے تو زائد داڑھی کو کاٹنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ اسے باقی چھوڑنے سے صورت قبیح ہو جاتی ہے۔ لمبی داڑھی کو کاٹنا مندوب ہے، داڑھی کی اتنے مقدار کاٹنے میں کچھ مضائقہ نہیں جس سے صورت

① الفواکه الدوانی علی رسالة ابن أبی زید القیروانی : ۲/ ۳۰۷۔

دوسروں سے بہتر ہو اور معروف یہ ہے کہ داڑھی کاٹنے کی کوئی معین حد نہیں ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اتنی مقدار پر اکتفا کیا جائے جس سے شکل وصورت بھلی لگے۔

امام باجی کہتے ہیں: مٹھی سے زائد داڑھی کاٹ دی جائے، اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فعل دلالت کرتا ہے کہ یہ مٹھی سے زیادہ داڑھی کاٹا کرتے تھے۔"

تجزیہ:

درج بالا عبارت دلیل ہے کہ امام مالک کے نزدیک داڑھی کو کاٹنا مطلقاً ناجائز ہے، ان کے نزدیک صرف وہ داڑھی کاٹی جاسکتی ہے جو بے تحاشا بڑھی ہو اور معیوب ہو، پھر امام مالک کے نزدیک ایسی داڑھی کی تراش خراش کی تو اجازت ہے لیکن اس کی کوحد مقرر نہیں ہے۔ امام مالک کا عمومی موقف داڑھی کو باقی رکھنا اور اسے نہ کاٹنا ہے البتہ بہت زیادہ لمبی داڑھی والا داڑھی کٹوا سکتا ہے۔ لیکن ان کا یہ موقف بھی صحیح احادیث کے خلاف ہے کیونکہ صحیح احادیث میں داڑھی کو باقی رکھنا اور کسی بھی صورت میں نہ کاٹنے کا حکم ہے، ان روایات کی وضاحت آگے تفصیل سے بیان کی جائے گی۔

نیز امام مالک نے خود لمبی اور پوری داڑھی رکھی ہوئی تھی:

ا۔ امام ذہبی امام مالک کا حلیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

« أَنَّهُ كَانَ طُوَالًا، جَسِيْمًا، عَظِيْمَ الْهَامَةِ، أَشْقَرَ، أَبْيَضَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ، عَظِيْمَ اللِّحْيَةِ، أَصْلَعَ، وَكَانَ لَا يُحْفِي شَارِبَهُ، وَيَرَاهُ مُثْلَةً » ①

"وہ دراز قد، بھاری بھرکم تھے، سر بڑا، رنگ سفید سرخی مائل، سر اور داڑھی سفید اور داڑھی لمبی تھی اور سر سے گنجے تھے۔ مونچھیں جڑ سے صاف نہ کرتے تھے، وہ اس عمل کو مثلہ خیال کرتے تھے۔"

① سیر أعلام النبلاء: ۸/ ۶۹۔

۲۔ ابراہیم بن محمد بن علی برہان الدین یعمری متوفی: ۷۷۹۔امام مالک کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

«وَوَصَفَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِهِ مِنْهُمْ: مُطَرَّفٌ وَإِسْمَاعِيْلُ وَالشَّافِعِيُّ وَبَعْضُهُمْ يَزِيْدُ عَلَى بَعْضٍ، قَالُوْا: كَانَ طَوِيْلًا جَسِيْمًا عَظِيْمَ الْهَامَةِ أَبْيَضَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ، شَدِيْدَ الْبَيَاضِ إِلَى الصُّفْرَةِ أَعْيَنَ حَسَنَ الصُّوْرَةِ، أَصْلَعَ أَشَمَّ عَظِيْمَ اللِّحْيَةِ تَامَّهَا تَبْلُغُ صَدْرَهُ ذَاتَ سَعَةٍ وَطُوْلٍ، وَكَانَ يَأْخُذُ أَطْرَافَ شَارِبِهِ وَلَا يَحْلِقُهُ وَلَا يُحْفِيْهِ وَيَرَى حَلْقَهُ مِنَ الْمُثْلِ» ①

’’امام مالک کے اصحاب میں سے کئی لوگوں نے ان کا حلیہ بیان کیا ہے، جن میں سے مطرف، اسماعیل اور شافعی وغیرہ ہیں، بعض بعض سے اضافی اوصاف بیان کرتے ہیں۔ یہ لوگ بیان کرتے ہیں: وہ دراز قد، بھاری بھرکم تھے، سر بڑا تھا، سر اور داڑھی سفید تھی، رنگ سفید زردی کی طرف مائل تھا، آنکھیں اور چہرہ خوب صورت تھے، سر سے گنجے، ناک ستواں تھی، داڑھی لمبی اور مکمل تھی جو سینے تک پہنچتی تھی، کشادہ اور لمبی تھی۔ موچھیں کناروں سے کاٹتے تھے، نہ انھیں مونڈھتے اور نہ جڑ سے کاٹتے تھے، وہ اس عمل کو مثلہ قرار دیتے تھے۔‘‘

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ امام مالک خود پوری داڑھی رکھنے کے قائل تھے، جیسا کہ احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

شافعیہ کا موقف:

شافعیہ کی اکثریت داڑھی منڈوانے اور کٹوانے کو حرام کے بجائے مکروہ خیال کرتی ہے۔ فقہ شافعی کی معروف کتاب ’’تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج‘‘ میں مذکور ہے:

① الديباج المذهب في معرفة أعيان علماء المذهب: ۹۰/۱۔

« وَصَحَّ عِنْدَ ابْنِ حِبَّانَ كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْ طُولِ لِحْيَتِهِ وَعَرْضِهَا وَكَأَنَّهُ مُسْتَنَدُ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي كَوْنِهِ كَانَ يَقْبِضُ لِحْيَتَهُ وَيُزِيْلُ مَا زَادَ، لَكِنْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ الْأَمْرُ بِتَوْفِيرِ اللِّحْيَةِ أَيْ بِعَدَمِ أَخْذِ شَيْءٍ مِنْهَا، وَهَذَا مُقَدَّمٌ لِأَنَّهُ أَصَحُّ عَلَى أَنَّهُ يُمْكِنُ حَمْلُ الْأَوَّلِ عَلَى أَنَّهُ لِبَيَانِ أَنَّ الْأَمْرَ بِالتَّوْفِيرِ لِلنَّدْبِ، وَهَذَا أَقْرَبُ مِنْ حَمْلِهِ عَلَى مَا إِذَا زَادَ انْتِشَارُهَا وَكِبَرُهَا عَلَى الْمَعْهُودِ، لِأَنَّ ظَاهِرَ كَلَامِ أَئِمَّتِنَا كَرَاهَةُ الْأَخْذِ مِنْهَا مُطْلَقًا »[1]

''ابن حبان میں صحیح حدیث ہے کہ آپ داڑھی کو لمبائی اور چوڑائی سے کاٹا کرتے تھے۔ گویا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی دلیل بھی یہی حدیث ہے جس وجہ سے وہ مٹھی سے زائد داڑھی کاٹا کرتے تھے۔ لیکن صحیحین کی حدیث میں داڑھی بڑھانے یعنی اس بالکل نہ کاٹنے کا حکم ثابت ہے اور یہ (صحیحین کی روایت ابن حبان کی روایت سے) مقدم ہے کیونکہ یہ حدیث (ابن حبان کی حدیث سے) زیادہ صحیح ہے، اس لیے ممکن ہے کہ حدیث اول (جس میں لمبائی اور چوڑائی سے داڑھی کاٹنے کا حکم ہے) کو اس پر محمول کیا جائے کہ یہ اس بیان کے لیے ہے کہ داڑھی بڑھانے کا حکم استحباب پر محمول ہے اور اس معنی پر محمول کرنا اس وقت زیادہ قریب ہے جب داڑھی عام معمول سے زیادہ بڑھی اور بکھری ہوئی ہو۔ کیونکہ ہمارے ائمہ (شافعیہ) کے نزدیک داڑھی کو کاٹنا مطلق مکروہ ہے۔''

البتہ امام شافعی سے منقول ہے کہ وہ بلا قید داڑھی منڈوانے اور کٹوانے کی حرمت کے قائل تھے:

[1] تحفة المحتاج في شرح المنهاج: ٩/٣٧٦۔ إعانة الطالبين حل ألفاظ فتح المبين: ٢/ ٣٨٦۔

« (فَائِدَةٌ) قَالَ الشَّيْخَانِ : يُكْرَهُ حَلْقُ اللِّحْيَةِ، وَاعْتَرَضَهُ ابْنُ الرِّفْعَةِ فِي حَاشِيَةِ الْكَافِيَةِ بِأَنَّ الشَّافِعِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَصَّ فِي الْأُمِّ عَلَى التَّحْرِيْمِ، قَالَ الزَّرْكَشِيُّ : وَكَذَا الْحَلِيْمِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ، وَأُسْتَاذُهُ الْقَفَّالُ الشَّاشِيُّ فِي مَحَاسِنِ الشَّرِيْعَةِ، وَقَالَ الْأَذْرَعِيُّ : اَلصَّوَابُ تَحْرِيْمُ حَلْقِهَا جُمْلَةً لِغَيْرِ عِلَّةٍ بِهَا، كَمَا يَفْعَلُهُ الْقَلَنْدَرِيَّةُ »[1]

''فائدہ: شیخین کہتے ہیں کہ داڑھی کو منڈوانا مکروہ ہے، ابن رفعہ نے الکافیہ کے حاشیہ میں اس موقف پر اعتراض کیا ہے کہ (یہ کراہت والا موقف درست نہیں) کیونکہ ''الام'' میں امام شافعی نے (داڑھی منڈوانے کی) حرمت پر نص بیان کی ہے۔ زرکشی بیان کرتے ہیں کہ حلیمی نے ''شعب الایمان'' اور ان کے استاد قفال شاشی نے ''محاسن الشریعہ'' میں یہی بات نقل کی ہے اور اذرعی کہتے ہیں: داڑھی کو بغیر کسی علت کے مونڈنا حرام ہے جیسے قلندریہ کرتے ہیں۔''

۲۔ طرح التثریب کے مصنف لکھتے ہیں:

« وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْجُمْهُوْرُ عَلَى أَنَّ الْأَوْلَى تَرْكُ اللِّحْيَةِ عَلَى حَالِهَا وَأَنْ لَا يُقْطَعَ مِنْهَا شَيْءٌ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابِهِ »[2]

''جمہور علماء نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے کہ داڑھی کو اس کی حالت پر چھوڑنا اور اس میں سے کچھ بھی نہ کاٹنا زیادہ بہتر ہے، شافعی اور اس کے اصحاب کا یہی موقف ہے۔''

البتہ امام شافعی ایسے حاجی یا معتمر کے لیے داڑھی کے کچھ بال کاٹنے کے جواز کے قائل ہیں، جو گنجا ہے، یا جس کا سر منڈا ہوا ہے۔ بیان کرتے ہیں:

[1] إعانة الطالبين حل ألفاظ فتح المبين : ۲/ ۳۸۶۔
[2] طرح التثريب في شرح التقريب: ۲/ ۸۳۔

« وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ أَصْلَعَ وَلَا شَعْرَ عَلَى رَأْسِهِ أَوْ مَحْلُوقًا أَمَرَّ الْمُوسَى عَلَى رَأْسِهِ، وَأَحَبُّ إِلَيَّ لَوْ أَخَذَ مِنْ لِحْيَتِهِ وَشَارِبَيْهِ حَتَّى يَضَعَ مِنْ شَعْرِهِ شَيْئًا لِلّٰهِ، وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ، لِأَنَّ النُّسُكَ إِنَّمَا هُوَ فِي الرَّأْسِ لَا فِي اللِّحْيَةِ »[1]

''اگر کوئی شخص گنجا ہے اور اس کے سر پر کوئی بال نہیں یا وہ سر منڈا ہے تو وہ (حج و عمرہ میں حلال ہوتے وقت) اپنے سر پر استرا گزار دے اور مجھے زیادہ پسند یہ ہے کہ اگر (ایسا شخص) اپنی داڑھی اور مونچھوں کے کچھ بال کاٹ لے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کچھ بال اتار لے (تو درست ہے)۔ اگر وہ (داڑھی اور مونچھوں سے) کچھ بھی نہ لے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ مناسک کا تعلق سر کے ساتھ ہے، داڑھی کے ساتھ نہیں۔''

خلاصہ بحث:

امام شافعی کے نزدیک داڑھی کٹوانا حرام ہے، خواہ داڑھی چھوٹی ہو یا بڑی، یہ داڑھی کو اس کی اصل پر باقی رکھنے کے قائل ہیں۔ لہٰذا انھیں مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنے کے جواز کے قائلین میں شمار کرنا درست نہیں۔ نیز امام شافعی کا استدلال کہ جس کے سر کے بال نہ ہوں یا جس کا سر منڈا ہوا ہے وہ حج وعمرہ میں داڑھی کے کچھ بال کاٹ لے درست نہیں اور انھوں نے اس کا خود اعتراف بھی کیا ہے کہ احرام کے بعد مناسک حج وعمرہ کا تعلق سر کے ساتھ ہے کہ اسے مونڈا جائے یا کچھ بال اتار لیے جائیں، اس کا تعلق داڑھی کے ساتھ نہیں ہے۔ لہٰذا داڑھی کو تقصیر میں شامل کرنا درست نہیں۔

جمہور علماء کا موقف:

جمہور علماء کا موقف ہے کہ داڑھی کو اس کی حالت پر باقی رکھنا واجب ہے اور داڑھی کو

---

[1] الأم للشافعي: ۲/۲۳۲۔

کسی بھی مرحلے پر کاٹنا حرام ہے۔ سو داڑھی جتنی اور جیسی ہو اسے اس کی حالت پر باقی رکھنے کا حکم ہے اور اسے کاٹنے اور کاٹ چھانٹ سے منع کیا گیا ہے۔

۱۔ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَمَعْنَاهَا كُلُّهَا تَرْكُهَا عَلَى حَالِهَا هَذَا هُوَ الظَّاهِرُ مِنَ الْحَدِيْثِ الَّذِيْ تَقْتَضِيْهِ أَلْفَاظُهُ، وَهُوَ الَّذِي قَالَهُ جَمَاعَةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ » ①

(احادیث میں داڑھی کو بڑھانے اور نہ کاٹنے کی پانچ الفاظ مذکور ہیں) جن تمام کا مفہوم یہ ہے کہ داڑھی کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ حدیث کے ظاہر الفاظ اسی مفہوم کا تقاضا کرتے ہیں اور ہمارے اصحاب (شافعیہ) کی ایک جماعت اور دیگر علماء کا یہی موقف ہے۔"

۲۔ طرح التثریب کے مصنف لکھتے ہیں:

« وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْجُمْهُوْرُ عَلَى أَنَّ الْأَوْلَى تَرْكُ اللِّحْيَةِ عَلَى حَالِهَا وَأَنْ لَا يُقْطَعَ مِنْهَا شَيْءٌ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابِهِ » ②

"جمہور علماء نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے کہ داڑھی کو اس کی حالت پر چھوڑنا اور اس میں سے کچھ بھی نہ کاٹنا زیادہ بہتر ہے، شافعی اور اس کے اصحاب کا یہی موقف ہے۔"

راجح موقف:

دلائل کی رو سے جمہور علماء کا موقف راجح ہے کہ داڑھی کو اس کی اصل حالت پر باقی رکھنا چاہیے، اسے کاٹنا، مونڈنا یا ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنے کو جائز قرار دینا تمام

❶ شرح النووی: ۱۵۱/۳۔

❷ طرح التثریب فی شرح التقریب: ۸۳/۲۔

صورتیں ممنوع ہیں۔ شرعی دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ داڑھی کو پورا اور مکمل رکھا جائے، اس کی مقدار تھوڑی ہو یا زیادہ۔ اگر داڑھی کی لمبائی یا چوڑائی کی وجہ سے مشکل کا سامنا ہو تو صبر سے کام لینا چاہیے اور شرعی طور پر اس کے فرض ہونے کی وجہ سے اس فرض پر عمل کرنا چاہیے۔ اسی میں عافیت اور دنیوی و اخروی نقصان سے بچاؤ ممکن ہے۔ ذیل میں ہم کتاب وسنت، انبیاء کی سنت، آثار صحابہ، اقوال ائمہ، لغت عرب اور مفتیان کے فتاویٰ سے یہ بات ثابت کریں گے اور یہ بات دلائل سے ثابت کی جائے گی کہ رسول اللہ ﷺ سمیت کوئی بھی صحابی اور تابعی داڑھی کاٹنے کا قائل نہیں تھا۔ صرف حج اور عمرہ میں احرام اتارنے کے بعد دو صحابہ (سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے داڑھی کاٹنے کے جواز کے قول منقول ہیں۔ وہ بھی داڑھی کی احادیث کی مقدار کی تشریح یا وضاحت نہیں ہیں، وہ حج وعمرہ کے بعد تقصیر کے حکم میں سر کے بالوں کے ساتھ داڑھی کو بھی شامل کرتے تھے۔ یہ استدلال بھی ان کی ذاتی رائے تھے جو کتاب وسنت کے دلائل کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اس سارے مسئلے کی تفصیل اور ایک مشت سے اضافی بال کاٹنے کے جواز کے قائل لوگوں کے دلائل اور اعتراضات پر بات اس بحث کے آخر میں ہوگی۔

قرآن سے ثبوت:

شرعی دلائل کا سب سے مضبوط ماخذ قرآن حکیم ہے، جو وحی جلی اور سب سے مستند دلیل ہے۔ قرآن مقدس میں اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کو شیطان کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی قرار دیا گیا ہے اور تخلیقی امور کو اللہ تعالیٰ کی دائمی سنت قرار دیا گیا ہے جس کی خلاف ورزی ناجائز وحرام ہے۔ مردوں کے چہروں پر داڑھی یہ اسی تخلیق میں شامل ہے جسے باقی رکھنے کا حکم ہے اور شیطان کی پیروی میں اس قطع و برید اور تراش خراش کو واضح خسارے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ شیطانی عزائم اور اہداف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا﴾

”اور اس (شیطان) نے کہا کہ میں ہر صورت تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ ضرور لوں گا۔ اور یقیناً میں انھیں ضرور گمراہ کروں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور آرزوئیں دلاؤں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور چوپاؤں کے کان کاٹیں گے اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔“ [النساء : ۱۱۸، ۱۱۹]

۲۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فطرتی امور کے دوام کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ انھیں من وعن باقی رکھا جائے اور ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے۔ فرمایا:

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

”پس تو ایک طرف ہو کر اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا رکھ، اللہ کی فطرت کے مطابق، جس پر اس نے سب کو پیدا کیا ہے، اللہ کی پیدائش کو کسی طرح بدلنا (جائز) نہیں، یہی سیدھا دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ [الروم : ۳۰]

فوائد:

۱۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَاللِّحْيَةُ هِيَ الْفَارِقَةُ الصَّغِيْرُ وَالْكَبِيْرُ وَهِيَ جَمَالُ الْفُحُوْلِ وَتَمَامُ هَيْأَتِهِمْ فَلَا بُدَّ مِنْ إِعْفَائِهَا، وَقَصُّهَا سُنَّةُ الْمَجُوْسِ، وَفِيْهِ

تَغْيِيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ »[1]

”داڑھی چھوٹی ہو یا بڑی یہ (مرد وزن میں) وجہ امتیاز ہے، یہ مردوں کا جمال اور ان کی مکمل صورت کی ترجمان ہے۔ سو اسے باقی رکھنا (نہ کاٹنا) ضروری ہے اور اسے کاٹنا مجوسیوں کا طریقہ اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی ہے۔“

سنت نبوی سے ثبوت:

قرآن حکیم کے بعد دوسرا بڑا ماخذ حدیث نبوی ہے، جس کا منبع وحی الٰہی ہے اور کتاب و سنت میں کتاب و سنت ہی کی اتباع کا حکم ہے۔ حدیث کی تین اقسام ہیں: ۱۔ آپ کے افعال ۔۲۔ آپ کے اقوال ۔۳۔ آپ کی تقریرات (آپ کی موجودگی میں کسی صحابی نے کوئی عمل کیا اور آپ نے اس پر خاموشی اختیار کی اور اس کا انکار نہ کیا، اس عمل کو تقریر کہتے ہیں)۔ حدیث کی یہ تینوں اقسام محدثین کے ہاں بالاتفاق دلیل ہیں اور ان پر عمل کرنا لازم ہے۔ محدثین کرام نے سنت وحدیث کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

« مَا أُضِيفَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا لَهُ أَوْ فِعْلًا أَوْ تَقْرِيْرًا أَوْ صِفَةً، حَتَّى الْحَرَكَاتُ وَالسَّكَنَاتُ فِي الْيَقْظَةِ وَالْمَنَامِ »[2]

”نبی ﷺ کی طرف منسوب آپ کا قول، فعل، تقریر، یا صفت حتی کہ بیداری اور نیند میں آپ کی حرکات وسکنات کو حدیث کہا جاتا ہے۔“

ذیل میں ہم دلائل سے ثابت کریں گے کہ سنت وحدیث کی ان تینوں اقسام کی رو سے داڑھی کو بغیر کاٹ چھانٹ کے پورا رکھنے کا بیان ہے اور کسی بھی مرحلے پر داڑھی کاٹنا ثابت نہیں ہے۔

---

1. حجة الله البالغة : ۱/ ۳۰۹۔
2. فتح المغيث : ۱/ ۲۲۔ اليواقيت و الدرر: ۱/ ۲۲۸۔

نبی ﷺ کی طرف غلط نسبت کی سنگینی:

کتاب وسنت کے دلائل اور فہم سے عاری بعض لوگ عوام الناس کو یہ دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام وتابعین کے فہم کی رو سے ایک مشت سے زیادہ داڑھی کٹوانا ثابت ہے اور داڑھی کی اصل مقدار ایک مشت ہے، مشت سے کم داڑھی کٹوانا حرام ہے اور مشت سے زیادہ بال کٹوانے میں کوئی حرج نہیں اور نبی ﷺ کی داڑھی کے بارے میں یہ صریح جھوٹ بولتے ہیں اور اس جھوٹ، غلط نسبت اور دروغ گوئی پر نادم ہونے کے بجائے، ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ جھوٹا دعویٰ کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے کہ نبی ﷺ نے داڑھی اس لیے نہیں کٹوائی کہ آپ کی داڑھی ایک مشت سے کم تھی۔ اگر آپ کی داڑھی ایک مشت سے زیادہ ہوتی تو آپ نے بھی کٹوا لینی تھی۔ سلف میں اس دعوے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ یہ ان کن کھٹوں کی ذہنی اختراع ہے اور متعفن سوچ کی ایجاد ہے جہاں کتاب وسنت کے دلائل کے خلاف زہر بھرا ہے اور ہر اس صاحب علم کے پاس بیٹھنے اور اپنی بیمار سوچ کو ظاہر کرنے سے کتراتے ہیں جہاں پتا ہے کہ شرعی دلائل سے منہ کی کھانی پڑے گی اور جہاں جھوٹی تاویلات اور مفسدانہ تصورات منہ کے بل گرتے ہیں۔ پھر کاش اس سفید جھوٹ بولنے پر انھیں کوئی خوف اور حیا ہوتی کہ نبی ﷺ پر جھوٹ بولنا کتنا سنگین جرم ہے، لیکن آپ کے بقول: "جب حیا ختم ہو جائے تو جو چاہے کرو۔" (صحیح بخاری: ٦١٢٠)۔ یہ دھڑلے سے جھوٹ بولتے، خود گمراہی کو بخوشی قبول کرتے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی ٹھیکے داری کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ پر جھوٹ بولنے والے کے لیے سخت وعید ہے۔

١۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ » ①

"مجھ پر جھوٹ نہ باندھو کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ آگ میں داخل ہوگا۔"

① صحيح بخاري: ١٠٦۔ مسلم: مقدمه۔ باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ: ١۔

۲۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ » ①

''جس نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے کہی نہیں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے۔''

۳۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ » ②

'' بلاشبہ مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی عام شخص پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے۔ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا آگ بنا لے۔''

اتنی شدید وعید کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہنا اور بلا دلیل ایسے بانگ دہل دعوے پر اڑے رہنا یہ علمائے سوء ہی کی روش ہے کہ بقول شاعر:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

کے مصداق اپنی ضد اور بے شرمی کو اپنا علمی توفق اور شیوخ الحدیث، مفتیان کرام اور کتاب وسنت سے دلیل لینے اور دلیل دینے کے قائلین کو علم سے بے بہرہ اور دقیانوسی سوچ کا حامل قرار دیتے۔ یہ ساری تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ نبی ﷺ کی داڑھی ایک مشت سے کم تھی کہ کٹوانے کی ضرورت پیش نہ آئی ورنہ آپ بھی کٹوا دیتے ۔ یہ سراسر جھوٹ ہے اور جن لوگوں سے داڑھی کٹوانے کا جواز پیش کیا جاتا ہے ان سمیت سلف وخلف میں سے کوئی بھی شخص اس موقف کا قائل نہیں رہا۔ نبی ﷺ کے ان مزاج شناسوں سے اتنی سی گزارش

---

① صحیح بخاری : ۱۰۹۔

② صحیح بخاری : ۱۲۹۱۔ صحیح مسلم:مقدمہ۔ باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ : ٤۔

ہے کہ اس دعویٰ کی کیا دلیل ہے؟ اس کے لیے قرآن وسنت کی کوئی دلیل یا کسی صحابی ہی کا قول پیش کریں، ورنہ اس جھوٹے دعوے سے رجوع کر کے عند اللہ تائب ہو کر اپنے اس انتہائی قبیح جرم کی معافی مانگیں۔ اب نبی ﷺ کی داڑھی اور اس کی مقدار کے مطابق احادیث میں بیان آپ کے حلیہ کی وضاحت پیش خدمت ہے۔ جن سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی داڑھی بہت لمبی نہیں تھی، لیکن داڑھی گھنی، بھاری اور متوسط مقدار کی تھی جسے مٹھی کے برابر یا مٹھی سے کم کہنا بہرحال ثابت نہیں ہوتا۔

فعلی سنت سے ثبوت:

۱۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ، وَكَانَ إِذَا ادَّهَنَ لَمْ يَتَبَيَّنْ، وَإِذَا شَعِثَ رَأْسُهُ تَبَيَّنَ، وَكَانَ كَثِيْرَ شَعْرِ اللِّحْيَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ: وَجْهُهُ مِثْلُ السَّيْفِ؟ قَالَ: لَا، بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ، وَكَانَ مُسْتَدِيْرًا وَرَأَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ كَتِفِهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهُ» [1]

''رسول اللہ ﷺ کی پیشانی اور داڑھی کے بال سفید تھے، آپ جب تیل لگاتے تو یہ سفید بال واضح نہ ہوتے اور جب آپ کا سر پراگندہ ہوتے تو (سفیدی) واضح ہو جاتی اور آپ کی داڑھی کے بال بہت زیادہ تھے۔ ایک شخص نے پوچھا: کیا آپ کا چہرہ تلوار کی مثل تھا؟ انھوں نے کہا: نہیں، بلکہ آپ کا چہرہ سورج اور چاند کی مثل تھا اور گول تھا اور میں نے آپ کے کندھے کے پاس کبوتری کے انڈے کی مثل مہر نبوت دیکھی جو آپ کے جسم کے مشابہ تھی۔''

۲۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

[1] صحیح مسلم: ۲۳۴۴۔ مصنف عبد الرزاق: ۳۱۸۰۸۔

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوْعًا عَرِيْضَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، كَثَّ اللِّحْيَةِ، تَعْلُوْهُ حُمْرَةٌ، جُمَّتُهُ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ، لَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مَا رَأَيْتُ أَحْسَنَ مِنْهُ » ①

''رسول اللہ ﷺ میانہ قد کے تھے، کندھوں کے درمیانہ کشادگی تھی، آپ کی داڑھی گھنی تھی، جس پر سرخی نمایاں تھی اور آپ کے بال کانوں کی لو تک تھے۔ میں نے آپ کو سرخ جوڑے میں دیکھا، میں نے آپ سے حسین تر کوئی چیز نہیں دیکھی۔''

فوائد:

یہ احادیث دلیل ہیں کہ نبی ﷺ کی داڑھی گھنی اور بھاری تھی اور داڑھی کے بال بہت زیادہ تھے اور آپ کی داڑھی جیسے اگی تھی وہ اصل حالت پر باقی تھی، آپ نے انھیں نہ اطراف سے چھیڑا اور نہ نیچے سے کاٹا تھا۔ بلکہ فطرت کے مطابق داڑھی کو اس کی اصل حالت پر باقی رکھا ہے، جیسا کے آئندہ بحث میں قولی احادیث میں آپ کے فرامین ہیں۔

ان احادیث کی وضاحت شارحین کی زبانی سنیے:

۱۔ ابن منظور افریقی بیان کرتے ہیں کہ آپ کی داڑھی کے بارے میں بھی ''کث اللحية'' کے الفاظ بیان ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے:

« أَنَّهُ كَانَ كَثَّ اللِّحْيَةِ، أَرَادَ كَثْرَةَ أُصُوْلِهَا وَشَعْرِهَا، وَأَنَّهَا لَيْسَتْ بِدَقِيْقَةٍ، وَلَا طَوِيْلَةٍ، وَفِيْهَا كَثَافَةٌ » ②

''آپ گھنی داڑھی کے مالک تھے۔ مراد یہ ہے کے داڑھی کے بال بہت زیادہ تھا اور وہ پتلی اور لمبی نہیں تھی اور اس میں گھنا پن تھا۔''

① حسن: سنن نسائي: ٥٢٣٤۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي: ٩٢٧٧۔ علی بن حسین بن مطر درہمی اور امیہ بن خالد ثقہ راوی ہیں (تحرير تقريب التهذيب) اور شعبہ بن حجاج کی ابو اسحاق سبیعی سے روایت اتصال پر مبنی ہے۔ الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين ص: ٥٨۔

② لسان العرب: ٢/١٧٩۔

۲۔ سعودی عرب کے مفتی اعظم محمد بن صالح عثیمین رسول اللہ ﷺ کی داڑھی کی مقدار کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

« إِنَّ لِحْيَتَهُ الشَّرِيْفَةَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ لَمْ تَكُنْ طَوِيْلَةً تَمْلَأُ صَدْرَهُ، بَلْ تَكَادُ تَمْلَأُ نَحْرَهُ، وَ النَّحْرُ هُوَ أَعْلَى الصَّدْرِ، وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى اعْتِدَالِ طُوْلِهَا وَ تَوَسُّطِهَا » ①

''بلاشبہ آپ کی داڑھی مبارک اتنی لمبی نہیں تھی کہ وہ آپ کے سینے کو بھر دیتی بلکہ آپ کی داڑھی آپ کے سینے کا بالائی حصہ بھرے ہوئے تھی۔ نحر سینے کے بالائی حصے کو کہتے ہیں، جو دلیل ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک معتدل اور درمیانی تھی (نہ بہت لمبی اور نہ بالکل مختصر)۔''

اس وضاحت سے مسئلہ بڑی حد تک واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی داڑھی درمیانی تھی جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ کی داڑھی ایک مشت سے چھوٹی نہیں تھی۔ بلکہ موجودہ دور میں بھی اس شخص کو لمبی داڑھی والا کہا جاتا ہے جس کی داڑھی ناف کے آس پاس ہو، جس کی داڑھی چھاتی کو لگے یہ درمیانی داڑھی ہے اور مختصر داڑھی سینے تک نہیں آتی اور حدیث کے یہ الفاظ کے داڑھی نے آپ کے سینے کے بالائی حصے کو ڈھانپ رکھا تھا دلیل ہے کہ داڑھی سینے کے بالائی حصے سے کافی نیچے تھے کیونکہ بالائی سینے کو ڈھانپنے کے الفاظ ہیں بالائی سینے کو داڑھی کے لگنے کے الفاظ نہیں ہیں اور آج بھی جس کی داڑھی بالائی سینے کو ڈھانپے پیمائش کرنے سے اس کی مقدار ایک مشت سے کہیں زیادہ بنتی ہے ایک مشت یا اس سے کم نہیں بنتی۔

۳۔ یزید فارسی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا:

« إِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ، قَالَ ابْنُ

① فتاویٰ محمد بن صالح بن محمد عثیمین۔ رقم الفتویٰ: ١٤٧١٦٧۔

عَبَّاسٍ : فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ : إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَتَشَبَّهَ بِيْ، فَمَنْ رَآنِيْ فِي النَّوْمِ، فَقَدْ رَآنِيْ، فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تَنْعَتَ لَنَا هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِي رَأَيْتَ؟ قَالَ، قُلْتُ : نَعَمْ، رَأَيْتُ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ، جِسْمُهُ وَلَحْمُهُ، أَسْمَرُ إِلَى الْبَيَاضِ، حَسَنُ الْمَضْحَكِ، أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ، جَمِيْلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ، قَدْ مَلَأَتْ لِحْيَتُهُ، مِنْ هٰذِهِ إِلَى هٰذِهِ، حَتَّى كَادَتْ تَمْلَأُ نَحْرَهُ قَالَ عَوْفٌ : لَا أَدْرِي مَا كَانَ مَعَ هٰذَا مِنَ النَّعْتِ، قَالَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَوْ رَأَيْتَهُ فِي الْيَقَظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْعَتَهُ فَوْقَ هٰذَا » ①

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان طاقت نہیں رکھتا کہ وہ میری مشابہت اختیار کر سکے، چنانچہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا ہے۔'' (پھر انھوں نے پوچھا:) کیا تم اس شخص کے اوصاف بیان کر سکتے ہو جسے تم نے خواب میں دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، میں نے میانے قد کا ایک شخص دیکھا، جو جسمانی لحاظ سے اور گوشت کے لحاظ سے میانہ رو رنگ گندمی سفیدی مائل، چہرہ انتہائی حسن مکھ، آنکھیں سرمگیں، چہرے کے نقوش بہت خوب صورت تھے، یقیناً آپ کی داڑھی نے آپ کے چہرے کو ادھر سے ادھر تک بھرا ہوا تھا حتی کہ قریب تھا کہ وہ آپ کے سینے کے بالائی حصے کو بھر دیتی۔ عوف راوی کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ ان اوصاف کا شخص کون ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: اگر تم آپ کو بیداری میں دیکھتے تو اس سے زیادہ اوصاف بیان نہیں کر سکتے تھے۔''

① حسن: مسند أحمد: ۳۶۱/۱۔ مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳۱۸۰۹۔ یزید فارسی صدوق راوی ہے۔

فوائد:

یہ حدیث دلیل ہے کہ لمبائی میں آپ کی داڑھی معتدل تھی لیکن چوڑائی میں بھاری اور رخساروں پر پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں داڑھی کے جواز کے قائلین کا یہ عذر پیش کرنا کہ لمبائی میں آپ نے داڑھی اس لیے نہیں کٹوائی کہ آپ کی داڑھی ایک مشت سے زیادہ نہ تھی، جب کہ چوڑائی میں تو اتنی مقدار تھی کہ اس درست کرنے کے لیے کم کیا جا سکے اور باقی امتیوں کے لیے آسانی پیدا کی جائے۔ لیکن آپ نے داڑھی کے بالوں کے زیادہ ہونے اور رخساروں کے بھرے اور اطراف میں پھیلے ہونے کے باوجود نہیں کاٹا جو واضح دلیل ہے کہ یہاں معذوری آپ کی داڑھی کا معتدل ہونا نہیں بلکہ آپ داڑھی کو نہ کاٹنے کے قائل تھے۔ کیونکہ داڑھی لمبائی ہی میں نہیں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما داڑھی کو چوڑائی میں رخساروں سے بھی کاٹنے کے قائل تھے:

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ نے عباس رضی اللہ عنہما اس آیت ﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ ﴾ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں) کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

« اَلتَّفَثُ : حَلْقُ الرَّأْسِ، وَأَخْذُ مِنَ الشَّارِبَيْنِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَالْأَخْذُ مِنَ الْعَارِضَيْنِ، وَرَمْيُ الْجِمَارِ، وَالْمَوْقِفُ بِعَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةِ » ①

''التفث'' سے مراد سر مونڈنا، مونچھیں کاٹنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بال مونڈنا، ناخن تراشنا، رخساروں کے بال کاٹنا، جمرات کو کنکریاں مارنا اور عرفہ اور مزدلفہ میں وقوف کرنا ہے۔''

یہاں بات واضح ہو جاتی ہے کہ داڑھی کو لمبائی اور چوڑائی میں کاٹنے کا صحابہ کا ذاتی اجتہاد تھا جو کتاب وسنت کے دلائل کے خلاف تھا اور ہم یہ بات شروع میں واضح کر آئے

① صحیح: تفسیر طبری: ١٨/٦١٣۔

ہیں کہ اختلاف کی صورت میں کتاب وسنت کو ترجیح حاصل ہے۔ کتاب وسنت کے دلائل کے خلاف صحابی کا فہم، اجتہاد اور تعبیر وتفسیر کی کوئی حیثیت نہیں۔ مزید وضاحت معترضین کے اعتراضات کے رد میں بیان ہوگی۔

۴۔ ابو معمر بیان کرتے ہیں ہم نے سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

« أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالعَصْرِ؟، قَالَ: نَعَمْ، قُلْنَا: بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ؟ قَالَ: بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ »[1]

''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر کی نماز میں تلاوت کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں، ہم نے پوچھا: تمھیں کیسے پتا لگتا تھا (کہ آپ قراءت کر رہے ہیں)؟ انھوں نے کہا: آپ کی داڑھی کے ہلنے (سے پتا لگتا تھا کہ آپ تلاوت کر رہے ہیں)۔''

یہ حدیث بھی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی لمبی تھی تبھی تو نماز میں کھڑے مقتدیوں کو پچھلی صف سے ہلتی نظر آتی تھی۔ یہ طے ہے کہ مختصر داڑھی نہ پچھلی صف سے صاف دکھائی دیتی ہے اور نہ چھوٹی داڑھی دوران قراءت حرکت کرتی ہے۔ گفتگو کرتے یا تلاوت کرتے لمبی داڑھی ہی ہلتی ہے۔

بالفرض اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی ایک مشت یا ایک مشت سے کم تھی (جو دعویٰ سراسر جھوٹ ہے) تو کیا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی داڑھیاں اس خاص طرز کی تھیں کہ کسی کی داڑھی بھی ایک مشت سے لمبی نہیں تھی۔ چونکہ اس طرح کا دعویٰ کوئی شخص بھی نہیں کر سکتا ہے اور یہ طے ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی داڑھیاں بڑی بھی تھیں اور چھوٹی بھی، جیسا کہ موجودہ دور کے انسانوں کی کیفیت ہے کہ معاشرے میں بہت لمبی داڑھیوں والے بھی ہیں اور معتدل ومختصر داڑھیوں والے بھی۔ چنانچہ اعفاء کا معنی ایک

[1] صحیح بخاری: ٧٤٦۔ سنن أبي داؤد: ٨٠١۔ سنن ابن ماجه: ٨٢٦۔

مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنے کے جواز کے قائلین کے پاس کوئی ایسا ثبوت ہے کہ جن صحابہ کی داڑھیاں ایک مشت سے لمبی تھیں ان میں سے کسی صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں ایک مشت سے زیادہ داڑھی کٹوالی ہو یا آپ نے انھیں اس بات کی رخصت دی ہو کہ مشت سے زیادہ داڑھی کٹوانے کا تمھیں اختیار ہے۔ اس بات کا جواب نفی میں ہے تو ایسے مفروضے اور فضول تک بندیوں کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے، جس کا نبی ﷺ کی سنت و سیرت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ شیطانی اسیری میں اپنی خواہشات کی تعمیل سے دلائل کا رخ موڑنے والے ہر دور میں ذلت و رسوائی کا شکار ہی ہوئے ہیں، اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہیں ہوئے۔ سو عافیت کتاب و سنت کے دلائل کو من و عن قبول کرنے میں ہے، ان سے عناد اور مخالفت میں نہیں۔

۲۔ مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنے کے موقف کے دعوے دار یہ ماحول بنانے کی پوری اداکاری کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی منشا سمیت تمام صحابہ جن سے داڑھی کٹوانے کے آثار منقول ہیں وہ ایک مشت سے زیادہ داڑھی کٹوانے کے قائل تھے، مشت سے کم داڑھی کٹوانے کو وہ حرام خیال کرتے تھے۔ جب کہ حقائق اس کے برعکس ہیں۔ صرف دو صحابہ سے حج و عمرہ کے موقع پر داڑھی کٹوانے کا جواز ملتا ہے، ایک سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حج و عمرہ میں احرام اتارنے کے بعد ایک مشت سے زیادہ داڑھی تقصیر کے طور پر کٹوائی ہے۔ یعنی ان کا یہ ذاتی اجتہاد تھا کہ حج و عمرہ سے احرام کے بعد سر کے بالوں میں داڑھی کے بال بھی تقصیر میں شامل ہیں۔ اب تقصیر کا حکم ان کے نزدیک صرف لمبی داڑھی والوں کے ساتھ خاص تھا یا ان کی مشت سے کم داڑھی ہوتی تو انھوں نے نہیں کٹوانی تھی، اس کی دلیل مطلوب ہے۔ ورنہ یہ تقصیر کا حکم چھوٹی اور بڑی داڑھی والوں سب کے لیے ماننا پڑے گا جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف تھا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

«اَلتَّفَثُ الرَّمْيُ، وَالذَّبْحُ، وَالْحلْقُ، وَالتَّقْصِيرُ، وَالْأَخْذُ مِنَ الشَّارِبِ وَالْأَظْفَارِ وَاللِّحْيَةِ» ①

"التفث" سے مراد رمی کرنا، جانور ذبح کرنا، سر منڈوانا، بال چھوٹے کروانا، مونچھیں، ناخن اور داڑھی کاٹنا ہے۔"

یعنی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک حج میں احرام اتارنے کے مندرجہ ذیل احکام حلق اور تقصیر کے حکم میں ہیں جن میں سر منڈوانا اور داڑھی کٹوانا بھی شامل ہے۔ اب جس طرح حج میں سر منڈوانے کے لیے بالوں کی کوئی خاص مقدار معین نہیں، سر کے بالوں کی جو بھی کیفیت ہو اسے مونڈنے کا حکم ہے اور یہاں بقول صحابی داڑھی کی مقدار کی کوئی تعیین نہیں ہے، بلکہ جیسی بھی داڑھی ہو اس کے کچھ بال کاٹ لینا تقصیر ہے، خواہ داڑھی ایک مشت سے لمبی ہو یا چھوٹی۔ اپنی طرف سے داڑھی کی مقدار کی تعیین کرنا اور صحابی رسول کی طرف منسوب کرنا صاف دروغ گوئی ہے، جس کے لیے نام نہاد اسکالری اور فرضی تحقیق کا لیبل تو دور کی بات کسی عامی کے لیے بھی اس طرح دلائل کو مروڑ کر اپنے خواہش کی تسکین کرنا زیبا نہیں۔ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے داڑھی کی تعیین کے بغیر تقصیر حج میں داڑھی کے بال کٹوانا ثابت ہے۔ اس کے لیے داڑھی کا مشت سے لمبا ہونا ضروری نہیں۔ سو یا تاثر دینا کی نبی ﷺ نے داڑھی اس لیے نہیں کٹوائی کہ آپ کی داڑھی مبارک ایک مشت لمبی نہیں تھی، یہ معذوری پیش کرنا درست نہیں کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں مشت سے کم یا زیادہ داڑھی کی یہ تفریق ثابت ہی نہیں اور نہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ فرق ثابت ہے کہ جس کی داڑھی ایک مشت سے کم ہو وہ حج وعمرہ میں داڑھی کے بال نہیں کٹوا سکتا اور نہ ان سے یہ ثابت ہے کہ جن کی داڑھی دو یا تین مشت

① صحيح: مصنف ابن أبي شيبة: ١٥٦٧٣۔

ہو وہ ایک مشت سے زیادہ کاٹ لے اور نہ یہ ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی داڑھی دو تین مشت تھی۔ یہ سارے مفروضے اپنے نفس سیئہ کو تسکین و راحت پہنچانے اور دین میں ٹیڑھی راہیں تلاش کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ سو کتاب وسنت کے مخالف اس موقف سے متاثر ہونے سے پہلے کتاب وسنت کے دلائل اور داڑھی کے بارے میں مروی روایت کو ٹھنڈے دماغ سے پڑھیں اور سمجھیں تو یہ داڑھی کاٹنے کے بارے میں مزین تخیلات "هَبَاءً مَنْثُورًا" کی طرح تحلیل ہو جائیں گے۔

قولی سنت سے ثبوت:

فعلی سنت کے دلائل سے یہ ثابت کرنے کے بعد کہ نبی ﷺ سے عملی طور پر داڑھی کو بڑھانا، اس کی اصل حالت پر باقی رکھنا اور حج وعمرہ سمیت تاحیات داڑھی نہ کٹوانا ثابت ہے اور ذیل میں ہم بیان کریں گے کہ نبی ﷺ نے داڑھی کو بڑھانے، اسے اس کی اصل حالت پر باقی رکھنے کا حکم دیا ہے اور داڑھی لمبی یا گھنی اور بھاری ہو اسے کٹوانے سے منع کیا ہے۔ نیز جو لوگ یہ تاثر دیتے ہیں کہ لغت عرب میں احادیث میں مذکور الفاظ" اعفاء، توفیر اور ارخاء وغیرہ" کا مفہوم ایک مشت داڑھی ہی ہے اور کسی لغوی نے یہ وضاحت نہیں کہ ان میں سے کسی لفظ کا معنی داڑھی کو معاف کرنا ہے ان سارے فرضی تخمینوں کے رد اور شارحین اور لغت کے ماہرین کے اقوال کی روشنی میں احادیث میں منقول الفاظ کو بالتفصیل بیان کیا جائے گا۔ جس سے ان جھوٹے دعووں کی ازخود قلعی کھل جائے گی اور حق اور سچ نکھر کر سامنے آجائے گا۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

ا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ: وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ » ①

"مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں جڑ سے صاف کرو۔"

① صحيح بخارى : ٥٨٩٢ - صحيح مسلم : ٢٥٩ -

فوائد:

اس حدیث میں لفظ ''وَفِّرُوْا'' بیان ہوا ہے جس کی اہل لغت اور شارحین نے یوں تعبیر کی ہے۔

۱۔ مولانا وحید الزماں قاسمی اس لفظ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وَفَّرَ الشَّيْءَ'' کسی چیز کی بہتات و کثرت کرنا، ''وَفَّرَشَعْرَہٗ'' بال چھوڑنا، بڑھانا۔'' ①

۲۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَفِّرُوْا فَهُوَ بِتَشْدِيْدِ الْفَاءِ مِنَ التَّوْفِيْرِ وَهُوَ الْإِبْقَاءُ أَيِ اتْرُكُوْهَا وَافِرَةً » ②

''وَفِّرُوْا'' ف کی تشدید کے ساتھ توفیر سے امر حاضر کا صیغہ ہے، توفیر کا معنی باقی چھوڑنا ہے۔ یعنی داڑھی کو پورا چھوڑ دو۔''

۳۔ حافظ عبد الرؤوف مناوی بیان کرتے ہیں:

« (وَفِّرُوا اللِّحَى) أَيْ لَا تَأْخُذُوْا مِنْهَا شَيْئًا » ③

'' (داڑھیاں بڑھاؤ) یعنی انھیں بالکل نہ کاٹو۔''

۴۔ حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن یوسف بن ابراہیم حمزی وہرانی بیان کرتے ہیں:

« (وَفِّرُوا اللِّحَى) أَيْ لَا تَنْقُصُوْهَا بِالْقَصِّ لَهَا، كَمَا قَدْ سُنَّ لَكُمْ فِي الشَّوَارِبِ، أَيْ حُكْمُهَا مُخْتَلِفٌ، وَقَدْ قَالَ: (أَعْفُوا اللِّحَى)، وَقَالَ تَعَالٰى (جَزَاءً مَوْفُوْرًا) [الإسراء: ٦٣] أَيْ تَامًّا غَيْرَ نَاقِصٍ » ④

---

❶ القاموس الوحید ص: ۱۸۷۶۔

❷ فتح الباری: ۱۰/ ۳۵۰۔ عمدۃ القاری: ۲۲/ ۴۶۔

❸ فیض القدیر: ۶/ ۳۶۳۔

❹ مطالع الأنوار علی صحاح الآثار: ۶/ ۲۳۰۔

"(داڑھیاں خوب بڑھاؤ) یعنی انھیں کاٹ کر اس طرح کم نہ کرو جیسے تمھارے لیے مونچھیں کاٹنا مسنون ہے، (داڑھی اور مونچھوں) کا حکم مختلف ہے۔ نیز آپ کا یہ فرمان بھی ہے کہ داڑھی باقی چھوڑو (اور کاٹو نہ) نیز (توفیر کا مادہ وف ر ہے جس کے معنی ہیں مکمل کرنا اور اس میں کسی قسم کی کمی نہ کرنا، اسی سے) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ (جَزَاءً مَّوْفُوْرًا) (پورا بدلہ) یعنی ایسے بدلہ جو مکمل ہوگا اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ ہوگی۔" (حدیث میں بھی یہ اسی مادہ سے باب تفعیل سے امر کا صیغہ بیان ہوا جس میں مبالغہ کا معنی موجود ہے یعنی داڑھی خوب بڑھاؤ اور اس میں کسی طرح کی کوئی کمی نہ کرو، اس واضح حکم کے باوجود توفیر کا معنی بہتات والا لینا لغت عرب، اہل لغت اور شارحین کی تشریحات سے تجاہل عارفانہ یا مرکب جہالت کا شاخسانہ ہے)۔

۲۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«جُزُّوا الشَّوَارِبَ، وَأَرْخُوا اللِّحَى خَالِفُوا الْمَجُوْسَ» ①

"مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں لٹکاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔"

فوائد:

حدیث بالا میں "أَرْخُوْا اللِّحَى" باب أَرْخَى يُرْخِي سے جمع مذکر امر حاضر کا صیغہ "أَرْخُوْا" مستعمل ہوا ہے، جس کا معنی داڑھیوں کو لٹکانا، لمبا کرنا، آزاد چھوڑنا اور اپنے حال پر چھوڑنا ہے۔ یعنی داڑھیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور جتنی لمبی ہوتی ہیں انھیں لمبا ہونے دیا جائے۔ کسی مقدار پر انھیں کاٹنے اور روکنے کی اجازت نہیں ہے۔ ذیل میں لغوی اور شارحین اس سے یہی مفہوم مراد لیتے ہیں:

ا۔ مولانا وحید الزماں قاسمی بیان کرتے ہیں:

① صحیح مسلم: ۲۶۰۔

"أَرْخَى الشَّيْءَ" نرم کرنا، ڈھیلا کرنا، لٹکانا، نیچے چھوڑنا، کشادہ کرنا، لمبا کرنا۔
"السِّتْرَ" پردہ وغیرہ چھوڑنا، لٹکانا۔ "الزِّمَامَ" لگام کو ڈھیلا کرنا۔ "لَهُ الزِّمَامَ وَ الْعِنَانَ" کام کرنے کی آزادی دینا، آزاد چھوڑنا، اپنے حال پر چھوڑنا۔ [1]

۲۔ محمد بن احمد بن سالم نابلسی حنبلی کہتے ہیں:

« ضُبِطَتْ لَفْظَتُهُ: أَرْجِئُوْا، بِالْجِيْمِ وَالْهَمْزَةِ، أَيْ أَخِّرُوْهَا، وَبِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ بِلَا هَمْزٍ، أَيْ أَطِيْلُوْهَا » [2]

"(حدیث میں مذکور لفظ أَرْخُوْا) أَرْجِئُوْا بھی پڑھا گیا ہے جس کا معنی ہے داڑھیوں (کو کاٹنا) مؤخر کر دو (یعنی انھیں نہ کاٹو) اور اَرخوا پڑھو تو اس کا معنی ہے انھیں لمبا کرو۔"

۳۔ امام نووی بیان کرتے ہیں:

« وَأَرْخُوْا فَهُوَ أَيْضًا بِقَطْعِ الْهَمْزَةِ وَبِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَمَعْنَاهُ اتْرُكُوْهَا وَلَا تَتَعَرَّضُوْا لَهَا بِتَغْيِيْرٍ » [3]

"اَرخوا ہمزہ قطعی اور خ کے نقطے کے ساتھ بھی وارد ہوا ہے، جس کا معنی ہے کہ داڑھیاں (کاٹنا) چھوڑ دو اور ان میں (کاٹ چھانٹ کے ذریعے) کوئی تبدیلی نہ کرو (یعنی انھیں ان کی حالت پر چھوڑ دو)۔"

۴۔ محمد بن اسماعیل امیر یمانی بیان کرتے ہیں:

« (وَأَرْخُوْا اللِّحَى) هُوَ بِقَطْعِ الْهَمْزَةِ وَالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَمَعْنَاهَا اتْرُكُوْهَا وَرُوِيَ بِالْجِيْمِ قِيْلَ هُوَ بِمَعْنَى الْأَوَّلِ وَ أَصْلُهُ أَرْجِئُوْا مِنَ الْإِرْجَاءِ التَّأْخِيْرُ، حُذِفَتْ هَمْزَتُهُ تَخْفِيْفًا، وَالْمُرَادُ مِنَ اللَّفْظَيْنِ

---

[1] القاموس الوحید ص: ٦١١۔
[2] كشف اللثام شرح عمدة الأحكام: ١/ ٣٧٢۔
[3] شرح النووی: ٣/ ١٥١۔

"(داڑھیاں خوب بڑھاؤ) یعنی انھیں کاٹ کر اس طرح کم نہ کرو جیسے تمھارے لیے مونچھیں کاٹنا مسنون ہے، (داڑھی اور مونچھوں) کا حکم مختلف ہے۔ نیز آپ کا یہ فرمان بھی ہے کہ داڑھی باقی چھوڑو (اور کاٹو نہ) نیز (توفیر کا مادہ وفر ہے جس کے معنی ہیں مکمل کرنا اور اس میں کسی قسم کی کمی نہ کرنا، اسی سے) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ (جَزَآءً مَّوْفُوْرًا) (پورا بدلہ) یعنی ایسے بدلہ جو مکمل ہوگا اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہ ہوگی۔" (حدیث میں بھی یہ اسی مادہ سے باب تفعیل سے امر کا صیغہ بیان ہوا جس میں مبالغہ کا معنی موجود ہے یعنی داڑھی خوب بڑھاؤ اور اس میں کسی طرح کی کوئی کمی نہ کرو، اس واضح حکم کے باوجود توفیر کا معنی بہتات والا لینا لغت عرب، اہل لغت اور شارحین کی تشریحات سے تجاہل عارفانہ یا مرکب جہالت کا شاخسانہ ہے)۔

۲۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« جُزُّوا الشَّوَارِبَ، وَأَرْخُوا اللِّحَى خَالِفُوا الْمَجُوْسَ » ①

"مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں لٹکاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔"

فوائد:

حدیث بالا میں "أَرْخُوْا اللِّحَى" باب أَرْخَى يُرْخِي سے جمع مذکر امر حاضر کا صیغہ "أَرْخُوْا" مستعمل ہوا ہے، جس کا معنی داڑھیوں کو لٹکانا، لمبا کرنا، آزاد چھوڑنا اور اپنے حال پر چھوڑنا ہے۔ یعنی داڑھیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور جتنی لمبی ہوتی ہیں انھیں لمبا ہونے دیا جائے۔ کسی مقدار پر انھیں کاٹنے اور روکنے کی اجازت نہیں ہے۔ ذیل میں لغوی اور شارحین اس سے یہی مفہوم مراد لیتے ہیں:

۱۔ مولانا وحید الزماں قاسمی بیان کرتے ہیں:

① صحیح مسلم: ۲۶۰۔

"أَرْخَى الشَّيْءَ" نرم کرنا، ڈھیلا کرنا، لٹکانا، نیچے چھوڑنا، کشادہ کرنا، لمبا کرنا۔
"السِّتْرَ" پردہ وغیرہ چھوڑنا، لٹکانا۔ "الزِّمَامَ" لگام کو ڈھیلا کرنا۔ "لَهُ الزِّمَامَ وَ الْعِنَانَ" کام کرنے کی آزادی دینا، آزاد چھوڑنا، اپنے حال پر چھوڑنا۔ [1]

۲۔ محمد بن احمد بن سالم نابلسی حنبلی کہتے ہیں:

« ضُبِطَتْ لَفْظَتُهُ: أَرْجِئُوْا، بِالْجِيْمِ وَالْهَمْزَةِ، أَيْ أَخِّرُوْهَا، وَبِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ بِلَا هَمْزٍ، أَيْ أَطِيْلُوْهَا » [2]

"(حدیث میں مذکور لفظ أَرْخُوْا) أَرْجِئُوْا بھی پڑھا گیا ہے جس کا معنی ہے داڑھیوں (کو کاٹنا) مؤخر کر دو (یعنی انھیں نہ کاٹو) اور اُرخوا پڑھو تو اس کا معنی ہے انھیں لمبا کرو۔"

۳۔ امام نووی بیان کرتے ہیں:

« وَأَرْخُوْا فَهُوَ أَيْضًا بِقَطْعِ الْهَمْزَةِ وَبِالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَمَعْنَاهُ اتْرُكُوْهَا وَلَا تَتَعَرَّضُوْا لَهَا بِتَغْيِيْرٍ » [3]

"اُرخوا ہمزہ قطعی اور خ کے نقطے کے ساتھ بھی وارد ہوا ہے، جس کا معنی ہے کہ داڑھیاں (کاٹنا) چھوڑ دو اور ان میں (کاٹ چھانٹ کے ذریعے) کوئی تبدیلی نہ کرو (یعنی انھیں ان کی حالت پر چھوڑ دو)۔"

۴۔ محمد بن اسماعیل امیر یمانی بیان کرتے ہیں:

« (وَأَرْخُوْا اللِّحَى) هُوَ بِقَطْعِ الْهَمْزَةِ وَالْخَاءِ الْمُعْجَمَةِ وَمَعْنَاهَا اتْرُكُوْهَا وَرُوِيَ بِالْجِيْمِ قِيْلَ هُوَ بِمَعْنَى الْأَوَّلِ وَ أَصْلُهُ أَرْجِئُوْا مِنَ الْإِرْجَاءِ التَّأْخِيْرُ، حُذِفَتْ هَمْزَتُهُ تَخْفِيْفًا، وَالْمُرَادُ مِنَ اللَّفْظَيْنِ

[1] القاموس الوحيد ص: ٦١١۔
[2] كشف اللثام شرح عمدة الأحكام: ١/ ٣٧٢۔
[3] شرح النووی: ٣/ ١٥١۔

مَعًا تَرْكُهَا عَلَى حَالِهَا » ①

”أَرْخُوا“ ہمزہ قطعی اور خ کے ساتھ، اس کا معنی ہے کہ داڑھیاں چھوڑ دو اور ج کے ساتھ (یعنی اُرجوا) بھی منقول ہے اور اس کا معنی بھی پہلے والا ہے۔ اس کی اصل ”أَرْجئو “ اِرجاء یعنی تاخیر سے ہے، اس کا ہمزہ تخفیف کے لیے حذف کیا گیا ہے اور دونوں لفظوں کا معنی داڑھیوں کو ان کے حال پر چھوڑنا ہے۔“

۳۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں:

« أَنَّهُ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ، وَإِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ » ②

”آپ نے مونچھوں کو مکمل صاف کرنے اور داڑھی کو باقی چھوڑنے کا حکم دیا۔“

۴۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى » ③

”مونچھیں جڑ سے صاف کرو اور داڑھیاں نہ کاٹو۔“

۵۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ، وَأَعْفُوا اللِّحَى» ④

”مونچھیں کاٹنے میں خوب مبالغہ کرو اور داڑھیاں نہ کاٹو۔“

فوائد:

گزشتہ احادیث میں لفظ إِعْفَاء اور أَعْفُوْا بیان ہوا ہے جن کا مادہ ع ف و ہے، جس کا معنی داڑھیوں کو بہت زیادہ بڑھانا، نہ کاٹنا اور انھیں ان کی حالت پر چھوڑنا ہے۔ درج ذیل لغویوں اور شارحین نے اس کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

① التنویر شرح الجامع الصغیر: ۵/ ۲۶۶۔
② صحیح مسلم: ۲۵۹۔ سنن أبی داوٗد: ۴۱۹۹۔ جامع ترمذی: ۲۷۶۴۔
③ صحیح مسلم: ۲۵۹۔ جامع ترمذی: ۲۷۶۳۔ سنن نسائی: ۵۰۴۹۔
④ صحیح بخاری: ۵۸۹۳۔

۱۔ مولانا وحید الزماں قاسمی لکھتے ہیں:

"أَعفی الشَّعْرَ وَ نَحْوَهُ" بال وغیرہ کو باقی رکھنا اور نہ کاٹنا۔ حدیث میں ہے:

"قُصُّوْا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى" ①

۲۔ ابن اثیر جزری بیان کرتے ہیں:

« وَفِيْهِ أَنَّهُ أَمَرَ بِإِعْفَاءِ اللِّحَى هُوَ أَنْ يُوَفَّرَ شَعْرُهَا وَلَا يُقَصَّ كَالشَّوَارِبِ، مِنْ عَفَا الشَّيْءُ إِذَا كَثُرَ وَزَادَ » ②

"حدیث میں إِعْفَاءُ اللِّحَى کا حکم ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ان (داڑھیوں) کے بال خوب بڑھائے جائیں اور مونچھوں کی طرح کاٹیں نہ جائیں۔ یہ عَفَا الشَّيْءُ سے ہے کہ جب کوئی چیز کثیر اور زیادہ ہو جائے تو (عَفَا الشَّيْءُ بولتے ہیں)۔"

۳۔ ابوعبید بیان کرتے ہیں:

« إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ أَنْ تُوَفَّرَ حَتَّى تَكْبُرَ يُقَالُ: عَفَا الشَّعْرُ إِذَا كَبُرَ وَ زَادَ » ③

"إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ کا مطلب کہ داڑھی کو خوب بڑھایا جائے حتی کہ وہ بڑی ہو جائے، عفا الشعر اس وقت بولا جاتا ہے جب بال بڑے اور زیادہ ہو جائیں۔"

۴۔ علامہ ابواسحاق ابراہیم بن یوسف بن ابراہیم حمزی بیان کرتے ہیں:

« (أَعْفُوا اللِّحَى) أَي: وَفِّرُوْهَا وَكَثِّرُوْهَا » ④

"أَعْفُوا اللِّحَى" کا مطلب ہے کہ داڑھیاں خوب بڑھاؤ اور انھیں بہت زیادہ کرو۔"

---

① القاموس الوحيد ص: ۱۱۰۰۔
② النهاية في غريب الحديث: ۳/ ۲۶۶۔
③ غريب الحديث لأبي عبيد: ۱/ ۱۴۸۔
④ مطالع الأنوار على صحاح الآثار: ۵/ ۵۷۔

کمی نہ کی، اسی طرح " أَوْفَى الْكَيْلَ " مستعمل ہے جس کا معنی ہے اس نے پورا وزن دیا اور اس میں سے کچھ کمی نہ کی۔"

۳۔ لغت عرب کی شہرہ آفاق کتاب تاج العروس میں اس لفظ کا معنی یوں لکھا ہے:

« أَوْفَى فُلَانًا حَقَّهُ: إِذا أَعْطَاهُ وَافِياً كَوَفَّاهُ تَوْفِيَةً نَقَلَهُ الْجَوْهَرِيُّ، وَقَالَ غَيْرُهُ: أَيْ أَكْمَلَهُ » ①

" أَوْفَى فُلَانًا حَقَّهُ " (اس نے فلاں کو اس کا پورا حق دیا، یہ جملہ اس وقت بولا جاتا ہے) جب اس نے اسے پورا حق دیا ہو جیسے " وَفَّى يُوَفِّي تَوْفِيَةً " کا معنی ہے (کسی کو پورا حق دینا اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ کرنا) جوہری نے یہ معنی بیان کیا ہے اور دیگر لغوی کہتے ہیں: " أَوْفَى فُلَانًا حَقَّهُ " کا مطلب ہے اس نے اسے پورا حق دیا۔"

۴۔ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« أَمَّا أَوْفُوْا فَهُوَ بِمَعْنَى أَعْفُوا أَيِ اتْرُكُوْهَا وَافِيَةً كَامِلَةً لَا تَقُصُّوْهَا » ②

" لفظ " أَوْفُوْا " (داڑھیاں چھوڑ دو) " أَعْفُوا " کے معنی میں ہے، جس کا مطلب ہے کہ داڑھیوں کو پورا اور مکمل چھوڑ دو اور انھیں کاٹو نہ۔"

۵۔ امام سیوطی نے بھی امام نووی سے ملتا جلتا معنی کیا ہے، بیان کرتے ہیں:

« أَوْفُوْا اللِّحى هُوَ بِمَعْنَى أَعْفُوا أَيِ اتْرُكُوْهَا وَافِيَةً كَامِلَةً لَا تَنْقُصُوْهَا » ③

" لفظ " أَوْفُوْا اللِّحى " (داڑھیاں چھوڑ دو) " أَعْفُوا " کے معنی میں ہے، جس کا مطلب ہے کہ داڑھیوں کو پورا اور مکمل چھوڑ دو اور انھیں کم نہ کرو۔"

❶ تاج العروس: ۴۰/ ۲۰۰۔

❷ شرح النووی: ۳/ ۱۵۱۔

❸ شرح السیوطی علی مسلم: ۲/ ۳۸۔

٦۔ علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن یوسف بن ابراہیم حمزی بیان کرتے ہیں:

« (أَوْفُوا اللِّحَى) أَيْ دَعُوْهَا وَافِيَةً » ①

أوفوا اللحى کا مطلب ہے کہ داڑھیوں کو پورا اور مکمل چھوڑ دو۔"

٧۔ قاضی عیاض بیان کرتے ہیں:

« (وَأَعْفُوا اللِّحَى) وَفِي رِوَايَةٍ أَوْفُوا اللِّحَى وَهُمَا بِمَعْنًى، أَي اُتْرُكُوْهَا حَتَّى تَكْثُرَ وَتَطُوْلَ » ②

"أَعْفُوا اللِّحَى" اور "أَوْفُوا اللِّحَى" ہم معنی الفاظ ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ داڑھیاں چھوڑ دو حتی کہ وہ بڑی اور لمبی ہو جائیں۔"

فوائد:

درج بالا احادیث، اہل لغت اور شارحین کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ داڑھی کو اس کی اصل حالت پر پورا اور مکمل رکھنا اور طول و عرض میں جو بھی مقدار ہو اسے باقی رکھنا واجب ہے اور کسی بھی مرحلے پر داڑھی کی تراش خراش اور کاٹ چھانٹ حرام ہے۔ کیونکہ امر وجوب کے لیے ہے اور یہاں مختلف احادیث میں چار پانچ امر کے صیغے وارد ہوئے ہیں جن میں داڑھی کو پورا رکھنے، اسے خوب بڑھانے، بغیر کاٹے اس کی حالت پر باقی رکھنے کا حکم ہے۔ نیز حدیث کے کسی لفظ میں داڑھی کو معمولی سے کترنے یا کاٹنے کا ادنیٰ سا اشارہ اور رخصت نہیں ہے، ایک مشت سے اضافی کاٹنا تو بہت دور کی بات ہے۔ نیز تمام صحابہ انھی احکام کے پابند تھے اور نبی ﷺ کے دور میں کسی ایک صحابی سے بھی داڑھی کا کاٹنا، اسے چھوٹا کرنا اور ایک مشت کی حد تک محدود کرنا ثابت نہیں۔

---

❶ مطالع الأنوار علی صحاح الآثار: ٥/٥٨۔

❷ اکمال المعلم بفوائد المسلم: ٢/٦٣۔

تقریری سنت سے ثبوت:

سنت کی تیسری قسم جو دلیل بنتی ہے وہ نبی ﷺ کی تقریر ہے کہ کسی صحابی نے نبی ﷺ کے موجودگی میں کوئی کام کیا اور آپ اس پر خاموش رہے تو کسی عمل پر آپ کی خاموشی اس عمل کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔ یہاں داڑھی کے مسئلہ میں نبی ﷺ کی زندگی میں کسی ایک صحابی سے عام حالات میں تو دور کی بات ہے، حج وعمرہ میں بھی داڑھی کٹوانا، اسے ایک مشت تک مختصر کرنا یا معمولی سی کاٹ چھانٹ ثابت نہیں ہے۔ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے والے بعض مجہول (مصنوعی محقق) کہ نبی ﷺ نے داڑھی اس لیے نہیں کٹوائی کہ آپ کی داڑھی ایک مشت سے چھوٹی تھی تو کیا ایسے کٹ حجتے اس دعوے کی پوزیشن میں ہیں کہ تمام صحابہ کی داڑھیاں ہی خاص طرز کی تھیں جو مشت سے کم تھیں کہ انھیں داڑھی کٹوانے کی ضرورت اس لیے پیش نہیں آئی کہ ان کی داڑھیاں بھی چھوٹی اور مختصر تھیں۔ ممکن ہے اپنی ساکھ بحال کرنے کے لیے ایسے جھوٹے یہ دعویٰ بھی کر گزریں۔ لیکن اس کے لیے ثبوت دینا ضروری ہیں اور آئندہ بحث میں ہم صحابہ اور دیگر ائمہ حدیث کی بڑھی داڑھیاں بیان کر کے ثابت کریں گے کہ ان کی داڑھیوں کے بڑے ہونے کے باوجود ان سے داڑھی کا نہ کٹوانا اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے داڑھیاں اس لیے نہیں کٹوائی تھیں کہ وہ داڑھی کو کاٹنا گناہ اور جرم خیال کرتے تھے۔ ورنہ مختصر سی داڑھی رکھنے سے شرعی احکام کی پاسداری ہو جائے تو سینے تک پھیلے داڑھی رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ المختصر، نبی ﷺ کی زندگی میں کسی صحابی کا داڑھی نہ کٹوانا، جن میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں اور یہ صحابہ عہد رسالت میں داڑھی والے تھے، ان سے بھی کسی مرحلے پر داڑھی کٹوانا ثابت نہیں۔ حج وعمرہ اور عام حالات میں داڑھی کاٹنے کا جواز تب بنتا تھا جب ایک بھی صحابی نبی ﷺ کی زندگی میں داڑھی کٹواتا۔ جب آپ کی زندگی میں کسی ایک صحابی سے داڑھی کاٹنا ثابت نہیں تو آپ

کی زندگی کے بعد دو چار تو دور کی بات ہے صحابہ کی اکثریت بھی خلاف سنت کام کرے تو دلیل سنت بنے گی، آثار صحابہ دلیل نہیں بنیں گے۔ اس مسئلہ پر تفصیلی بحث معترضین کے اعتراضات کے جواب میں آئے گی کہ جب کتاب وسنت کے دلائل سے آثار صحابہ ٹکرائیں تو آثار کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ ترجیح کتاب وسنت کو حاصل ہوتی ہے۔

انبیاء کی سنت سے ثبوت:

انبیاء کرام سمیت پچھلی امت کے لوگ بھی بغیر تراش خراش کے پوری داڑھی رکھنے پر عمل پیرا تھے اور اس امت کے لوگوں کو انبیاء کی اس دائمی سنت اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَة : قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ، قَالَ زَكَرِيَّا: قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ » ①

”دس چیزیں فطرت سے ہیں: مونچھیں کاٹنا، داڑھی باقی چھوڑنا، مسواک کرنا، پانی سے ناک کی صفائی کرنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کے پورے اور جوڑ دھونا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال مونڈھنا اور پانی بہانا (یعنی استنجا کرنا)۔ زکریا کہتے ہیں کہ مصعب نے بیان کیا کہ دسویں چیز میں بھول گیا مگر وہ کلی ہی ہے۔“

فوائد:

ا۔ امام خطابی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اکثر علماء کا موقف ہے کہ فطرت سے مراد سنت ہے

① صحيح مسلم : ٢٦١۔ سنن أبي داوٗد : ٥٣۔ جامع ترمذي : ٢٧٥٧۔ سنن ابن ماجه : ٢٩٣۔

اور خطابی کے علاوہ دیگر علماء بھی یہی مفہوم بیان کرتے ہیں کہ اس (امور فطرت) سے مراد انبیاء کرام کی سنتیں ہیں، ایک قول کے مطابق فطرت سے مراد دین ہے۔ ①

۲۔ علامہ شوکانی بیان کرتے ہیں:

"یہ چیزیں (امور فطرت) جب عمل میں لائی جائیں تو ان پر عمل پیرا شخص اس فطرت سے متصف ہو جاتا ہے، جس فطرت پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو پیدا کیا ہے۔ اس نے بندوں کو ان امور سے متصف ہونے کی ترغیب دی ہے اور ان کے لیے یہ امور پسند کیے ہیں تاکہ یہ اکمل صفات اور اشرف صورت والے ہو جائیں۔ بیضاوی نے حدیث میں مذکور فطرت کا مجموعی معنی یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ قدیم سنت ہے جسے انبیاء نے پسند کیا ہے اور تمام شریعتوں کا اس پر اتفاق رہا ہے گویا یہ ایک فطرتی امر ہے جس سے لوگ منسلک رہے ہیں۔" ②

نیز سابقہ امتوں میں سے کسی نبی کا داڑھی نہ کٹوانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ پوری داڑھی رکھنا انبیاء علیہم السلام کا شعار رہا ہے اور آئندہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی داڑھیاں لمبی تھیں۔ قرآن حکیم میں بیان ہے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے تورات لے کر واپس پلٹے تو قوم کو بچھڑے کی عبادت میں ملوث پایا تو ان کی توحیدی غیرت بھڑک اٹھی جہاں تورات کی تختیاں توڑیں وہاں اپنے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کو اس جرم کا قصور وار سمجھتے ہوئے انھیں داڑھی اور سر کے بالوں سے پکڑ لیا جس پر انھوں نے ان الفاظ میں معذرت کی:

﴿قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ إِنِّي خَشِيتُ أَن تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَاءِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي﴾ [طٰهٰ: ۹۴]

"اے میرے ماں کے بیٹے! نہ میری داڑھی پکڑ اور نہ میرا سر، میں تو اس سے ڈرا

---

① شرح النووی: ۱۴۸/۳۔ ② نیل الأوطار: ۱۲۱/۱۔

کہ تو کہے گا تو نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سیدنا ہارون علیہ السلام کی داڑھی لمبی تھی تبھی تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسے ہاتھ میں پکڑا اور اس میں ایک مشت سے زیادہ داڑھی کے جواز کی یہ دلیل کہ لمبی داڑھی لڑائی میں نقصان کا باعث بنتی ہے، اس اعتراض کا زبردست رد ہے کہ لڑائی میں داڑھی کو نبی نے پکڑا ہے اور اس خدشے کے پیش نظر داڑھی چھوٹا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ پچھلی حدیث میں اس کے واقعہ کے باوجود داڑھی کو لمبا کرنے کا حکم باقی انبیاء میں باقی رکھا گیا اور داڑھی کو اس کے حال پر چھوڑنا کہ جیسی ہو اس بڑھنے دیا جائے اس فطرت سے تعبیر کیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی اس متفقہ سنت کی باقی سنتوں کی طرح اقتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

❁ اللہ تبارک و تعالیٰ مختلف جلیل القدر انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ [الأنعام : ۹۰]

"یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، سو تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔"

آثار صحابہ سے ثبوت:

تمام صحابہ کرام مکمل داڑھی رکھتے تھے اور کسی صحابی سے بھی نہ نبی ﷺ کی زندگی میں اور نہ آپ کی وفات کے بعد داڑھی کٹوانا ثابت ہے، تمام صحابہ کرام پوری داڑھی رکھنے کے قائل و فاعل تھے اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی پوری داڑھی رکھنے کے قائل و فاعل تھے، البتہ یہ دو صحابی نبی ﷺ کی رحلت کے بعد حج و عمرہ میں احرام سے حلال ہوتے وقت داڑھی کاٹنے کے قائل تھے اور وہ بھی داڑھی کے متعلق مروی کسی لفظ میں تاویل و تعبیر نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ سر کے بالوں کی تقصیر میں داڑھی کے بالوں کو بھی شامل کرتے تھے۔ ان کا یہ اجتہاد چونکہ نبی ﷺ کی قولی و فعلی احادیث کے خلاف ہے اس

لیے یہ مسترد قرار پاتا ہے۔ باقی صحابہ کرام داڑھیاں بڑھاتے اور انھیں کاٹنے سے اجتناب کرتے تھے، اس کی دلیل یہ اثر ہے۔

شرحبیل بن مسلم بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ خَمْسَةً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقُمُّوْنَ شَوَارِبَهُمْ وَيُعْفُوْنَ لِحَاهُمْ وَيُصَفِّرُوْنَهَا، أَبُو أُمَامَةَ الْبَاهِلِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ الْمَازِنِيُّ، وَعُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ السَّلَمِيُّ، وَالْحَجَّاجُ بْنُ عَامِرٍ الثُّمَالِيُّ، وَالْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ كَانُوْا يُقُمُّوْنَ مَعَ طَرَفِ الشَّفَةِ » ①

''میں نے پانچ اصحاب رسول: ابوامامہ باہلی، عبداللہ بن بسر مازنی، عتبہ بن عبد سلمی، حجاج بن عامر ثمالی اور مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہم کو دیکھا یہ مونچھیں صاف کرتے اور داڑھیاں باقی چھوڑتے (اور نہ کاٹتے) تھے۔ نیز یہ داڑھیوں کو زرد رنگ سے رنگتے تھے۔ یہ (صحابہ) ہونٹ کے کنارے سے مونچھیں صاف کرتے تھے۔''

فوائد:

پیچھے امور فطرت والی حدیث میں ''اعفاء'' اور اس اثر میں داڑھی کے لیے ''یعفون'' کا لفظ وارد ہوا دونوں کا مادہ ع ف و ہے۔ جس کا معنی داڑھیوں کو خوب بڑھانا اور کسی مرحلے میں انھیں نہ کاٹنا ہے۔ اس لفظ کی تشریح و توضیح پیچھے بیان ہو چکی ہے، مزید وضاحت اس لیے کی جا رہی ہے کہ انبیاء کرام، ان کی امتیں اور صحابہ کرام بھی داڑھیوں کو پورا رکھنے اور انھیں بالکل نہ کاٹنے پر عمل پیرا تھے اور انبیاء سمیت کسی صحابی نے اعفاء کی یہ تعبیر نہیں کی کہ ایک مشت سے اضافی داڑھی کاٹ لی جائے اور نہ اس لفظ کو سامنے رکھتے ہوئے ایک

① حسن: الآحاد و المثانی لابن أبی عاصم: ۲٤۱۳۔ طبرانی کبیر: ۳۲۱۸۔ اسماعیل بن عیاش اور شرحبیل بن مسلم صدوق راوی ہیں۔ علامہ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ سلسلة الاحادیث الضعیفة: ۵۳/۹۔

مشت سے اضافی داڑھی کٹوائی ہے۔

❁ عبدالرؤوف مناوی اس لفظ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

« (وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ) أَيْ إِكْثَارُهَا بِلَا نَقْصٍ مِنْ قَبِيلِ حَتَّى عَفَوْا وَالْمُرَادُ عَدَمُ التَّعَرُّضِ لَهَا بِنَقْصِ شَيْءٍ مِنْهَا بِخَلَافِ لِحْيَةِ الْأُنْثَى فَيُسَنُّ إِزَالَتُهَا » ①

"اعفاء اللحیة کا مطلب ہے داڑھی کو بغیر کم کرنے کے بڑھانا یہ حتی عفوا (قرآن کی آیت کا جس کا معنی زیادہ ہونا ہے) کی قبیل سے ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ داڑھی میں کسی طرح کی کمی ہرگز نہ کی جائے برعکس عورت کی داڑھی کے کہ اسے کاٹا جائے گا۔"

سلف اور لمبی ڈاڑھیاں:

ذیل میں ہم اس دعوے کو باطل ثابت کریں گے جو دعویٰ نام نہاد محققین کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ صحابہ وتابعین میں سے کسی کی بھی ایک مشت سے لمبی داڑھی نہیں تھی۔ اس دعویٰ کی بنیاد ایک تو ایسے لوگوں کا اپنے دعویٰ کے ثبوت میں جھوٹ کو معیوب نہ سمجھنا ہے، پیچھے ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ لوگ نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے تو صحابہ اور تابعین پر جھوٹ تو یہ شیر مادر سمجھتے ہوئے ڈکار جاتے ہیں، دوسرا علمی جہالت اور دلائل سے ناواقفیت ہے۔ بجائے اس کے کہ یہ آثار تلاش کرتے انھوں نے آنکھیں بند کر کے ہر داڑھی کی لمبائی ایک مشت ہے، ایک مشت ہے کہ یہ رٹ لگا رکھی ہے۔ حقائق کو دیکھنے کے لیے نہ خود آنکھیں کھولتے ہیں اور نہ اپنے متاثرین کو آنکھیں کھولنے کی اجازت دیتے ہیں اور جھوٹ + جھوٹ سے ایسا ماحول بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بقول کسے "سنیاں رہ جان گلیاں، وچ مرزا یار پھرے۔" یعنی کوئی حق بات کہنے اور ان کی تعبیرات کا رد کرنے والا نظر

① فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۳۱۶/۴۔

ہی نہ آئے۔ ذیل میں ہم صحابہ اور ائمہ سلف سے لمبی داڑھیاں دلائل سے ثابت کریں گے۔
شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات!

۱۔ معروف مورخین ابن عساکر اور حافظ ذہبی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

« وَكَانَ رَجُلًا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ، حَسَنَ الْوَجْهِ رَقِيْقَ الْبَشْرَةِ، كَثَّ اللِّحْيَةِ عَظِيْمَهَا، أَسْمَرَ اللَّوْنِ عَظِيْمَ الْكَرَادِيْسِ، بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، كَثِيْرَ الشَّعْرِ وَكَانَ يُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ » [1]

"آپ (درمیانے قد کے تھے) نہ بہت لمبے اور نہ ٹھگنے، چہرہ انتہائی خوب صورت، جلد ملائم، داڑھی گھنی اور بہت لمبی تھی، رنگ گندمی، جوڑ بڑے، کندھے کشادہ، بال بہت زیادہ تھے اور داڑھی کو زرد کیا کرتے تھے۔"

۲۔ حافظ ابن مزی سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا حلیہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

« وَكَانَ عُثْمَانُ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَجُلًا رِبْعَةً، لَيْسَ بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالطَّوِيْلِ حَسَنَ الْوَجْهِ، رَقِيْقَ الْبَشْرَةِ، كَبِيْرَ اللِّحْيَةِ عَظِيْمَهَا، أَسْمَرَ اللَّوْنِ، كَثِيْرَ الشَّعْرِ، ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ، بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ، كَانَ يُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ وَيَشُدُّ أَسْنَانَهُ بِالذَّهَبِ، وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: كَانَ شَيْخًا جَمِيْلًا، طَوِيْلَ اللِّحْيَةِ، حَسَنَ الْوَجْهِ » [2]

"سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ درمیانے قد کے تھے، نہ بہت لمبے اور نہ ٹھگنے، چہرہ انتہائی خوب صورت، جلد ملائم، داڑھی بہت بڑی اور بہت لمبی تھی، رنگ گندمی، بال بہت زیادہ تھے، جوڑ بڑے، کندھے کشادہ تھے، داڑھی کو زرد کیا کرتے تھے اور

---

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر: ۱۵/۳۹۔ تاریخ الاسلام للذہبی: ۲/۲۵۷۔
[2] تہذیب الکمال فی أسماء الرجال: ۱۹/۴۵۲۔

دانتوں کو سونے (کے تار) سے باندھا ہوا تھا۔ دوسری جگہ بیان کیا کہ وہ انتہائی خوب صورت بزرگ تھے، جن کی داڑھی خوب لمبی اور چہرہ نہایت خوب صورت تھا۔"

۱۔ عامر بن شراحیل شعبی مشہور ثقہ فقیہ تابعی سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا حلیہ بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ عَلِيًّا أَبْيَضَ اللِّحْيَةِ، مَا رَأَيْتُ أَعْظَمَ لِحْيَةٍ مِنْهُ قَدْ مَلَأَتْ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ » ①

"میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سفید داڑھی میں دیکھا، میں نے ان سے بڑی داڑھی کسی کی نہیں دیکھی، داڑھی نے ان کے دونوں کندھوں کے درمیان (پورے سینے کو) بھرا ہوا تھا۔"

۲۔ ابو اسحاق سبیعی بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ عَلِيًّا فَقَالَ لِي أَبِي: قُمْ يَا عَمْرُو فَانْظُرْ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَلَمْ أَرَهُ يَخْضِبُ لِحْيَتَهُ، ضَخْمُ اللِّحْيَةِ » ②

"میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو میرے والد نے مجھے کہا: عمرو! اٹھو امیر المومنین کو دیکھ لو۔ چنانچہ میں ان کی طرف اٹھا اور انھیں داڑھی رنگا نہ دیکھا، ان کی داڑھی بہت بڑی تھی۔"

۲۔ البدء والتاریخ کے مؤلف سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

« وَكَانَ قَصِيْرَ الْقَامَةِ طَوِيْلَ اللِّحْيَةِ وَأُسِرَ يَوْمَ بَدْرٍ فَافْتَدَى وَأَسْلَمَ » ①

"وہ چھوٹے قد کے تھے، ان کی داڑھی لمبی تھی، بدر کے دن یہ قیدی بنے، ان کا

---

① صحیح: تاریخ دمشق لابن عساکر: ۲۰/۴۲۔ حسن: الطبقات الکبری: ۱۸/۳۔

② البدء و التاریخ: ۱۰۵/۵۔

فدیہ دیا گیا اور یہ مسلمان ہو گئے۔''

۳۔ حافظ ذہبی فقہ حنبلی کی معروف کتاب ''المغنی لابن قدامہ'' کے مؤلف معروف فقیہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المعروف ابن قدامہ حنبلی کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

« كَانَ تَامَّ الْقَامَةِ، أَبيَضَ، مُشْرِقَ الْوَجْهِ، أَدْعَجَ، كَأَنَّ النُّوْرَ يَخْرُجُ مِنْ وَجْهِهِ لِحُسْنِهِ، وَاسِعَ الْجَبِيْنِ، طَوِيْلَ اللِّحْيَةِ قَائِمَ الْأَنفِ، مَقْرُوْنَ الْحَاجِبَيْنِ، صَغِيْرَ الرَّأْسِ، لَطِيْفَ الْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، نَحِيْفَ الْجِسْمِ، مُمَتَّعًا بِحَوَاسِّهِ » ①

''یہ پورے قد کے تھے، رنگ سفید، چہرہ روشن اور آنکھیں موٹی تھیں، یوں محسوس ہوتا کہ خوبصورتی سے ان کے چہرے سے روشنی نکل رہی ہے۔ پیشانی کشادہ، داڑھی لمبی، ناک ستواں، ابروؤں کے بال جسم سے لگے تھے، سر چھوٹا، ہاتھ اور پاؤں ملائم، جسم کمزور تھا اور حواس سے بھرپور فائدہ دیے گئے تھے۔''

۴۔ محارب بن دثار معروف ثقہ تابعی اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں، یہ صحاح ستہ کے راوی اور کوفہ کے قاضی ہیں۔ سفیان بن عیینہ ان کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ مُحَارِبَ بْنَ دِثَارٍ يَقْضِي فِي الْمَسْجِدِ وَلِحْيَتُهُ بَيْضَاءُ طَوِيْلَةٌ » ②

''میں نے محارب بن دثار کو دیکھا وہ مسجد میں فیصلہ کر رہے تھے اور ان کی داڑھی سفید اور لمبی تھی۔''

---

❶ سير أعلام النبلاء: ١٦/ ١٥٠۔

❷ حسن: أخبار القضاة لمحمد بن خلف بن حيان البغدادي: ٣/ ٢٨۔ عبدالرحمٰن بن یونس بن ہاشم صدوق راوی ہے۔

۵۔ سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ مُحَارِبَ بْنَ دِثَارٍ يَقْضِي فِي جَانِبِ مَسْجِدِ الْكُوفَةِ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَانِ الْقَسْرِيِّ شَيْخًا طَوِيْلَ اللِّحْيَةِ أَشْهَبَ اللِّحْيَةِ لَا يَخْضِبُ » ①

"میں نے محارب بن دثار کو قسری کے زمانے میں کوفہ کی مسجد کے کونے میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے دیکھا، جو ایک بوڑھے تھے، لمبی اور سفید داڑھی رکھی ہوئی تھی اور اسے رنگتے نہیں تھے۔"

۶۔ حافظ ابن حبان محارب بن دثار کے بارے میں لکھتے ہیں:

« مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ السَّدُوْسِيُّ قَاضِيُ الْكُوْفَةِ، كُنْيَتُهُ أَبُو الْمُطَرِّفِ، يَرْوِي عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عُمَرَ وَكَانَ مِنْ أَفْرَسِ النَّاسِ، رَوَى عَنْهُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ وَمِسْعَرٌ، مَاتَ بِالْكُوْفَةِ فِي وِلَايَةِ خَالِدٍ عَلَى الْعِرَاقِ سَنَةَ ثَمَانٍ وَمِائَةٍ وَكَانَ طَوِيْلَ اللِّحْيَةِ » ②

"محارب بن دثار قاضی کوفہ ہیں، ان کی کنیت ابومطرف ہے، یہ جابر اور ابن عمر سے روایات بیان کرتے ہیں اور ذہین ترین انسان تھے۔ ثوری، شعبہ اور مسعران کے شاگرد ہیں، خالد کے عراق پر حکمرانی کے زمانہ میں ۱۰۸ ہجری کو فوت ہوئے اور ان کی داڑھی لمبی تھی۔"

۷۔ ابراہیم بن محمد بن علی برہان الدین یعمری متوفی: ۷۷۹۔ امام مالک کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

« وَوَصَفَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِهِ مِنْهُمْ: مُطَرِّفٌ وَإِسْمَاعِيْلُ وَالشَّافِعِيُّ وَبَعْضُهُمْ يَزِيْدُ عَلَى بَعْضٍ، قَالُوْا: كَانَ طَوِيْلًا جَسِيْمًا

❶ صحيح: أخبار القضاة لمحمد بن خلف بن حيان البغدادي: ۳/ ۲۸۔
❷ الثقات لابن حبان: ۵/ ۴۵۲: ۵۶۷۹۔

عَظِيْمَ الْهَامَةِ أَبْيَضَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ شَدِيْدَ الْبَيَاضِ إِلَى الصُّفْرَةِ أَعْيَنَ حَسَنَ الصُّوْرَةِ أَصْلَعَ أَشَمَّ عَظِيْمَ اللِّحْيَةِ تَامَّهَا تَبْلُغُ صَدْرَهُ ذَاتَ سَعَةٍ وَطُوْلٍ وَكَانَ يَأْخُذُ أَطْرَافَ شَارِبِهِ وَلَا يَحْلِقُهُ وَلَا يُحْفِيْهِ وَيَرَى حَلْقَهُ مِنَ الْمُثْلِ » ①

"امام مالک کے اصحاب میں سے کئی لوگوں نے ان کا حلیہ بیان کیا ہے، جن میں سے مطرف، اسماعیل اور شافعی وغیرہ ہیں، بعض بعض سے اضافی اوصاف بیان کرتے ہیں۔ یہ لوگ بیان کرتے ہیں: وہ دراز قد، بھاری بھرکم تھے، سر بڑا تھا، سر اور داڑھی سفید تھی، رنگ سفید زردی کی طرف مائل تھا، آنکھیں اور چہرہ خوب صورت تھے، سر سے گنجے، ناک ستواں تھی، داڑھی لمبی اور مکمل تھی جو سینے تک پہنچتی تھی، کشادہ اور لمبی تھی۔ مونچھیں کناروں سے کاٹتے تھے، نہ انھیں مونڈھتے اور نہ جڑ سے کاٹتے تھے، وہ اس عمل کو مثلہ قرار دیتے تھے۔"

ائمہ لغت سے ثبوت:

گزشتہ بحث میں نبی ﷺ کی قولی احادیث سے داڑھی کے ثبوت میں ہم نے نبی ﷺ سے مروی روایات کی شرح میں شارحین اور اہل لغت کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ تمام لغوی داڑھی کے بارے میں مروی الفاظ کی تشریح میں یہی بیان کرتے ہیں کہ داڑھی کو بڑھایا جائے، اسے لٹکایا جائے اور اس میں کسی قسم کی کاٹ چھانٹ کے بغیر اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ یہاں ان تمام اہل لغت کے تشریحی اقوال کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

❁ شیخ احمد دہلوی بیان کرتے ہیں:

« فَثَبَتَ بِذَلِكَ حَدُّ اللِّحْيَةِ عَرْضًا وَطُوْلًا، فَعَرْضُهَا مِنْ شَعْرِ الْخَدَّيْنِ الْعَارِضَيْنِ، وَالصُّدْغَيْنِ إِلَى الشَّعْرِ النَّابِتِ تَحْتَ الْحَنَكِ

① الديباج المذهب في معرفة أعيان علماء المذهب: ١/ ٩٠۔

مِنْ طَرَفِ أَسْفَلِ اللِّحْيَيْنِ، وَطُوْلُهَا مِنْ شَعْرِ الْعَنْفَقَةِ مَعَ شَعْرِ الذَّقَنِ إِلَى الشَّعْرِ النَّابِتِ تَحْتَ الذَّقَنِ كُلُّ ذَلِكَ لِحْيَةٌ لُغَةً، وَقَدْ جَاءَ الشَّرْعُ مُوَافِقًا لِلُّغَةِ فِي حَدِّ اللِّحْيَةِ، وَلَمْ يَأْتِ بِتَغْيِيْرِ شَيْءٍ مِنْ حَدِّهَا بَلْ أَمَرَ فِي قَوْلِهِ: وَفِّرُوْا اللِّحَى، بِتَوْفِيْرِهَا وَبِبَقَائِهَا عَلَى حَالِهَا كَمَا نَبَتَتْ مِنْ غَيْرِ إِزَالَةٍ لِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ كُلِّهِ، إِذْ يَحْرُمُ تَغْيِيْرُ شَيْءٍ مِنْ خِلْقَتِهَا » [1]

"(اہل لغت کی درج بالا توضیحات سے) داڑھی کی طول وعرض میں مقدار کی تعریف واضح ہوئی ہے کہ داڑھی کی چوڑائی رخساروں اور کنپٹیوں کے بالوں سے لے کر جبڑوں کے نیچے کے بالوں سمیت ٹھوڑی کے نچلے بالوں تک ہے اور لمبائی داڑھی بچہ سے لے کر ٹھوڑی کے بالوں سمیت ٹھوڑی کے نچلے بالوں تک ہے، لغت میں یہ تمام بال داڑھی کہلاتے ہیں۔ شریعت بھی داڑھی کی تعریف میں لغت عرب کے موافق ہے اور شریعت نے داڑھی کی تعریف میں لغت میں بالکل کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ آپ نے اپنے اس فرمان "وَفِّرُوْا اللِّحَی" میں داڑھیوں کو خوب بڑھانے اور جیسے اگی ہیں، انھیں کسی طرح بھی زائل کرنے کے بغیر انھیں ان کی حالت پر پوری طرح باقی رکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ ان کی خلقت میں کسی بھی قسم کی تبدیلی حرام ہے۔"

شارحین کے اقوال سے ثبوت اور راجح موقف:

اس بحث میں ہم دلائل سے یہ ثابت کریں گے کہ شارحین حدیث نے داڑھی کے بارے میں مروی نبوی الفاظ کا یہی مفہوم لیا ہے کہ داڑھی کو بڑھانا، لمبا کرنا، لٹکانا اور اسے اس کی حالت پر چھوڑنا واجب ہے، نیز داڑھی کو کسی بھی مرحلے پر کاٹنا، اسے خوب صورت

[1] ادلة تحريم حلق اللحية، ص : ۸۳، ۸۴۔

بنانے کے لیے کاٹ چھانٹ کرنا حرام ہے۔

۱۔ طرح التثریب کے مصنف لکھتے ہیں:

« وَاسْتَدَلَّ بِهِ الْجُمْهُوْرُ عَلَى أَنَّ الْأَوْلَى تَرْكُ اللِّحْيَةِ عَلَى حَالِهَا وَأَنْ لَا يُقْطَعَ مِنْهَا شَيْءٌ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابِهِ وَقَالَ الْقَاضِي عِيَاضٌ: يُكْرَهُ حَلْقُهَا وَقَصُّهَا وَتَحْرِيْقُهَا، وَقَالَ الْقُرْطُبِيُّ فِي الْمُفْهِمِ: لَا يَجُوْزُ حَلْقُهَا وَلَا نَتْفُهَا وَلَا قَصُّ الْكَثِيْرِ مِنْهَا »[1]

''جمہور علماء نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے کہ داڑھی کو اس کی حالت پر چھوڑنا اور اس میں سے کچھ بھی نہ کاٹنا زیادہ بہتر ہے، شافعی اور اس کے اصحاب کا یہی موقف ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں: داڑھی کو مونڈنا، کاٹنا اور جلانا مکروہ ہے اور قرطبی ''المفہم'' میں بیان کرتے ہیں: داڑھی کو مونڈنا، اس سے بال اکھاڑنا اور بڑی داڑھی کو کاٹنا ناجائز ہے۔''

۲۔ ملا علی قاری بیان کرتے ہیں:

« (خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ) أَيْ فَإِنَّهُمْ يَقُصُّوْنَ اللِّحَى وَيَتْرُكُوْنَ الشَّوَارِبَ حَتَّى تَطُوْلَ، كَمَا فَسَّرَهُ بِقَوْلِهِ: (أَوْفِرُوْا) أَيْ أَكْثِرُوْا (اللِّحَى) بِكَسْرِ اللَّامِ وَحُكِيَ ضَمُّهَا وَبِالْقَصْرِ جَمْعُ لِحْيَةٍ بِالْكَسْرِ مَا يَنْبُتُ عَلَى الْخَدَّيْنِ وَالذَّقَنِ، ذَكَرَهُ السُّيُوْطِيُّ، وَالْمَعْنَى اتْرُكُوا اللِّحَى كَثِيْرًا بِحَالِهَا وَلَا تَتَعَرَّضُوْا لَهَا وَاتْرُكُوْهَا لِتَكْثُرَ »[2]

''مشرکین کی مخالفت کرو یعنی مشرکین داڑھیاں کاٹتے اور مونچھیں چھوڑتے ہیں حتی کہ وہ لمبی ہو جاتی ہیں (تم اس معاملے میں ان کی مخالفت کرو) جیسا کہ آپ

---

[1] طرح التثریب فی شرح التقریب: ۸۳/۲۔

[2] مرقاۃ المفاتیح: ۲۸۱۵/۷۔

نے اپنے فرمان سے اس کی وضاحت کی کہ داڑھیاں بڑھاؤ یعنی انھیں زیادہ کرو،
اللِّحی لام کے کسرہ اور ضمہ اور الف مقصورہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور اللِّحیة
ان بالوں کو کہتے ہیں جو رخساروں اور ٹھوڑی پر اگتے ہیں۔ یہ مفہوم امام سیوطی نے
بیان کیا ہے اور اس (حدیث) کا مفہوم یہ ہے کہ داڑھیوں کو ان کی حالت پر
زیادہ چھوڑ دو، (کاٹ چھانٹ کے ذریعے) ان میں مداخلت نہ کرو اور انھیں
چھوڑ دو کہ یہ بڑھ جائیں۔"

۳۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَقَالَ عِيَاضٌ: يُكْرَهُ حَلْقُ اللِّحْيَةِ وَقَصُّهَا وَتَحْذِيْفُهَا وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا إِذَا عَظُمَتْ فَحَسَنٌ بَلْ تُكْرَهُ الشُّهْرَةُ فِي تَعْظِيْمِهَا كَمَا يُكْرَهُ فِي تَقْصِيْرِهَا كَذَا قَالَ وَتَعَقَّبَهُ النَّوَوِيُّ بِأَنَّهُ خِلَافُ ظَاهِرِ الْخَبَرِ فِي الْأَمْرِ بِتَوْفِيْرِهَا قَالَ وَالْمُخْتَارُ تَرْكُهَا عَلَى حَالِهَا وَأَنْ لَا يَتَعَرَّضَ لَهَا بِتَقْصِيْرٍ وَلَا غَيْرِهِ وَكَأَنَّ مُرَادَهُ بِذَلِكَ فِي غَيْرِ النُّسُكِ لِأَنَّ الشَّافِعِيَّ نَصَّ عَلَى اسْتِحْبَابِهِ فِيْهِ »[1]

"قاضی عیاض بیان کرتے ہیں کہ داڑھی مونڈنا، اسے کاٹنا اور اسے تراشنا مکروہ ہے، لیکن جب داڑھی بہت بڑھی ہو تو اس لمبائی چوڑائی سے کاٹنا بہتر ہے، بلکہ جس طرح داڑھی کو زیادہ کاٹنا مکروہ ہے اسی طرح لمبی داڑھی کی تشہیر مکروہ ہے۔ لیکن امام نووی نے قاضی عیاض کے اس موقف کا تعاقب کیا کہ ان کا یہ قول حدیث کے ظاہر الفاظ کے خلاف ہے، جس میں داڑھی کو بڑھانے اور نہ کاٹنے کا حکم ہے اور بیان کرتے ہیں کہ راجح موقف یہ ہے کہ داڑھی کو اس کی حالت پر چھوڑ دینا ہے اور اس میں کاٹنے تراشنے وغیرہ کسی طریقے سے بھی مداخلت نہیں

[1] فتح الباري: ۱۰/ ۳۵۰۔

کرنی چاہیے۔ گویا یہ مفہوم مناسک حج کے علاوہ حالت کے متعلق ہے کیونکہ امام شافعی نے مناسک حج میں داڑھی کاٹنے کے مستحب ہونے پر نص بیان کی ہے۔" (شافعیہ کے موقف میں ہم وضاحت کر آئے ہیں کہ امام شافعی داڑھی کٹوانے کی حرمت کے قائل ہیں اور حج میں صرف اس شخص کے لیے بلامقدار داڑھی کاٹنے کو جائز خیال کرتے ہیں، جس کے سارے کے تمام بال جڑ چکے ہوں اور اس کے لیے بھی بہتر یہ ہے کہ وہ داڑھی کے بال نہ کاٹے)۔"

۴۔ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فَحَصَلَ خَمْسُ رِوَايَاتٍ أَعْفُوْا وَأَوْفُوْا وَأَرْخُوْا وَأَرْجُوْا وَوَفِّرُوْا وَمَعْنَاهَا كُلُّهَا تَرْكُهَا عَلَى حَالِهَا، هَذَا هُوَ الظَّاهِرُ مِنَ الْحَدِيْثِ الَّذِي تَقْتَضِيْهِ أَلْفَاظُهُ وَهُوَ الَّذِيْ قَالَهُ جَمَاعَةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْعُلَمَاءِ »[1]

"(نبی ﷺ سے مروی روایات میں) پانچ الفاظ ثابت ہوئے ہیں: أعفوا (داڑھیاں باقی چھوڑو اور انھیں نہ کاٹو)، أوفوا (داڑھیاں مکمل چھوڑ دو اور انھیں کاٹو مت)، أرخوا (داڑھیاں لٹکاؤ اور انھیں ان کی حالت پر چھوڑ دو)، أرجوا (داڑھیاں چھوڑ دو)، وفّروا (داڑھیاں خوب بڑھاؤ اور کاٹو نہ)، جن کا مفہوم یہ ہے کہ داڑھیوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دو، حدیث کے ظاہر الفاظ اسی مفہوم کا تقاضا کرتے ہیں اور ہمارے اصحاب (شافعیہ) اور دیگر علماء نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔"

پھر داڑھی کی حد کے بارے میں مختلف علماء کی آراء بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

« وَالْمُخْتَارُ تَرْكُ اللِّحْيَةِ عَلَى حَالِهَا وَأَلَّا يَتَعَرَّضَ لَهَا بِتَقْصِيْرِ

---

[1] شرح النووی: ۱۵۱/۳۔

شَیْءٍ أَصْلًا »[1]

”راجح موقف داڑھی کو اس کی حالت پر چھوڑنا ہے اور اسے کاٹنے اور کم کرنے کی بالکل مداخلت نہ کی جائے۔“

۵۔ حافظ عبدالرحمٰن مبارکپوری بیان کرتے ہیں:

« لَوْ ثَبَتَ حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ الْمَذْكُوْرِ فِي الْبَابِ الْمُتَقَدِّمِ لَكَانَ قَوْلُ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَعَطَاءٍ أَحْسَنَ الْأَقْوَالِ وَأَعْدَلَهَا لَكِنَّهُ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ لَا يَصْلُحُ لِلْاِحْتِجَاجِ بِهِ وَأَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ إِنَّهُ إِذَا زَادَ عَلَى الْقَبْضَةِ يُؤْخَذُ الزَّائِدُ وَاسْتَدَلَّ بِآثَارِ بْنِ عُمَرَ وَعُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَهُوَ ضَعِيْفٌ لِأَنَّ أَحَادِيْثَ الْإِعْفَاءِ الْمَرْفُوْعَةِ الصَّحِيْحَةِ تَنْفِي هَذِهِ الْآثَارَ فَهَذِهِ الْآثَارُ لَا تَصْلُحُ لِلِاسْتِدْلَالِ بِهَا مَعَ وُجُوْدِ هَذِهِ الْأَحَادِيْثِ الْمَرْفُوْعَةِ الصَّحِيْحَةِ، فَأَسْلَمُ الْأَقْوَالِ هُوَ قَوْلُ مِنْ قَالَ بِظَاهِرِ أَحَادِيْثِ الْإِعْفَاءِ، وَكَرِهَ أَنْ يُؤْخَذَ شَيْءٌ مِنْ طُوْلِ اللِّحْيَةِ وَعَرْضِهَا وَاللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ »[2]

”اگر سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی گزشتہ روایت صحیح ہوتی تو حسن بصری اور عطاء کا (داڑھی کو کاٹنے کے متعلق) موقف سب سے شاندار اور معتدل ہوتا، لیکن وہ روایت ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے۔ پھر وہ لوگ جو ایک مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنے کے قائل ہیں انھوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے آثار سے استدلال کیا ہے، یہ استدلال کمزور ہے۔ کیونکہ داڑھی کو نہ کاٹنے اور باقی چھوڑنے کی مرفوع احادیث ان آثار کی نفی کرتی

---

❶ شرح النووی: ۳/ ۱۵۱۔

❷ تحفة الأحوذی: ۸/ ۳۴۔

ہیں اور مرفوع صحیح احادیث کی موجودگی میں یہ آثار استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ سو عمدہ ترین موقف ان علماء کا ہے جو حدیث کے ظاہر مفہوم سے داڑھی کو باقی چھوڑنے کے قائل ہیں اور طول و عرض سے داڑھی کاٹنے کو ناپسند خیال کرتے ہیں۔"

٦۔ ابو مالک کمال بن سید سالم بیان کرتے ہیں:

« ذَهَبَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ إِلَى جَوَازِ أَخْذِ مَا زَادَ عَنِ الْقَبْضَةِ مِنَ اللِّحْيَةِ، وَتَعَلَّقُوْا بِحَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ، قَالُوْا: وَهُوَ رَاوِي حَدِيْثِ الْأَمْرِ بِتَوْفِيْرِ اللِّحْيَةِ، فَهُوَ أَعْرَفُ بِمَرْوِيِّهِ، وَلَيْسَ لَهُمْ فِي هَذَا الْأَثَرِ حُجَّةٌ لِأُمُوْرٍ:

١۔ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَفْعَلُهُ إِذَا حَلَّ مِنْ إِحْرَامِهِ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، وَهُمْ يُجِيْزُوْنَهُ فِي كُلِّ حَالٍ.

٢۔ أَنَّ فِعْلَ ابْنَ عُمَرَ هَذَا مُخَرَّجٌ عَلَى تَأَوُّلِهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿مُحَلِّقِيْنَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ﴾ فِي النُّسُكِ أَنَّ الْحَلْقَ لِلرَّأْسِ، وَالتَّقْصِيْرَ مِنَ اللِّحْيَةِ

٣۔ أَنَّ الصَّحَابِيَّ إِذَا قَالَ أَوْ فَعَلَ خِلَافَ مَا رَوَاهُ، فَإِنَّ الْعِبْرَةَ بِمَا رَوَاهُ لَا بِفَهْمِهِ وَفِعْلِهِ، فَالْعِبْرَةُ بِالْمَرْفُوْعِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى مَا تَقَدَّمَ فَالصَّوَابُ وُجُوْبُ تَرْكِ اللِّحْيَةِ وَعَدَمُ الْأَخْذِ مِنْهَا عَمَلًا بِعُمُوْمِ الْأَوَامِرِ الْوَارِدَةِ فِي الْأَحَادِيْثِ الصِّحَاحِ (أَعْفُوْا، أَرْخُوْا، أَرْجُوْا، وَفِّرُوْا، أَوْفِرُوْا) كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الْجَمَاهِيْرُ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ » ①

① صحیح بخاری: ٥٨٩٢۔

"بعض علماء کا موقف ہے کہ مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنا جائز ہے اور انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے دلیل لی ہے کہ جب وہ حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے اور مٹھی سے اضافی بال کاٹ دیتے تھے۔"

اس موقف کے حاملین کہتے ہیں کہ وہ (سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما) داڑھی کو بڑھانے کے حکم والی روایت کے راوی ہیں اور وہ اس روایت کے مفہوم کا زیادہ ادراک رکھتے ہیں (اس لیے ان کا مفہوم باقی علماء سے زیادہ درست ہے)۔

لیکن ان علماء کے لیے اس اثر میں درج ذیل امور کی وجہ سے کوئی دلیل نہیں ہے:

۱۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ سے احرام اتارتے اس وقت داڑھی کاٹا کرتے تھے جب کہ (مٹھی سے اضافی داڑھی کاٹنے کے موقف کے علماء) عام حالات میں داڑھی کاٹتے ہیں (جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہی نہیں، یعنی ان کے حج وعمرہ کے عمل کو عام معمول بنایا جاتا ہے جو ان سے ثابت ہی نہیں، سو ان کے اس خاص عمل سے عام استدلال کرنا درست نہیں)۔

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فعل کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ﴾ کی تفسیر کے ساتھ ہے کہ وہ حج کے مناسک میں "محلقین" سے سر کا منڈوانا اور تقصیر سے داڑھی کاٹنا مراد لیتے ہیں۔"

۳۔ (اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ) صحابی جب اپنی روایت کے خلاف کوئی بات کہے یا کوئی فعل انجام دے تو اس کی روایت کا اعتبار ہوتا ہے، اس کے فہم اور فعل کا اعتبار نہیں ہوتا۔ سو نبی ﷺ کی طرف منسوب مرفوع حدیث معتبر قرار پائے گی۔

گزشتہ بحث کا ماحصل یہ ہے کہ درست موقف داڑھی کے چھوڑنے اور نہ کاٹنے کا واجب ہونا ہے، ان صحیح احادیث پر عمل کرتے ہوئے جن میں "اَعفُو، اَرخُوا، اَرجُوا، وَفِرُوا اور اَعفُوا) امر کے صیغے وارد ہوئے ہیں۔ جیسا کہ جمہور علماء کا موقف ہے۔"[1]

[1] صحیح فقه السنة: ۱/ ۱۰۲

مفتیان کے فتاویٰ جات

درج ذیل علماء کے فتاویٰ بھی اس موقف کی تائید کرتے ہیں کہ داڑھی کو بغیر کاٹ چھانٹ اور تراش خراش کے اس کی حالت پر برقرار رکھنا فرض ہے اور اسے دائیں بائیں یا اوپر نیچے سے کاٹنا حرام ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال (۱) قرآن وسنت کی روشنی میں داڑھی کی اہمیت کیا ہے؟ (۲) چھوٹی داڑھی کے متعلق وضاحت کریں۔ (۳) جو کہتے ہیں کہ داڑھی اسلام میں ہے اسلام داڑھی میں نہیں ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب قرآن وسنت کی روشنی میں داڑھی رکھنا بڑھانا فرض ہے، اسے کاٹنا کٹانا مونڈنا منڈوانا ناجائز، گناہ اور حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [النساء:۱۳، ۱۴]

”یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس

میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ ہی کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

"اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں کوئی اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔" [الأحزاب : ٣٦]

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے: (أَعْفُوا اللِّحى) داڑھیوں کو بڑھاؤ اور صحیح مسلم میں ہے: (وَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ) مشرکوں اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔ کیونکہ ان میں سے کچھ منڈاتے اور کچھ کٹاتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کی مخالفت کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ مقصد واضح ہے کہ نہ کٹاؤ اور نہ منڈاؤ۔

ہر مسلم جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [النساء: ٨٠] نیز اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى [النجم: ٣، ٤] (اور وہ نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے، یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا) نیز قرآن مجید میں ہے: ﴿اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ [الأعراف: ٢٠٣] پھر قرآن مجید میں ہے: ﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ [الأنعام : ٥٠] اس اصول و قاعدہ سے کچھ صورتیں مستثنیٰ ہیں جن کا کتاب و سنت میں ذکر موجود ہے۔ البتہ داڑھی والا حکم اس عام اصول و قاعدہ میں مندرج ہے کیونکہ کتاب و سنت میں کہیں اس کو عام اصول و قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا لہٰذا بعض لوگوں کا کہنا کہ "اللہ کا حکم تو فرض پر دلالت کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ کا حکم فرض پر دلالت نہیں کرتا" بے بنیاد اور غلط

ہے۔ کیونکہ یہ غمازی کر رہا ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والے لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کو اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں سمجھتے اور یہ عقیدہ رکھنا رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور نبوت کے انکار پر منتج ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے امر و حکم کو وجوب و فرض سے ندب و استحباب کی طرف پھیرنے والا کوئی قرینہ کتاب و سنت میں مل جائے تو ندب و استحباب پر محمول ہوگا۔ مگر داڑھی کے سلسلہ میں کتاب و سنت میں کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے۔

① چھوٹی داڑھی اگر قدرتی اور فطرتی ہے تو درست ہے البتہ کٹوا کر یا کسی اور طریقہ سے اسے چھوٹی کرنا رسول اللہ ﷺ کے فرمان: أَعْفُوا اللِّحَى کے منافی ہونے کی بنا پر ناجائز، گناہ اور حرام ہے۔ اگر کسی صحابی سے یہ چیز سرزد ہوئی تو یہ ان کی خطا ہے اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی تمام خطائیں معاف کر دی ہیں، فرمایا:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ [البينة : ٨]

''اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ [التوبة : ١٠٠]

''اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہے، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہ بڑی کامیابی ہے۔''

ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ﴾ [آل عمران : ١٥٢]

''اور یقیناً اس نے تم سے درگزر کیا۔''

② ''داڑھی اسلام میں ہے اسلام داڑھی میں نہیں ہے'' سوال نمبر (۳) میں آپ نے یہ الفاظ لکھے ہیں جب کہ پہلے آپ لکھ آئے ہیں ''داڑھی اسلام میں ہے سارا اسلام داڑھی

میں نہیں ہے‘‘ دوسرے الفاظ قدرے درست ہیں مگر ان سے داڑھی کٹانے کٹوانے یا کٹنے کترنے کا جواز نہیں نکلتا دیکھیے اس وزن پر کوئی صاحب کہیں ’’نماز اسلام میں ہے سارا اسلام نماز میں نہیں، زکاۃ اسلام میں ہے سارا اسلام زکاۃ میں نہیں، روزہ رمضان اسلام میں ہے سارا اسلام روزہ رمضان میں نہیں، حج اسلام میں ہے سارا اسلام حج میں نہیں‘‘ حتی کہ یہ بھی کہہ دے: توحید باری تعالیٰ اسلام میں ہے سارا اسلام توحید باری تعالیٰ میں نہیں ہے‘‘ تو آپ غور فرمائیں ان الفاظ وکلمات سے نماز، زکاۃ، روزہ رمضان، حج اور توحید کے ترک کا جواز نکلے گا یا ان ارکان خمسہ کے اندر نقص وکمی کا جواز نکلے گا یا ان کا فرض نہ ہونا نکلے گا؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ اس میں اسلام کی ایک چیز کو اپنانے اور اسلام کی دوسری چیزوں کو نہ اپنانے پر قدغن ہے اور اسلام کی تمام چیزوں کو اپنانے کی تلقین وتاکید ہے۔ واللہ اعلم [1]

سوال داڑھی کتنی لمبی ہونی چاہیے؟ اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما جس میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما قبضہ سے زیادہ داڑھی کٹوا دیتے تھے، اس کے بارے میں آپ وضاحت فرمائیں کیا یہ حدیث صحیح بھی ہے یا نہیں؟

جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ داڑھی رکھنا فرض ہے اسے منڈانا، مونڈنا اور کاٹنا کٹانا درست نہیں۔ قبضہ والی تحدید کسی مرفوع صحیح حدیث میں وارد نہیں ہوئی، رہا کسی امتی کا قول یا عمل خواہ وہ کسی صحابی کا ہی قول یا عمل ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا عمل کے سامنے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ دیکھیے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور تمام صحابہ میں فضیلت وشرف میں دوسرے نمبر پر ہیں، فیصلہ فرماتے ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوں گی مگر ان کے اس فیصلہ کو صرف اور صرف اس لیے نہیں اپنایا جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] احکام ومسائل از حافظ عبد المنان نورپوری: ۱/ ۵۲۳، ۵۲۴۔

کے زمانہ میں ایسی طلاقیں ایک ہی ہوتی تھی۔ حج تمتع سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا تو کسی نے ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے تو سائل نے کہا کہ آپ کے والد صاحب تو اس سے منع کرتے ہیں تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیا میرے والد کے امر کی اتباع کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی؟ مسند امام احمد میں ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ عورتوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک بیٹا کہنے لگا: ہم تو انھیں ضرور روکیں گے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم انھیں ضرور روکیں گے "فَمَا كَلَّمَهُ عَبْدُ اللّٰهِ حَتّٰى مَاتَ" تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اس بیٹے سے کلام نہیں کیا حتی کہ وہ فوت ہو گئے۔

صحابی کا قول یا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر اس وقت بنتا ہے جب وہ کسی آیت مبارکہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت شدہ حدیث سے نہ ٹکرائے پھر وہ اس صحابی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سرزد ہو اور اس مقام پر قبضہ والے عمل میں ان دونوں شرطوں سے کوئی ایک بھی موجود نہیں۔ لہٰذا قبضہ والے عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر قرار دینا یا سمجھنا صحیح نہیں۔

صحابہ کرام کی شان یہ نہیں کہ وہ معصوم تھے ان سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوتی تھی، صحابہ کرام کی شان یہ ہے کہ ان سے جو بھی چھوٹی موٹی خطا سرزد ہوئی اللہ تعالیٰ نے وہ انھیں معاف کر دی ﴿وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ﴾ اس لیے کسی صحابی و غیر صحابی کے قول یا عمل کی آڑ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین، اقوال و اعمال اور تقاریر کو پس پشت ڈالنا درست نہیں۔

راوی کے عمل یا قول کے اس کی بیان کردہ روایت کے خلاف ہونے کی صورت میں راوی کے عمل یا قول کو لینا اس کی روایت کو نہ لینا اہل تحقیق کا نہیں اہل تقلید کا شیوہ ہے،

محدثین نے اصول حدیث میں اس کا باقاعدہ رد کیا ہے۔" ①

حافظ عبد الستار حماد حفظہ اللہ کا فتویٰ:

(سوال) ملتان سے محمد اجمل سوال کرتے ہیں کہ داڑھی کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس کی مقدار کے متعلق شرعی ہدایات واضح کریں۔ کیا ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنا جائز ہے، کتاب و سنت کی روشنی میں تفصیل سے آگاہ کریں۔

(جواب) واضح رہے کہ داڑھی شعار اسلام سے ہے اور یہ ایک مسلمان کے لیے شناختی علامت اور امتیازی نشان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کئی طریقوں سے اس کی اہمیت سے آگاہ فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے: "مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں پست کراؤ۔" ②

آپ کے پاس ایرانی مجوسیوں کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ لوگ اپنی مونچھیں بڑھاتے اور داڑھی منڈواتے ہیں، تم ان کی مخالفت کرو، اپنی داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں چھوٹی کرو۔" ③

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی مخالفت کرنے کے متعلق فرمایا کہ "تم لوگ اپنی داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔" ④

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں داڑھی بڑھانے اور مونچھیں پست کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔" ⑤

واضح رہے کہ آپ کا مذکورہ بالا حکم پانچ مختلف الفاظ سے مروی ہے، ان کے متعلق امام نووی لکھتے ہیں: "ان تمام الفاظ کا مطلب ہے کہ داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔" حدیث کا بظاہر یہی مطلب ہے۔ ⑥

① احکام و مسائل از حافظ عبد المنان نورپوری: ۱/۵۲۶، ۵۲۷۔
② صحیح بخاری۔ ③ ابن حبان: ۱/۴۰۸۔ ④ مسند احمد: ۵/۲۶۵۔
⑤ صحیح مسلم۔ ⑥ شرح نووی: ۱/۱۲۹۔

رسول اللہ ﷺ کے متعلق مروی ہے کہ ”آپ کی داڑھی گھنی تھی۔“ ①

ان تمام احادیث کے علاوہ قرآن مجید میں ابلیس لعین کے حوالہ سے بیان ہوا ہے کہ ”میں انھیں حکم دوں گا چنانچہ یہ لوگ اللہ کی خلقت کو تبدیل کریں گے۔“ [النساء] اس آیت کریمہ کے پیش نظر جن امور فطرت میں اللہ نے تبدیلی کرنے کا حکم دیا ہے وہ جائز اور مباح ہیں۔ مثلاً: ختنہ کرنا، زیر ناف بال لینا اور بغلوں کے بال اکھاڑنا وغیرہ۔ البتہ داڑھی کے متعلق تبدیلی کرنے کا کہیں بھی اللہ نے حکم نہیں دیا ہے۔ لہٰذا یہ کام ان شیطانی امور سے ہے جس کا اس نے اولاد آدم کو حکم دیا ہے اور وہ اس کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس پہلو سے بھی داڑھی کے معاملہ پر غور کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس دو ایرانی آئے جن کی داڑھیاں منڈی ہوئی تھیں تو آپ نے ان سے اظہار نفرت کرتے ہوئے انھیں دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے تو میرے رب نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے۔“ اس کے برعکس ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی داڑھی کے طول وعرض سے کچھ بال لیا کرتے تھے۔“ [ترمذي]

یہ روایت محدثین کے معیار صحت پر پورا نہیں اترتی اور یہ روایت صحیحین کی متعدد روایات کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا اس قسم کی روایت سے نہ تو کوئی مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی ترجیح کے لیے اسے پیش کیا جا سکتا ہے۔ بعض حضرات جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل کا سہارا لے کر داڑھی کی کاٹ چھانٹ کو جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ عمل سنت صحیح کے خلاف ہے اس لیے قابل حجت نہیں۔ پھر ان کا یہ عمل صرف حج وعمرہ کے موقع پر تھا وہ ہمیشہ کے لیے عام حالات میں اسے معمول نہیں بناتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اعفاء اللحیہ والی حدیث کے راوی بھی ہیں، محدثین کا اصول ہے کہ جب کسی راوی کا عمل اس کی بیان کردہ روایت کے خلاف ہو تو روایت کا اعتبار ہوتا ہے، اس کے عمل کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، کتب حدیث میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ جنھیں پیش کرنے کی اس فتویٰ میں گنجائش نہیں ہے۔

① شمائل ترمذی۔

ان تمام بیان کردہ روایات کا تقاضا ہے کہ داڑھی رکھنا ضروری ہے اور اس میں کاٹ چھانٹ کرنا شرعاً جائز نہیں۔" واللہ اعلم بالصواب [1]

مولانا مفتی مبشر احمد ربانی ﷾ کا فتویٰ:

(سوال) کیا داڑھی کی کاٹ چھانٹ کرنا جائز ہے اور کیا رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا ہے؟ مہربانی فرما کر صحیح سنت رسول سے آگاہ فرما دیں۔

(جواب) ا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَة : قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ » [2]

"دس خصلتیں فطرت سے ہیں جن میں سے مونچھیں تراشنا اور داڑھی بڑھانا بھی ہے۔"

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ، وَأَوْفُوا اللِّحى » [3]

"مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھوں کو پست کرو اور داڑھی کو پورا کرو۔"

۳۔ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

« فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّوْنَ عَثَانِيْنَهُمْ وَيُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم : قُصُّوْا سِبَالَكُمْ وَوَفِّرُوْا عَثَانِيْنَكُمْ وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ » [4]

"ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! اہل کتاب داڑھیوں کو کاٹتے ہیں اور مونچھوں

---

1. فتاوی اصحاب الحدیث : ۱/ ۴۸۵۔
2. صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۲۶۱۔
3. مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۲۵۹۔
4. مسند أحمد: ۵/ ۲۶۴، حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ فتح الباری: ۱۰/ ۳۵۴۔ اور علامہ عینی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ عمدة القاری: ۲۲/ ۵۰۔

کو بڑھاتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: تم مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔"

مذکورہ بالا تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ مونچھیں کاٹنا یا پست کرنا اور داڑھی بڑھانا فطرت اسلام میں داخل ہے اور داڑھی کٹانا اور مونچھیں بڑھانا فطرت اسلام کو بدلنا اور اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی علامت ہے۔ لہٰذا جو شخص مونچھیں بڑھاتا ہے، کاٹتا نہیں وہ اللہ کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور اللہ کے رسول کی مخالفت دردناک عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ٦٣]

"پس جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انھیں اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا ان پر کوئی دردناک عذاب اترے۔"

باقی رہا داڑھی کی مقدار کا مسئلہ تو اللہ کے رسول ﷺ نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے اور اس کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ سے پانچ الفاظ مروی ہیں۔ امام نووی رقم طراز ہیں:

« فَحَصَلَ خَمْسُ رِوَايَاتٍ: أَعْفُوْا وَأَوْفُوْا وَأَرْخُوْا وَأَرْجُوْا وَوَفِّرُوْا وَمَعْنَاهَا كُلُّهَا تَرْكُهَا عَلَى حَالِهَا هَذَا هُوَ الظَّاهِرُ مِنَ الْحَدِيْثِ الَّذِي تَقْتَضِيْهِ أَلْفَاظُهُ » (1)

"پانچ روایات مروی ہیں " اعفوا، اوفوا، ارخو، ارجو اور وفروا" ان سب کا معنی یہ ہے کہ داڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ اس حدیث کے ظاہری الفاظ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں۔"

(1) شرح مسلم للنووی: ١٠/١٢٩۔

لہٰذا جب اللہ کے رسول ﷺ نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے اور اسے کاٹنا اہل کتاب کی علامت بتائی ہے تو داڑھی کو اس حال پر چھوڑ دینا ہی منشائے الٰہی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے، آپ کے فرمان کے ہوتے ہوئے کسی دوسری بات کی طرف توجہ کرنا درست نہیں۔ بعض حضرات داڑھی تراشنے اور اس کی کاٹ چھانٹ کرنے کے متعلق جامع ترمذی کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں:

«أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُوْلِهَا» [1]

"نبی ﷺ اپنی داڑھی کو عرض وطول سے کاٹتے تھے۔"

اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو فی الجملہ داڑھی ترشوانے اور کاٹ چھانٹ کرنے پر استدلال صحیح ہوتا لیکن یہ روایت انتہائی کمزور بلکہ من گھڑت ہے۔ اس کی سند میں عمر بن ہارون نامی راوی ہے، جس کے بارے میں حافظ الحدیث امام ذہبی فرماتے ہیں کہ امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام احمد بن حنبل اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: یہ کذاب خبیث ہے اور امام صالح جزرہ بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ امام علی بن مدینی اور امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ بہت ضعیف ہے۔ امام ابوعلی الحافظ فرماتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ امام ساجی فرماتے ہیں کہ اس میں ضعف ہے۔ امام ابونعیم فرماتے ہیں کہ یہ گھڑ کر حدیثیں بیان کرتا ہے اور محض ہیچ ہے۔ امام عجلی فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔[2]

حیرت کی بات یہ ہے کہ اس بے اصل، من گھڑت اور بے بنیاد روایت سے نہ صرف استدلال کیا جاتا ہے بلکہ اسے صحیح احادیث کے مقابلے میں پیش کیا جاتا ہے اور ایک ایسے نظریے کو ثابت کیا جاتا ہے جس کا خیر القرون میں سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔ بعض لوگ

---

1. ترمذی: کتاب الأدب، باب ماجاء فی الأخذ من اللحیة: ۲۷۶۲۔
2. تہذیب التہذیب: ٤/ ۳۱٦، ۳۱۷۔ علامہ البانی نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة: ۱/ ۳۰٤۔

اسے بنیاد بنا کر داڑھی کا حلیہ بگاڑ دیتے ہیں کہ کچھ داڑھی اوپر والے حصے سے مونڈ دی اور کچھ نیچے والے حصے سے اور چہرے پر ایک چھوٹی سی پٹی کی صورت میں چند بال رکھ لیے جو کھلم کھلا شریعت سے مذاق اور شیطان کی پیروی ہے اور اللہ کے رسول ﷺ سے بغاوت ہے اور اظہار بیزاری ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے اور اپنے آپ کو سکالر سمجھنے والے لوگ اس سنت متواترہ کا نہ صرف مذاق اڑاتے ہیں بلکہ اسے سنت نبوی سے بھی خارج کر دیتے ہیں۔"[1]

داڑھی کے متعلق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث:

سوال داڑھی کے متعلق مختلف لوگوں کا نظریہ مختلف ہے، کوئی کچھ کہتا ہے تو کوئی کچھ۔ پچھلے دنوں بخاری شریف کا مطالعہ کر رہا تھا (ترجمہ وتفسیر علامہ وحید الزماں) تو ایک حدیث نظر سے گزری جس کا ترجمہ کچھ یوں تھا: "نافع سے اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، انھوں نے آنحضرت ﷺ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: مشرکین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے داڑھیاں چھوڑ دو اور مونچھوں کو خوب کتر ڈالو" اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی مٹھی سے تھامتے اور جتنی زیادہ ہوتی اس کو کتروا دیتے تھے۔"[2]

اس حدیث مبارکہ میں نبی ﷺ نے مشرکوں کی خلاف ورزی کرنے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ داڑھیاں بڑھاؤ لیکن یہ نہیں بتایا کہ کتنی بڑھاؤ، آیا شروع ہی سے رکھنی چاہیے یا کاٹی جا سکتی ہے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے کہ وہ جب حج یا عمرہ کرتے تو مٹھی بھر سے زائد داڑھی کٹوا دیتے۔ کیا ان کا یہ فعل نبی ﷺ کے قول کے خلاف تھا یا کوئی اور بات تھی؟ اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ عمل ایک سے زائد مرتبہ کیا ہے۔ بعض

---

1. احکام و مسائل از مبشر احمد ربانی ص: ٦٦٨، ٦٦٩، ٦٧٠۔
2. صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب تقلیم الأظفار: ٥٨٩٢۔

لوگ داڑھی کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر رکھ لی جائے تو ثواب اور اگر نہ رکھی جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیا مشرک بھی داڑھی رکھتے تھے؟ آج کل جو کافر ہیں وہ داڑھی نہیں رکھتے۔ تو اگر تراشیدہ داڑھی رکھ لی جائے تو کس قدر گناہ ہوتا ہے؟ اسلام میں ''خط'' کا کوئی تصور موجود ہے یا نہیں اور داڑھی فرض ہے یا سنت، اگر سنت ہے تو کیسی سنت؟ اور جو لوگ داڑھیاں نہیں رکھتے اسلام نے ان کے متعلق کیا وعید سنائی ہے؟ اہل سنت داڑھی کو مٹھی سے بڑھانا مکروہ اور اہل شیعہ حرام قرار دیتے ہیں، شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب داڑھی رکھنے کے متعلق بخاری شریف کی حدیث صریح نص ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے داڑھی کو بڑھانے کا حکم دیا ہے اور آپ نے خود داڑھی بڑھائی ہے اور داڑھی کا کاٹنا اور منڈانا نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اس کے علاوہ بھی کئی احادیث داڑھی بڑھانے اور اسے معاف کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔ احادیث میں داڑھی کے متعلق '' وَ أَعْفُوْا، أَوْفُوْا، وَفِرُوْا، أَرْجُوْا، أَرْخُوْا '' پانچ طرح کے الفاظ ملتے ہی، جنھیں امام نووی نے مسلم کی شرح میں اور قاضی شوکانی نے نیل الأوطار میں ذکر کیا ہے۔ ان الفاظ کا تقاضا یہی ہے کہ داڑھی کو اول روز سے رکھ لینا چاہیے، کاٹ چھانٹ اور منڈانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ صحابی رسول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اپنا ذاتی عمل کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ مرفوع حدیث کے مقابل اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ مذکورہ بالا احادیث کے الفاظ امر کے صیغے ہیں اور امر لغت عرب میں وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اسلام میں داڑھی رکھنا واجب ہے۔ اس کا خط بنوانے کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔ اہل تشیع کے ہاں داڑھنا تراشنا حرام ہے، جیسا کہ علامہ محمد حسین نجفی نے اپنی کتاب ''حرمت ریش تراشی'' میں با دلائل واضح کیا ہے اور کئی ائمہ اہل سنت کے ہاں داڑھی ایک مشت ہونی چاہیے اور وہ آثار صحابہ سے دلیل لیتے ہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ حدیثِ نبوی کے مقابلے میں اثر صحابی کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ لہٰذا بہتر موقف یہی ہے کہ داڑھی بڑھائی جائے۔ اللہ کے رسول نے خود داڑھی بڑھائی بھی اور

بڑھانے کا حکم بھی دیا ہے اور اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ لہٰذا ہمیں بھی اس حد بندی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ①

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال داڑھی کاٹنے کا کیا حکم ہے؟

جواب فضیلۃ الشیخ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

« اَلْقَصُّ مِنَ اللِّحْيَةِ خِلَافُ مَا أَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ: (وَفِّرُوا اللِّحَى)، (أَعْفُوا اللِّحَى)، (أَرْخُوا اللِّحَى)فَمَنْ أَرَادَ اتِّبَاعَ أَمْرِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاتِّبَاعَ هَدْيِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْهَا شَيْئاً، فَإِنَّ هَدْيَ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، أَنْ لَا يَأْخُذَ مِنْ لِحْيَتِهِ شَيْئاً، وَكَذٰلِكَ كَانَ هَدْيُ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلَهُ، وَلَقَدْ قَرَأْنَا جَمِيْعاً قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالَى عَنْ هَارُوْنَ لِمُوْسَى: ﴿يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي﴾ [طٰهٰ : ٩٤]، وَهٰذَا دَلِيْلٌ عَلَى أَنَّ لِهَارُوْنَ لِحْيَةً يُمْكِنُ الْإِمْسَاكُ بِهَا، وَهُوَ كَذٰلِكَ هَدْيُ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ لِحْيَتَهُ كَانَتْ عَظِيْمَةً وَكَانَتْ كَثَّةً، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَهُ تَمَامَ الْاِتِّبَاعِ وَيَمْتَثِلَ أَمْرَهُ تَمَامَ الْاِمْتِثَالِ، فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِ لِحْيَتِهِ شَيْئاً، لَا مِنْ طُوْلِهَا وَلَا مِنْ عَرْضِهَا » ②

”داڑھی کٹوانا نبی ﷺ کے ان فرامین جن میں آپ نے یہ حکم دیا ہے: ”داڑھیاں خوب بڑھاؤ، داڑھیاں نہ کاٹو اور انھیں ان کی حالت پر چھوڑ دو اور داڑھیاں

---

❶ أحکام و مسائل از مبشر احمد ربانی ص: ۶۷۱، ۶۷۲۔

❷ مجموع فتاویٰ و رسائل ابن عثیمین: ۱۱/ ۱۲۶۔

لٹکاؤ'' کے خلاف ہے۔ چنانچہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے حکم اور طریقے کی اتباع کا ارادہ رکھتا ہے وہ ان (داڑھیوں) سے کچھ بھی نہ کاٹے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ آپ داڑھی بالکل نہ کاٹتے تھے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ کار بھی یہی تھا۔ ہم سب ہی نے یہ آیت پڑھی ہے کہ سیدنا ہارون علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا ''اے میری ماں کے بیٹے! نہ میری داڑھی پکڑ اور نہ سر۔'' یہ آیت دلیل ہے کہ سیدنا ہارون علیہ السلام کی داڑھی اتنی لمبی تھی جسے پکڑا جا سکتا تھا، یہ صورت حال خاتم النبیین محمد ﷺ کی بھی تھی، بلاشبہ آپ کی داڑھی بڑی اور گھنی تھی۔ سو جو شخص آپ کی مکمل اتباع اور آپ کے حکم کی مکمل تعمیل کا ارادہ رکھتا ہے وہ اپنی داڑھی کو بالکل نہ کاٹے، نہ لمبائی سے اور نہ چوڑائی سے۔''

سوال کیا داڑھی کاٹنا جائز ہے، بالخصوص ایک مشت سے اضافی داڑھی کاٹنے کا کیا حکم ہے؟

جواب فضیلۃ الشیخ ابن عثیمین اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''صحیحین و دیگر کتب حدیث میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں خوب بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔'' یہ صحیح بخاری کے الفاظ ہیں۔ صحیح مسلم کے الفاظ یوں ہیں: مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں مکمل کرو اور ایک روایت میں ہے ''داڑھیاں باقی چھوڑ اور کاٹو نہ۔'' صحیح مسلم ہی میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں لٹکاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔'' اور صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دس چیزیں فطرت سے ہیں: مونچھیں کاٹنا اور داڑھی کو باقی چھوڑنا اور حدیث میں باقی (آٹھ چیزیں) بیان کیں۔'' یہ احادیث

دلیل ہیں کہ داڑھی کو اس کی حالت پر مکمل، وافر، لمبی اور پوری چھوڑنا واجب ہے اور داڑھی کو اس کی حالت پر چھوڑنے کے دو بڑے فائدے ہیں:

پہلا فائدہ: اس میں مشرکین کی مخالفت ہے کہ وہ داڑھیاں کاٹتے اور مونڈتے ہیں اور مشرکین کی ان کے مخصوص شعائر میں مخالفت کرنا واجب ہے تاکہ جس طرح مشرکین اور مومنوں میں باطنی فرق ہے ان کے درمیان ظاہری فرق بھی موجود رہے۔ کیونکہ ظاہری موافقت بعض اوقات ان (مشرکین) کی محبت، تعظیم اور اس شعور تک لے جاتی ہے کہ مشرکوں اور مومنوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں رہتا۔ اس وجہ سے نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انھی سے ہے۔'' شیخ الاسلام ابن تیمیہ بیان کرتے ہیں: اس حدیث کی کم از کم کیفیت یہ ہے کہ مشرکین کی مشابہت حرام ہے اگرچہ اس کا ظاہر مفہوم کفار کی مشابہت اختیار کرنے والوں کے کفر کا تقاضا کرتا ہے۔ پھر کفار کی موافقت اُن کے لیے باعث افتخار اور انھیں مسلمانوں پر غالب تسلیم کرنا ہے جب وہ یہ دیکھیں گے کہ مسلمان ان کے تابع اور مقلد ہیں (تو یہ چیز ان کے لیے باعث فخر ہے)۔ تاریخ سے وابستہ لوگوں کے لیے یہ مسلمہ چیز ہے کہ کمزور لوگ ہمیشہ سے طاقتوروں کی تقلید کرتے رہے ہیں۔

دوسرا فائدہ: داڑھی کو نہ کاٹنا اللہ تعالیٰ کی اس فطرت کے موافق ہے جس کے محاسن پر اس نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس فطرت کی مخالفت کو برا قرار دیا ہے، سوائے ان لوگوں کے جنھیں شیطان فطرتِ الٰہی سے گمراہ کردے۔ اس سے معلوم ہوا کہ داڑھی نہ کاٹنے میں فقط مشرکین کی مخالفت ہی علت نہیں بلکہ یہاں ایک دوسری علت فطرت کی موافقت بھی ہے۔

نیز داڑھی نہ کاٹنے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں انبیاء و رسل اور ان کے صالح متبعین کی موافقت بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا کہ سیدنا ہارون علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ''اے میری ماں کے بیٹے! نہ میری داڑھی پکڑ اور نہ سر۔'' (طٰہٰ: ۹۴) اور

صحیح مسلم سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کی داڑھی کے بال بہت زیادہ تھے۔

البتہ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنا جائز ہے تو بعض علماء کا یہ موقف ہے کہ ایک مشت سے اضافی داڑھی کاٹی جا سکتی ہے اور انھوں نے صحیح بخاری میں مروی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر سے دلیل لی ہے کہ وہ جب حج یا عمرہ کرتے تو داڑھی کو مٹھی میں لیتے اور اضافی بال کاٹ دیتے تھے۔ لیکن افضل یہ ہے کہ داڑھی کے بارے میں مروی سابقہ احادیث پر عمل کیا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کی کسی حالت کو (عموم سے) مستثنیٰ نہیں کیا۔"[1]

سعودی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ:

سوال بعض خیر خواہوں نے سعودی فتویٰ کمیٹی کو دبیان بن محمد الدبیان کی کتاب " الإنصاف فیما جاء فی أخذ من اللحیة و تغییر الشیب بالسواد من الخلاف " جس میں بیان ہے کہ ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنا جائز ہے اور بالوں کو سیاہ کرنا مکروہ ہے حرام نہیں، اس کے بارے میں سوال کیا ہے۔

جواب "مذکورہ کتاب میں بیان کردہ دونوں مسئلے فاش غلطی ہیں کیونکہ شریعت مطہرہ میں فطرت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے داڑھی کو بڑھانے کا حکم دینے کی رو سے داڑھی کو باقی رکھنا اور نہ کاٹنا واجب ہے۔ اصل میں امر وجوب کا معنی دیتا ہے اور حدیث میں مشرکین اور مجوسیوں وغیرہ کی مخالفت کا حکم ہے نیز نہی حرمت کے لیے ہے اور گزشتہ دلائل کی رو سے مسلمان پر داڑھی میں کسی بھی قسم کی چھیڑ خانی: اسے مونڈنا، کاٹنا اور نوچنا حرام ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(داڑھی رکھنا) فطرت سے ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ

---

[1] مجموع فتاویٰ و رسائل ابن عثیمین: ۱۱/ ۱۲۷، ۱۲۸۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ”دس چیزیں فطرت سے ہیں: مونچھیں پست کرنا، داڑھی باقی چھوڑنا اور مسواک کرنا“ اسے احمد، مسلم اور اصحاب السنن نے روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ کی سنت سے دلیل یہ ہے کہ آپ کی صفت ثابت ہے کہ آپ کی داڑھی گھنی تھی۔“ (سنن نسائی: ۵۲۳۲) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی داڑھی کے بال بہت زیادہ تھے۔“ (صحیح مسلم: ۲۳۴۴) اور صحیح بخاری وغیرہ میں ابو معمر سے مروی ہے کہ سری نماز میں مقتدی آپ کی قراءت آپ کے داڑھی ملنے سے پہچانتے تھے۔“

نبی ﷺ نے داڑھی بڑھانے اور نہ کاٹنے کا حکم دیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بہت سی صحیح احادیث میں یہ حکم وارد ہوا ہے جن کے الفاظ یہ ہیں: ”أعفوا اللحى“ (داڑھیاں نہ کاٹو)، أرخوا (داڑھیاں لٹکاؤ)، وفروا (داڑھیاں خوب بڑھاؤ) أوفوا (داڑھیاں پوری رکھو) ۔ ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ داڑھیوں کے ساتھ کسی بھی طرح کی چھیڑ خانی نہ کی جائے، نہ مونڈ کر، نہ کاٹ کر اور نہ بال نوچ کر۔ داڑھی کو نہ کاٹنے اور اس کی حالت پر باقی چھوڑنے کے وجوب پر ابن حزم نے اجماع نقل کیا ہے، ابن مفلح نے ابن حزم سے اجماع کی حکایت ”الفروع: ۱/۱۳۱“ سے نقل کی۔

سو ہر مسلمان پر داڑھی کو نہ کاٹنا اور باقی چھوڑنا واجب ہے، فطرت کو باقی رکھتے ہوئے، نبی ﷺ کے فعل کی اتباع کرتے ہوئے اور داڑھی کو باقی چھوڑنے کے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے۔ کیونکہ یہ مسلمہ اصول ہے کہ امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے جب تک کوئی قرینہ صارفہ نہ پایا جائے اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے۔ (اس لیے اسے وجوب ہی پر محمول کیا جائے گا۔)

نیز مذکورہ دلائل کی رو سے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ داڑھی میں کسی قسم کی چھیڑ خانی کرے یعنی اسے مونڈنا، کاٹنا اور بال نوچنا ناجائز ہے۔ پھر نبی ﷺ نے مشرکین اور مجوسیوں کی مشابہت سے منع کیا ہے اور نہی کا اصول یہ ہے کہ یہ حرمت کے لیے ہے جب تک

کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو اور یہاں (داڑھی کاٹنے کی ممانعت میں) کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے۔

نیز ایک مشت سے زائد داڑھی کے جواز کا موقف سنت نبویہ سے ثابت واضح شرعی دلائل کے خلاف ہے۔ (اور اختلاف کی صورت میں سنت نبویہ کی اتباع کی تاکید ہے)۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر: ٧]

"اور رسول جو تمھیں دے وہ لے لو اور جس سے تمھیں روکے رک جاؤ۔"

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: ٢١]

"بلاشبہ تمھارے لیے اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ [الأحزاب: ٣٦]

"اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو۔"

پس مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرے شرعی دلائل کی مخالفت ترک کر دے کیونکہ نبی معصوم کی اتباع واجب ہے۔[1]

مفتی اعظم عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال کسی سائل نے مجھ سے درج ذیل سوالات کیے ہیں: ۱۔ کیا داڑھی کو بڑھانا واجب ہے یا جائز؟ ۲۔ کیا داڑھی مونڈنا گناہ اور دین میں کوتاہی ہے؟ ۳۔ مونچھیں بڑھانا اور

[1] فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الافتاء: ٢١٠٢٦۔

داڑھی منڈوانے کا کیا حکم ہے؟

جواب صحیحین میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ، مشرکین کی مخالفت کرو۔'' ① صحیح مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں لٹکاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔'' ② اور سنن نسائی میں سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی کچھ مونچھیں نہ کاٹیں وہ ہم سے نہیں ہے۔'' ③ علامہ کبیر حافظ شہیر ابو محمد ابن حزم بیان کرتے ہیں:

علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ مونچھیں کاٹنا اور داڑھی نہ کاٹنا فرض ہے۔

مونچھیں پست کرنے اور داڑھیاں بڑھانے، لٹکانے اور ان کی تعظیم کے بارے میں مروی روایات اور ان پر علماء کی نگارشات بہت زیادہ ہیں جن کا یہاں احاطہ مشکل ہے۔ البتہ گزشتہ احادیث اور حافظ ابن حزم کا اس مسئلہ پر اجماع نقل کرنے سے گزشتہ تینوں سوالوں کے جواب مل جاتے ہیں۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ داڑھی کو بڑھانا، اسے وافر کرنا اور لٹکانا فرض ہے جسے ترک کرنا ناجائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھیاں بڑھانے اور لٹکانے کا حکم دیا ہے اور آپ کا حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ [الحشر: ۷]

''اور رسول جو تمھیں دے وہ لے لو اور جس سے تمھیں روکے رک جاؤ۔'' ④

---

① صحیح بخاری: ۵۸۹۳، صحیح مسلم: ۲۵۹۔
② صحیح مسلم: ۲۶۰۔
③ جامع ترمذی: ۲۷۶۱، سنن نسائی: ۵۰۴۷۔
④ مجموع فتاویٰ ابن باز: ۳/۲۶۲،۳۶۳۔

داڑھی کاٹنے والوں کے دلائل اور تنقیدانہ جائزہ

ذیل میں ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنے والوں کے دلائل، ان کے غلط استدلالات اور غلط تاویلات وتشریحات کا تفصیل سے جائزہ لیا جائے گا۔ تفصیل درج ذیل ہے:

احادیث نبویہ سے استدلال:

ایک مشت سے زائد داڑھی کٹوانے والے درج ذیل احادیث نبویہ سے استدلال کرتے ہیں۔ جو محدثین کے ہاں ضعیف اور نا قابل احتجاج ہیں۔

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُولِهَا » ①

''بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کو چوڑائی اور لمبائی سے کاٹا کرتے تھے۔''

۲۔ سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مِنْ طُولِ لِحْيَتِهِ، وَلَكِنْ مِنَ الصُّدْغَيْنِ » ②

''تم میں سے کوئی شخص لمبائی سے داڑھی نہ کاٹے بلکہ کنپٹیوں سے کاٹ لے۔''

۳۔ ایک سر پھرے نے آئندہ روایت کو بھی ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنے کی دلیل

---

① موضوع: جامع ترمذی : ۲۷۶۲۔سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۲۸۸۔ عمر بن ہارون بن یزید ثقفی متروک راوی ہے۔

② ضعیف جدا: الكامل فی ضعفاء الرجال: ۲/۲۶۰۔ تاریخ بغداد: ۵/۱۸۷۔ سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۵۴۵۳۔ عفیر بن معدان ضعیف راوی ہے۔

کے طور پر پیش کر دیا ہے۔ پہلے روایت ملاحظہ کریں اس کے بعد روایت کے الفاظ اور سند پر بحث ہو گی۔

معروف تابعی اور فقیہ محدث و مفسر مجاہد بیان کرتے ہیں:

« رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا طَوِيْلَ اللِّحْيَةِ فَقَالَ: لِمَ يُشَوِّهُ أَحَدُكُمْ نَفْسَهُ؟ قَالَ: وَرَأَى رَجُلًا ثَائِرَ الرَّأْسِ، يَعْنِي شَعِثًا، فَقَالَ: مَهْ، أَحْسِنْ إِلَى شَعْرِكَ أَوِ احْلِقْهُ »①

''نبی ﷺ نے ایک لمبی داڑھی والا شخص دیکھا اور اسے کہا: تم میں سے کوئی شخص خود کو بھدا کیوں بناتا ہے اور ایک شخص کو پراگندہ سر دیکھا تو فرمایا: یہ حالت ترک کر دے، اپنے بال آراستہ کر یا سر مونڈ دے۔''

مرسل حدیث محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے۔ اس کے بارے میں علمائے محدثین کے اقوال بیان کرنے سے پہلے کچھ معروضات ملاحظہ کریں:

ا۔ حدیث مذکور ضعیف تو ہے ہی اس میں لمبی داڑھی والے شخص کو کہیں بھی داڑھی کاٹنے کا حکم نہیں ہے بلکہ روایت کے اگلے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ داڑھی بڑی تھی اور پراگندہ تھی، کیونکہ پراگندہ سر کے بال انسانی شکل بگاڑ دیتے ہیں تو داڑھی لمبی اور گرد و غبار سے اٹی اور پراگندہ ہو تو ایسی کیفیت انسانی شکل کو بگاڑ دیتی اور اسے بھدہ بنا دیتی ہے، مقصود بالوں کو سنوارنا اور انھیں پراگندگی سے بچانا تھا۔ دیکھیں اسی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اسے داڑھی کاٹنے، چھوٹا کرنے یا مونڈنے کے لیے کوئی لفظ استعمال نہیں کیا جب کہ سر کے بال کاٹنا اور مونڈنا جائز ہیں وہاں آپ نے سر کے بال سنوارنے یا مونڈنے کا اختیار دیا ہے۔ یہی الفاظ داڑھی کاٹنے کے جواز بنانے والے کے خلاف دلیل ہیں کہ اس سے داڑھی نہ کاٹنا ثابت ہوتا ہے، داڑھی کاٹنا نہیں۔

① مرسل ضعیف: المراسیل لابی داؤد: ص: ۳۱۶ : ٤٤٨۔

لیکن یہاں تو معاملہ الٹا ہے۔ لیلیٰ نظر آتا ہے مجنوں نظر آتی ہے۔ مقصود ہر بات سے ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنا ثابت کرنا ہے۔

۲۔ دوسرا یہ مانتے ہوئے کہ یہ حدیث مرسل ہے، ایک آزاد منش نے اسے مرسل صحیح لکھا ہے، جو اصول حدیث سے جہالت کا کھلا اعتراف ہے اور دوسرا یہ انتہائی بد نیتی اور خیانت کا مظاہرہ کیا گیا ہے کہ دو چار علماء کے مرسل حدیث کی قبولیت کے اعتراف کو پیش کر کے تمام محدثین جو مرسل روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور ہر اصول حدیث کی کتاب میں مرسل کو غیر مقبول احادیث میں درج کر کے یہ ثابت کرنا کہ مرسل روایت حجت نہیں ہے، شدید علمی خیانت کا ڈھٹائی سے مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اپنی علمی حیثیت تو اس شاہ بلوط کے جاننے والوں پر واضح ہی ہے اور بقول فردے: "گنجی دھوئے گی کیا اور نچوڑے گی کیا" کے مصداق الجھن تو کوئی نہیں، لیکن اس قدر گھٹیا حرکات اور ایسی بے سروپا تاویلات کی توقع نہیں تھی۔ یہاں موصوف حافظ ابن حجر، امام ابن تیمیہ، علامہ البانی اور دیگر علماء کی مرسل روایت کے بارے میں تصریحات کو بھی بھول گئے اور قارئین کے لیے ان ائمہ کا نقطہ نظر واضح کرنا بھی یاد نہ رہا۔ وجہ صرف یہی تھی کہ یہاں ان ائمہ کے اقوال اپنے موقف کے مخالف تھے، لہٰذا یہاں نہ ان کی علمیت معتبر ہے اور نہ استدلال قابل عمل۔ ذیل میں ائمہ محدثین کے عبارات سے یہ ثابت کریں گے کہ مرسل روایت مطلق ضعیف ہے اور محدثین کے نزدیک مرسل صحیح کا تصور ناپید ہے۔

مرسل حدیث کے ضعف پر محدثین کا فیصلہ:

مرسل حدیث کے بارے میں قول فیصل اور محدثین کی آراء پیش خدمت ہیں:

۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« ضَعْفُ الْحَدِيْثِ الْمُرْسَلِ : اَلْأَوَّلُ : أَنَّ الْحَدِيْثَ الْمُرْسَلَ، وَلَوْ كَانَ الْمُرْسِلُ ثِقَةً، لَا يُحْتَجُّ بِهِ عِنْدَ اَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ، كَمَا بَيَّنَهُ ابْنُ

الصَّلَاحِ فِی عُلُوْمِ الْحَدِیْثِ وَجَزَمَ هُوَ بِهِ فَقَالَ: ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ حُكْمَ الْمُرْسَلِ حُكْمُ الْحَدِیْثِ الضَّعِیْفِ، إِلَّا أَنْ صَحَّ مَخْرَجُهُ بِمَجِیْئِهِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ كَمَا سَبَقَ بَیَانُهُ، وَمَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ سُقُوْطِ الْاِحْتِجَاجِ بِالْمُرْسَلِ وَالْحُكْمِ بِضَعْفِهِ، هُوَ الْمَذْهَبُ الَّذِی اسْتَقَرَّ عَلَیْهِ آرَاءُ جَمَاهِیْرِ حُفَّاظِ الْحَدِیْثِ، وَنُقَّادِ الْأَثَرِ، وَقَدْ تَدَاوَلُوْهُ فِی تَصَانِیْفِهِمْ اَلْأَمْرُ الثَّانِیْ: مَعْرِفَةُ سَبَبِ عَدَمِ احْتِجَاجِ الْمُحَدِّثِیْنَ بِالْمُرْسَلِ مِنَ الْحَدِیْثِ، فَاعْلَمْ أَنَّ سَبَبَ ذٰلِكَ إِنَّمَا هُوَ جَهَالَةُ الْوَسَاطَةِ الَّتِی رَوَی عَنْهَا الْمُرْسِلُ الْحَدِیْثَ، وَقَدْ بَیَّنَ ذٰلِكَ الْخَطِیْبُ الْبَغْدَادِیُّ فِی الْكِفَایَةِ فِی عِلْمِ الرِّوَایَةِ، حَیْثُ قَالَ: ص: ۲۸۷، بَعْدَ أَنْ حَكَی الْخِلَافَ بِالْعَمَلِ الْمُرْسَلِ: وَالَّذِی نَخْتَارُهُ سُقُوْطَ فَرْضِ الْعَمَلِ بِالْمَرَاسِیْلِ، وَأَنَّ الْمُرْسَلَ غَیْرُ مَقْبُوْلٍ، وَالَّذِی یَدُلُّ عَلَی ذٰلِكَ أَنَّ إِرْسَالَ الْحَدِیْثِ یُؤَدِّی إِلَی الْجَهْلِ بِعَیْنِ رَاوِیْهِ، وَیَسْتَحِیْلُ الْعِلْمُ بِعَدَالَتِهِ مَعَ الْجَهْلِ بِعَیْنِهِ، وَقَدْ بَیَّنَّا مِنْ قَبْلُ أَنَّهُ لَا یَجُوْزُ قُبُوْلُ الْخَبَرِ إِلَّا مِمَّنْ عُرِفَتْ عَدَالَتُهُ فَوَجَبَ كَذٰلِكَ كَوْنُهُ غَیْرَ مَقْبُوْلٍ، وَأَیْضًا فَإِنَّ الْعَدْلَ لَوْ سُئِلَ عَمَّنْ أَرْسَلَ عَنْهُ؟ فَلَمْ یُعَدِّلْهُ، لَمْ یَجِبِ الْعَمَلُ بِخَبَرِهِ، إِذَا لَمْ یَكُنْ مَعْرُوْفَ الْعَدَالَةِ مِنْ جِهَةِ غَیْرِهِ، وَكَذٰلِكَ حَالُهُ إِذَا ابْتَدَأَ الْإِمْسَاكَ عَنْ ذِكْرِهِ وَتَعْدِیْلِهِ، لِأَنَّهُ مِنَ الْإِمْسَاكِ عَنْ ذِكْرِهِ غَیْرُ مُعَدِّلٍ لَهُ، فَوَجَبَ أَنْ لَا یُقْبَلَ الْخَبَرُ عَنْهُ» [1]

"مرسل حدیث کا ضعیف ہونا: یہ بحث دو بنیادی چیزوں کی تحقیق پر مشتمل ہے۔

اول: مرسل ضعیف حدیث ہے، خواہ مرسل روایت بیان (کرنے والا تابعی) ثقہ ہی ہو، یہ

[1] نصب المجانیق لنسف قصة الغرانیق ص: ۴۲۔

روایت ائمہ محدثین کے نزدیک ناقابل احتجاج ہے، جیسا کہ ابن صلاح نے یہ بحث "علوم الحدیث" میں بیان کی ہے اور اسی موقف کو درست قرار دیا ہے۔ بیان کرتے ہیں: جان لیجیے کہ مرسل حدیث کا حکم ضعیف حدیث کا ہے الا کہ یہ روایت کسی اور سند سے صحیح ہو (تب اس صحیح حدیث کی متابعت سے مرسل حدیث صحیح ہوگی)، جیسا کہ یہ پیچھے بیان ہوا ہے...... ہم نے یہ جو موقف بیان کیا ہے کہ مرسل حدیث ناقابل احتجاج اور ضعیف ہے، یہ موقف جمہور حفاظ حدیث اور نقاد حدیث کے نزدیک قائم و ثابت ہے اور یہ موقف انھوں نے اپنی کتب میں مسلسل بیان کیا ہے۔

دوم: مرسل حدیث کو محدثین قابل احتجاج کیوں نہیں تسلیم کرتے، اس کی معرفت و سبب: جان لیجیے کہ (محدثین نے مرسل حدیث سے حجت اس لیے نہیں لی کہ) اس کا سبب اس واسطہ کا مجہول ہونا ہے جس سے ارسال کرنے والا راوی (تابعی) روایت کرتا ہے۔ (اس علت و سبب کو) خطیب بغدادی نے "الكفاية فى علم الرواية ص: ۲۸" مرسل حدیث کے حجت و عدم حجت ہونے کے مختلف مواقف بیان کرنے کے بعد بیان کیا ہے: یہ موقف جسے ہم نے راجح قرار دیا ہے کہ مرسل روایت پر عمل ساقط ہے اور مرسل روایت ضعیف ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث کے مرسل ہونے سے ایک معین راوی کی جہالت ثابت ہوتی ہے اور ایک معین راوی کے مجہول ہونے سے اس کی عدالت و ثقاہت کا علم ہونا ناممکن ہے اور ہم یہ مسئلہ بیان کر چکے ہیں کہ صرف اس راوی کی حدیث مقبول ہے، جس کا عادل ہونا معروف ہو۔ سو (ایسے مجہول راوی کی روایت کا) غیر مقبول ہونا لازم آتا ہے۔ اسی طرح اگر (مرسل روایت بیان کرنے والا راوی عادل ہو اور اس سے سوال کیا جائے کہ اس نے یہ مرسل روایت کسی سے بیان کی ہے اور وہ اسے (جس سے اس نے روایت کی ہے) عادل قرار نہ دے تو ایسی حدیث کو چھوڑنا واجب ہے، جب وہ کسی اور جہت سے بھی عادل نہیں ہے اور یہی حال اس روایت کا (مرسل بیان کرنے والا) جس راوی کا نہ ذکر کرے اور نہ اسے عادل

قرار دے کیونکہ اس کا ذکر نہ کرنا اسے غیر عادل قرار دینا ہے۔ سو ایسی حدیث پر عمل نہ کرنا واجب ہے۔

۲۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مرسل حدیث کے مردود ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

« وَإِنَّمَا ذُكِرَ فِي قِسْمِ الْمَرْدُوْدِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوْفِ : لِأَنَّهُ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُوْنَ صَحَابِيًّا، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُوْنَ تَابِعِيًّا، وَعَلَى الثَّانِيْ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُوْنَ ضَعِيْفًا، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُوْنَ ثِقَةً، وَعَلَى الثَّانِيْ، يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُوْنَ حَمَلَ عَنْ صَحَابِيٍّ وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُوْنَ حَمَلَ عَنْ تَابِعِيٍّ آخَرَ، وَعَلَى الثَّانِيْ فَيَعُوْدُ الْاِحْتِمَالُ السَّابِقُ، وَيَتَعَدَّدُ، أَمَّا بِالتَّجْوِيْزِ الْعَقْلِيِّ فَإِلَى مَا لَا نِهَايَةَ لَهُ، وَأَمَّا بِالْاِسْتِقْرَاءِ فَإِلَى سِتَّةٍ أَوْ سَبْعَةٍ، وَهُوَ أَكْثَرُ مَا وُجِدَ مِنْ رِوَايَةِ بَعْضِ التَّابِعِيْنَ عَنْ بَعْضٍ »

''مرسل روایت کو مردود روایت کی قسم میں محذوف راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ (اس محذوف راوی کے بارے میں) احتمال ہے کہ ممکن ہے وہ صحابی اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ تابعی ہو۔ دوسرا (تابعی) ہونے کی صورت میں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ضعیف ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ثقہ ہو۔ پھر دوسرا (تابعی ہونے کی صورت) میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے صحابی سے روایت لی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے تابعی سے روایت لی ہو اور دوسرا ہونے کی صورت میں سابقہ احتمالات (کہ راوی ثقہ ہے یا ضعیف وغیرہ) سمیت کئی احتمالات پیدا ہوتے ہیں۔ عقلی اعتبار سے تو لامحدود احتمالات جنم لیتے ہیں لیکن تحقیق وتتبع سے یہ چھ یا سات احتمالات بنتے ہیں۔ (ان احتمالات کی موجودگی میں راوی پر اعتماد کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور اس کی ذات اور حالت سے آگاہی مشکل ہوتی ہے، اس لیے محدثین اس غیر معروف راوی کی روایت کو ضعیف قرار

دیتے ہیں)۔ نیز مرسل روایات کی اکثریت کا انحصار تابعین کا تابعین سے روایت کرنا ہے۔

پھر یہ شوشہ کہ جو ثقہ راویوں سے مرسل روایت کرے، ایسے راوی کی روایت مقبول ہوتی ہے، اس کا رد کرتے ہوئے جمہور محدثین کا موقف بیان کرتے ہیں:

« فإنْ عُرِفَ مِنْ عَادَةِ التَّابِعِيِّ أَنَّهُ لَا يُرْسِلُ إِلَّا عَنْ ثِقَةٍ، فَذَهَبَ جُمْهُوْرُ الْمُحَدِّثِيْنَ إِلَى التَّوَقُّفِ لِبَقَاءِ الْإِحْتِمَالِ، وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيْ أَحْمَدَ »

"پھر اگر کسی تابعی کے بارے میں معروف ہو کہ وہ کسی ثقہ راوی ہی سے مرسل روایت کرتا ہے تو جمہور محدثین کا موقف ہے کہ اس روایت میں یہ احتمال ہونے کی (وجہ سے کہ ممکن ہے وہ اس کے نزدیک ثقہ ہو اور باقی محدثین کے نزدیک غیر ثقہ ہو یا یہ احتمال کہ وہ کبھی ضعیف راوی سے بھی روایت کر سکتا ہے) ایسی روایت کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔ امام احمد سے بھی (اس موقف کے بارے میں) ایک قول منقول ہے۔[1]

۳۔ امام مسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَالْمُرْسَلُ مِنَ الرِّوَايَاتِ فِي أَصْلِ قَوْلِنَا، وَقَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْأَخْبَارِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ »[2]

"ہمارے اور محدثین کے راجح قول کے مطابق مرسل روایات حجت نہیں ہیں۔"

۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ ایسی مرسل روایت، جو متعدد مرسل سندوں سے مروی ہو، کے ضعیف ہونے کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

« وَبِالْجُمْلَةِ فَالْمَانِعُ مِنَ الْاِسْتِدْلَالِ بِالْحَدِيْثِ الْمُرْسَلِ الَّذِيْ

❶ نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر، ص : ۸۲، ۸۳۔

❷ مقدمة صحيح مسلم، ص: ۲۰۔

تَعَدَّدَ مُرْسِلُوْهُ أَحَدُ الِاحْتِمَالَيْنِ، اَلْأَوَّلُ: أَنْ يَكُوْنَ مَصْدَرُ الْمُرْسِلِيْنَ وَاحِدًا، اَلثَّانِيْ: أَنْ يَكُوْنُوْا جَمْعًا، وَلٰكِنَّهُمْ جَمِيْعًا ضُعَفَاءُ ضَعْفًا شَدِيْدًا » ①

"بالجملہ ایسی مرسل روایت جس کی متعدد سندیں ہوں سے استدلال سے مانع دو احتمال ہیں۔ اول: تمام مرسل روایت بیان کرنے والوں کا مصدر ایک ہی ہو (اس صورت میں ارسال کرنے والوں کی تعداد کے زیادہ ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔"

دوم: مرسل روایت کرنے والوں کے واسطے زیادہ ہوں اور ان سارے (محذوف راویوں میں) شدید ضعف پایا جاتا ہو۔ (اس صورت میں متعدد افراد کا ہونا فائدمند نہیں)۔"

ائمہ محدثین کی ان تصریحات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرسل روایت ایک سند سے مروی ہو یا متعدد سندوں سے وہ ضعیف ہی قرار پاتی ہے۔ محدثین کے نزدیک راجح موقف یہ ہے۔ باقی اکا دکا اختلاف ہر مسئلے میں ہے، اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا، ورنہ اختلافات کے پیچھے پڑنے سے نہ توحید محفوظ رہتی، نہ رسالت، نہ خلافت نہ قرآن نہ سنت اور ایک کرامیہ فرقہ ہے جو من گھڑت روایات گھڑنے کو کار ثواب اور دین کی خدمت سمجھتا ہے۔ سو اختلافی نقطہ نظر کے بجائے راجح اور حق بات کو دیکھا جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتاب و سنت کے درست مفہوم کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کی غلط تاویلات کرنے اور ان میں کجی تلاش کرنے سے روکا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؔ ۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ رَبَّنَا لَا

① نصب المجانيق لنسف قصة الغرانيق ص: ٤٥۔

تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ

''وہی ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اتاری، جس میں کچھ آیات محکم ہیں، وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، پھر جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے ان کی پیروی کرتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، فتنے کی تلاش کے لیے اور ان کی اصل مراد کی تلاش کے لیے، حالانکہ ان کی اصل مراد نہیں جانتا مگر اللہ اور جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر جو عقلوں والے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر، اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بے حد عطا کرنے والا ہے۔'' [آل عمران: ۷، ۸]

تفسیر:

❖ حافظ عبد السلام بن محمد لکھتے ہیں:

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ ......: یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے اور جن کا مشغلہ ہی محض فتنہ جوئی ہوتا ہے، وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں اور چونکہ وہ کئی معانی کا احتمال رکھتی ہیں، اس لیے وہ ان سے وہ معانی نکالتے ہیں جو قرآن کی صریح اور محکم آیات کے خلاف ہوتے ہیں، فتنے کی تلاش کے لیے اور اپنے خیال میں اس کی اصل مراد تلاش کرنے کے لیے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو ''اولوا الالباب'' تک پڑھا پھر فرمایا: ''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے سو تم ان سے بچو۔'' [بخاری، التفسیر، باب: منه آیات محکمات: ۴۵۴۷] [1]

[1] تفسیر القرآن الکریم: ۱/ ۲۴۰۔

آثار صحابہ سے استدلال:

ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنے کے جواز کے قائلین پورے زور وشور سے یہ مہم چلاتے ہیں کہ داڑھی کی احادیث بیان کرنے والے تمام صحابہ ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹا کرتے تھے، اب صحابی اپنی مروی روایت کی مخالفت تھوڑی کر سکتا ہے۔ سو داڑھی کے بارے میں مروی روایات کے راوی صحابہ کا یہ عمل داڑھی کی مقدار کی تعیین کرتا ہے۔ اس لیے داڑھی کے الفاظ جن میں داڑھی بڑھانے، باقی چھوڑنے، طول دینے اور لٹکانے وغیرہ کا حکم ہے اس کی زیادہ سے زیادہ مقدار ایک مشت ہے۔ ایک مشت سے کم داڑھی کاٹنا حرام ہے اور ایک مشت داڑھی پوری کر کے اضافی داڑھی کاٹنا جائز قرار پاتا ہے۔ اس مہم میں یہ کامیاب نظر آتے ہیں اور ان فرضی تخمینوں اور ضرب وتقسیم کے فرضی نتائج کو سن کر علماء و عامی سبھی یہ اعتراف کرتے نظر آتے ہیں کہ داڑھی کی روایت کرنے والے تمام صحابہ کا داڑھی کٹوانا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ عمل خلاف شریعت اور غیر شرعی نہیں ہے اور اصول فقہ کا یہ قاعدہ کہ "راوی اپنی روایت کا مفہوم باقی لوگوں سے زیادہ جانتا ہے۔" اس سے داڑھی کے بارے میں مروی نبوی فرمودات پر عمل کی رہی سہی کسر بھی دم توڑ جاتی ہے اور دین میں کجی کے رسیا اور خواہشات کے اسیر اس نقطہ پر زور دیتے ہوئے عام و خاص لوگوں کو پوری دیدہ دلیری سے گمراہ کرتے اور اپنی علمیت کی دھاک بٹھانے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ یہ سارے فرضی تخمینے ہیں صحابہ کے فہم وتعبیر اور مرفوع احادیث کی تعیین میں جن کا دور سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ فرضی دلائل کا ایسا گورکھ دھندہ ہے جس کی نہ کوئی اصل ہے اور نہ کوئی دلیل۔ نہ داڑھی کے احادیث بیان کرنے والے صحابہ کا یہ فہم ہے اور نہ وہ ایک مشت سے زائد داڑھی کو داڑھی کی حد بیان کرتے ہیں، نہ ان کا یہ موقف تھا اور نہ وہ اس پر عمل پیرا تھے۔ صرف دو صحابی حج وعمرہ کے موقع پر بالوں کی تقصیر کے مسئلہ میں داڑھی کے بالوں کو تقصیر میں شامل کرتے ہیں، عام حالات میں داڑھی کٹوانا نہ ان کے فعل سے ثابت ہے اور نہ ان کے

قول وفہم سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ سارے صحابہ داڑھی کو اس کی حالت پر باقی رکھنے کے قائل تھے۔ حج وعمرہ کے خاص موقع پر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما داڑھی کے کچھ بال کاٹنے کے قائل تھے۔ پھر حج وعمرہ میں بھی ان کا ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنے پر اتفاق نہیں ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تقصیر کے مسئلہ میں داڑھی کاٹنے کو بھی تقصیر میں شامل کرتے ہیں لیکن ان سے اس کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کوئی حد کا کوئی بیان نہیں ہے۔ بلکہ ان کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ تقصیر میں لمبائی میں داڑھی کاٹنے کے قائل نہ تھے، ان کے نزدیک احرام کھول کر رخساروں سے کچھ بال کٹوا لینے چاہییں، ان سے لمبائی میں داڑھی کٹوانا تقصیر میں بھی ثابت نہیں ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حج وعمرہ سے حلال ہوتے وقت ایک مشت سے اضافی داڑھی کاٹی ہے، یہ ان کا ذاتی عمل ہے۔ لیکن اس سے داڑھی کی زیادہ سے زیادہ مقدار ایک مشت ثابت کرنا بالکل بھی ثابت نہیں ہے۔ ان کے ذاتی عمل سے ہر چھوٹی اور بڑی داڑھی والے کے لیے ایک مقدار مقرر کرنا نہ ان کا فہم ہے اور نہ ان کے ذاتی فعل سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ اس کے لیے ان کی داڑھی کی مقدار کا تعین کرنا پڑے گا کہ ان کی داڑھی کی مقدار کتنی تھی؛ ایک مشت، دو مشت یا تین مشت۔ ان کی داڑھی کی اصل ہیئت کے بعد کوئی فیصلہ ممکن ہو گا۔ جب ان کی داڑھی کی مقدار سرے سے ثابت نہیں تو تقصیر کے مسئلہ میں ان کے ذاتی اجتہاد سے ان لوگوں کو کیسے نکالا جا سکتا ہے جن کی داڑھیاں ایک مشت سے کم ہیں اور ایسے لوگوں کی داڑھیوں کو ایک مشت سے زیادہ کیسے کاٹا جائے گا جن کی داڑھیاں ڈیڑھ، دو، اڑھائی یا تین مشت ہیں۔ اس کی واضح نص کے بغیر اپنی لچ تلنے سے مسائل ثابت نہیں ہوتے۔ کیونکہ جہاں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک مشت سے اضافی داڑھی کاٹنا ثابت ہے وہاں ان کے بالمقابل سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تقصیر میں سب کے لیے داڑھی کاٹنا مناسک حج میں سے ہے، جن کی داڑھیاں ہیں، خواہ داڑھی نصف مشت، ایک مشت، دو مشت یا

تین مشت ہو۔ اب یہاں تقصیر کا مسئلہ ہے تو اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد حجاج و معتمرین پر سر کے بالوں کے بارے میں دو میں سے ایک چیز فرض قرار پاتی ہے۔ سر منڈوانا یا بالوں کی تقصیر (یعنی سر کے بال کاٹنا)۔ حلق (سر منڈوانا) صرف مردوں کے لیے خاص ہے اور تقصیر کا حکم مرد و زن دونوں کو شامل ہے۔ یعنی مردوں کو سر منڈوانے اور سر کا بال کاٹنے میں اختیار ہے، لیکن عورتیں سر کی تقصیر ہی کریں گی۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

«لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ حَلْقٌ، إِنَّمَا عَلَى النِّسَاءِ التَّقْصِيْرُ» [1]

”(حج و عمرہ کی تکمیل پر) عورتوں پر حلق (سر منڈوانا نہیں ہے، عورتوں پر صرف تقصیر (سر کے کچھ بال کٹوانا) ہے۔“

چنانچہ تقصیر کی کوئی معین حد مقرر نہیں اس لیے اسے ایک مشت تک لے جانا کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں، اس کی کوئی مقرر حد بیان نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ عورت حج و عمرہ کے بعد سر کے معمولی سے بال کاٹ لے تو اس کا یہ فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔ نیز سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنے پر قیاس کرتے ہوئے یہ روشن خیال اسکالر عورتوں کو ایک مشت سے اضافی بال کاٹنے پر برانگیختہ نہیں کرتے۔ ورنہ فتنوں کے اس دور میں ایسے اسکالروں کی عورت کے ہاں ریٹنگ بہت بڑھ سکتی اور عورتوں کے مختلف ہئر اسٹائل شریعت کے تابع ہو سکتے ہیں۔ اس مسئلہ پر تھوڑا سا زور دے کر فیشن ایبل عورتوں کی دلی مراد پوری کی جاسکتی ہے اور قیاس و اجتہاد کے پیمانوں کو حرکت دے کر بیوٹی پارلرز میں ہونے والے غیر شرعی عوامل کو شریعت کی چھتری فراہم کی جاسکتی ہے۔ آئندہ بحث میں ہم یہ وضاحت کریں گے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حج و عمرہ میں تقصیر میں داڑھی کو کاٹنا شامل کرتے تھے، جو ان کا غلط اجتہاد تھا کیونکہ نبی ﷺ

---

[1] صحیح: سنن دارمی: ۱۹۴٦۔

نے حج وعمرہ ادا کیا ہے اور حج اور کسی بھی عمرے کے موقع پر آپ کی قولی، فعلی اور تقریری سنت سے داڑھی کو تقصیر میں شامل کرنا ثابت نہیں۔ جو چیز عہد رسالت میں ثابت نہ ہو وہ شریعت قرار نہیں پاتی۔ پھر المیہ یہ ہے کہ ان صحابہ کے مخصوص عمل کو عام عمل کا تاثر دے کر ان کی طرف غلط نسبت کر کے عامۃ الناس کو ایک غیر شرعی عمل پر ابھارا جاتا ہے اور اسے شریعت ثابت کرنے کے لیے پوری ڈھٹائی اور بے حیائی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ پھر فتنہ گری کے خوگر اذہان ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی سے غلط مسائل کو شریعت میں دخل اندازی پر برانگیختہ کرتے، یہ آزادیٔ فکر کے سودائی اپنی جسارتوں پر فخر کرتے اور اپنی خلاف شریعت زہریلی سوچ کو معاشرے میں انڈیلنا شرعی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ چونکہ اس منفی سوچ کے لوگوں کی معاشرے میں بھر مار ہے اس لیے رسائل و جرائد کے مدیران بھی فقہ واجتہاد کی آزادی کی آڑ میں اسے ایک تحقیقی کاوش سمجھتے ہوئے، ایسے مضامین چھاپنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں جب کہ ایسے آزادیٔ اظہار کے علمبرداروں کے بارے میں شاعر مشرق علامہ اقبال کی زبانی سنیے: وہ ''آزادی'' کے عنوان سے اپنی معروف نظم میں لکھتے ہیں:

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے
حریت افکار کی نعمت ہے خدا داد
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدہ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد

اور ایسے تحقیقی بزرجمہروں کے بارے میں شاعر کا یہ شعر درست عکاسی کرتا ہے:

ہم طالب شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام
بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا

پھر شریعت میں کجی کے متلاشی اور فقہ و اجتہاد کے نام سے الٹے سیدھے فکری انتشار کے شوقین تو ہر دور میں موجود رہے ہیں، لیکن من حیث الامت امت کے عوام و خواص کا المیہ یہ رہا ہے کہ کتاب و سنت کے اصل دلائل سے ہم لوگ بھاگتے ہیں، کتاب و سنت کی بات کرنے والوں کو شدت پسندی کا طعنہ دیا جاتا ہے لیکن جو گمراہ مبلغ کتاب و سنت کے دلائل سے من پسند مفاہیم کشید کرتے ہیں اور کتاب و سنت کے دلائل کو اپنی مرضی کے تابع کر کے فقہ و اجتہاد کی آڑ میں شریعت کی کھلی مخالفت کرتے ہیں ایسے موقع پرست لوگوں کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے اور ان کی متضاد آراء اور غلط تاویلات و تعبیرات کو خوش دلی سے قبول بھی کیا جاتا ہے۔ وجہ ہم لوگ اصل اسلام سے بھاگنا چاہتے اور ایسے گمراہ مفکر ہمیں ہماری خواہشات کے مطابق مواد پیش کر کے ہماری خواہشات کی تسکین کا سامان کرتے ہیں۔ نہ تو ایسے لوگوں کے بیان کردہ الٹے سیدھے دلائل کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور نہ حقائق جاننے کے لیے کتاب و سنت سے وابستہ راسخ و مستند علماء سے رجوع کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ مدارس کے شیوخ الحدیث اور اساتذہ کتاب و سنت کے صحیح فہم سے عاری ہیں اور انھیں فقہ و اجتہاد سے خاص تعلق نہیں، اس لیے وہ دلائل کا صحیح ادراک نہیں رکھتے۔ ایک طرف کتاب و سنت کے فہم کے وہ شہسوار اور کتاب و سنت کی تعلیم و تعلم کی خاطر خود کو تدریس و تعلیم سے دنیاوی مفادات کو قربان کرنے والے یہ گوشہ نشین علماء، جن کا ہر پل کتاب و سنت کے دلائل کو سمجھنے اور دلائل و براہین کی گتھلیاں سلجھانے میں گزرتا ہے، جن کا دن رات حصول تعلیم کے لیے وقف ہے اور شرعی علوم کا ہر زینہ طے کر کے شیخ الحدیث اور افتاء کی مسند پر بیٹھنے والے مستند و راسخ فی العلم علماء ہیں۔ دوسری طرف وہ کتاب و سنت کے دلائل اور فہم سے عاری لوگ ہیں جو کسی عالم سے بیٹھ کر کوئی حدیث اور فقہی کتب کی کوئی

عبارت تک نہیں پڑھ سکتے، اسے سمجھنا اور ادراک تو بہت دور کی بات ہے۔ یہ تو سورج کو آئینہ دکھانے کے مترادف ہے۔ یہ لوگ خود کو دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ باور کراتے ہیں اور بقول نبی ﷺ ''خود گمراہ ہوتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں''۔ اس فکری گمراہی میں اور دین و آخرت کی تباہی و بربادی میں جہاں ایسے باطل پرست مبلغین و محققین کا ایک خاص کردار ہے، وہاں عامۃ الناس بھی اس فتنہ پروری میں برابر کے شریک ہیں۔ وہ کسی مستند عالم کے پاس بیٹھتے نہیں، نہ ان سے مسائل پوچھتے ہیں، نیز ایسے مفتریوں سے دلائل کا مطالبہ نہ کرنا اور کتاب و سنت سے ہٹ کر مختلف لوگوں کے اقوال و آراء سے مطمئن ہو جانا، گمراہی کے اسباب میں سے یہ چند بڑے اسباب ہیں۔ یعنی ہم دلیل سے بات کرنے اور دلیل دینے اور لینے کے قائل ہی نہیں۔ جیسا ٹوٹا پھوٹا دین ہو ہمیں قبول ہے بشرطیکہ وہ ہمارے مفادات سے نہ ٹکرائے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال ایسے لوگوں کی عکاسی ان اشعار سے کرتے ہیں:

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کر لے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد

آثار صحابہ کا تحقیقی جائزہ:

ذیل میں ہم وہ آثار بیان کریں گے، جنھیں دلیل بنا کر ایک مشت سے اضافی داڑھی کاٹنے کو جائز قرار دیا جاتا ہے۔ بلکہ ان آثار سے داڑھی کے بارے میں مروی روایات کو اپنی پسند کے مطابق ڈھالا جاتا اور اپنا من پسند مفہوم کشید کیا جاتا ہے۔

۱۔ عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ﴾ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں) کی تفسیر یوں بیان کی:

« اَلتَّفَثُ : حَلْقُ الرَّأْسِ، وَأَخْذٌ مِنَ الشَّارِبَيْنِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَالْأَخْذُ مِنَ الْعَارِضَيْنِ، وَرَمْيُ الْجِمَارِ، وَالْمَوْقِفُ بِعَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةِ » ①

"التفث" سے مراد سر مونڈنا، مونچھیں کاٹنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بال مونڈنا، ناخنا تراشنا، رخساروں کے بال کاٹنا، جمرات کو کنکریاں مارنا اور عرفہ اور مزدلفہ میں وقوف کرنا ہے۔"

۲۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« اَلتَّفَثُ الرَّمْيُ، وَالذَّبْحُ، وَالْحَلْقُ، وَالتَّقْصِيْرُ، وَالْأَخْذُ مِنَ الشَّارِبِ وَالْأَظْفَارِ وَاللِّحْيَةِ » ②

"التفث" سے مراد رمی کرنا، جانور ذبح کرنا، سر منڈوانا، بال چھوٹے کروانا، مونچھیں، ناخن اور داڑھی کاٹنا ہے۔"

فوائد:

۱۔ قارئین کرام! سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول آثار کے الفاظ دیکھ کر فیصلہ کیجیے کیا ان الفاظ میں کہیں ایک مشت سے کم داڑھی کاٹنے کی ممانعت ہے یا داڑھی سینے تک پھیلی ہو اسے بھی ایک مشت تک محدود کرنا کسی لفظ سے ثابت ہوتا ہے؟ جواب یقیناً نفی میں ہوگا تو سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر یہ کتنا بڑا بہتان ہے کہ ان کی طرف یہ موقف منسوب کیا جائے کہ وہ بھی ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنے کے قائل تھے

❶ صحیح : تفسیر طبری: ۱۸/۶۱۳۔

❷ صحیح : مصنف ابن أبی شیبة: ۱۵۶۷۳۔

اور داڑھی کی روایات کے تمام راویوں کا اس مسئلہ پر اتفاق ثابت کیا جائے کہ یہ تمام راوی ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنے میں متفق تھا۔ پھر یہ ثابت کرنا کہ ان صحابہ کا اتفاق اس بات کی دلیل ہے کہ داڑھی کی زیادہ سے زیادہ مقدار ایک مشت ہے۔ یہ کتنا بڑا جھوٹ اور ان مقدس ہستیوں کی طرف کذب بیانی ہے کہ مرفوع احادیث کے خلاف ایک محاذ بنا کر پیش کیا جائے پھر اس صورت میں مرفوع احادیث کو ترجیح دینے کے باوجود صحابہ کی وہ فکر جس کے وہ قائل ہی نہیں تھی، اس خود ساختہ فہم کی آڑ میں فرضی اقوال صحابہ کو مرفوع احادیث پر ترجیح دی جاتی ہے۔

۲۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول آثار پر بھی داڑھی کاٹنے کے جواز کے قائلین پوری طرح عمل پیرا نہیں ہے اور ان کے اقوال اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اثر میں کھلا تضاد ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما داڑھی کو نیچے سے کاٹنے کے بالکل قائل نہ تھے وہ تو محض رخساروں سے بال کاٹنے ہی کے قائل ہیں جب کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مٹھی سے نیچے داڑھی کٹوائی ہے، ان سے رخساروں سے بال کٹوانا ثابت نہیں۔ اب ایک مشت سے زیادہ داڑھی کٹوانے والے رخساروں سے داڑھی کٹوانے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں، اس بارے میں نئے اجتہاد کی ضرورت اور اس کا انتظار ہے۔

۳۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال کا تعلق حج و عمرہ کے ساتھ خاص ہے کہ وہ حج و عمرہ کی ادائیگی سے فارغ ہو کر مناسک حج میں رمی، حلق، تقصیر، داڑھی کے بال کاٹنا، زیر بغل بال نوچنا، ناخن ترشوانا، مونچھیں کاٹنا اور زیر ناف بال مونڈنا وغیرہ یہ ساری چیزیں مناسک حج میں سے ہیں اور اسے التفث میں شامل کرتے ہیں۔ یہ ایک خاص موقع کا خاص عمل ہے، اسے عموم پر محمول کرنا اصول فقہ کا کون سا قاعدہ ہے؟ جو اصول فقہ کی کتب میں مفقود اور ان خاص مجتہدین کے پاس موجود ہے۔ اس قاعدہ کو پردہ غیب سے نکال کر کتب فقہ میں شامل کرنا امت پر بہت بڑا احسان اور علم فقہ میں ایک

زبردست اضافہ شمار کیا جائے گا۔ جب کہ فقہی قواعد میں خاص عمل کو اس کے خصوص پر باقی رکھا جاتا ہے بلکہ عموم کو خصوص پر محمول کیا جاتا ہے، خصوص سے عموم ثابت نہیں ہوتا۔ یعنی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حج کے علاوہ باقی ایام میں داڑھی کاٹنے کے ہرگز قائل نہ تھے اور ان کی طرف یہ نسبت غلط اور صریح جھوٹ ہے کہ وہ اعفاء اللحیہ کی تعبیر ایک مشت کرتے تھے اور ان کے نزدیک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنا جائز ہے۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین !

۴۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کردہ اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حج سے فراغت کے بعد فقط رخساروں سے کچھ بال کاٹنے کے قائل تھے، وہ تو لمبائی سے داڑھی کاٹنے کے مطلق قائل نہ تھے۔ وہ تقصیر کے تحت رخساروں کے کچھ بال کاٹنے کے قائل تھے جب کہ ان کی طرف ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنے کا بہتان لگایا جاتا ہے، جو سراسر جھوٹ اور دروغ گوئی ہے۔ جب ان سے لمبائی میں داڑھی کاٹنا بالکل ہی ثابت نہیں تو ان کا نام لے کر داڑھی کو ایک مشت سے اضافی کاٹنے کی سند جواز پیش کرنا کیسے درست ہے؟

۵۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اگرچہ قرآن کے عظیم مفسر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا کی ہے کہ اللہ انھیں دین کی سمجھ عطا فرما۔ لیکن اس سے یہ استدلال کرنا کہ ان کی ہر طرح کی تفسیر قبول کی جائے گا یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ بلکہ باقی صحابہ کی طرح ان کا وہ مفہوم اور وہ تفسیر معتبر ہوگی جو قرآن وسنت کے موافق ہوگی۔ باقی صحابہ کی طرح ان کا کوئی قول یا تفسیری بیان کتاب وسنت کے دلائل سے ٹکرائے یا وہ شرعی مراد نہ ہو تو اسے مردود قرار دیا جائے گا۔ اس کی تفصیل تو کتاب کے آخر میں پیش کی جائے گی کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ فقہ کے اقوال کتاب وسنت کے مخالف ہوں تو انھیں رد کیا جائے گا۔ یہاں اس بات کی وضاحت کرنا مقصود ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مذکورہ تفسیری اقوال درج ذیل وجوہ سے احادیث رسول کے خلاف ہیں:

۱۔ نبی ﷺ سے ثابت احادیث میں داڑھی بڑھانے، اس کی حالت پر چھوڑنے، لٹکانے اور نہ کاٹنے کا حکم ہے جو حج وعمرہ سمیت تمام اوقات کو شامل ہے، چونکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا حج کے موقع پر داڑھی کاٹنے کا استدلال کرنا ان مرفوع احادیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۲۔ نبی ﷺ نے چار عمرے اور ایک حج کا فریضہ انجام دیا ہے اور آپ نے اور آپ کے صحابہ نے ان مواقع پر سر کے بال منڈوائے یا کٹوائے ہیں۔ مناسک حج میں بالوں کا تعلق صرف سر کے بالوں کے ساتھ ہے، مناسک حج وعمرہ میں بالوں کے مونڈنے یا کٹوانے کے حکم میں داڑھی، مونچھیں، زیر بغل بال، زیر ناف بال اور ناخن شامل نہیں ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ استدلال چونکہ حج وعمرہ کے کتاب وسنت کے بیان کردہ دلائل میں اضافہ اور آپ کے عملی حج وعمرہ کے مخالف ہے، لہٰذا ان کا یہ استدلال مردود ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول آئندہ آثار بیان کرنے کے بعد کیا جائے گا۔

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ حج وعمرہ میں ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنے کے قائل تھے۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ نافع بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا حَلَقَ فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، أَخَذَ مِنْ لِحْيَتِهِ، وَشَارِبِهِ» [1]

"سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرے میں حلق کرواتے تو اپنی داڑھی اور مونچھیں کاٹتے تھے۔"

۲۔ نافع سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

«أَنَّهُ كَانَ إِذَا حَلَقَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ، قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، ثُمَّ أَمَرَ

[1] صحیح: موطا امام مالك : ١٤٨٤۔

فَسَوَّى أَطْرَافَ لِحْيَتِهِ »①

”جب وہ حج یا عمرہ میں سر منڈواتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے پھر (حجام کو) حکم دیتے اور وہ ان کی داڑھی کے کنارے برابر کر دیتا۔“

۳۔ نافع بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ مِنْ رَمَضَانَ، وَهُوَ يُرِيْدُ الْحَجَّ، لَمْ يَأْخُذْ مِنْ رَأْسِهِ، وَلَا مِنْ لِحْيَتِهِ شَيْئاً حَتَّى يَحُجَّ، قَالَ مَالِكٌ: وَلَيْسَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ »②

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب رمضان کے بعد عید کرتے اور حج کا ارادہ کرتے تو اپنے سر اور داڑھی میں سے کچھ بھی نہ کاٹتے جب تک حج نہ کر لیتے۔ امام مالک کہتے ہیں: یہ (سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل) لوگوں پر لازم نہیں ہے۔“

فوائد:

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل ان کا ذاتی اجتہاد ہے اور اس کا تعلق بھی ایک خاص موقع کے ساتھ ہے۔ حج و عمرہ کے علاوہ ان سے داڑھی کٹوانا ساری عمر ثابت نہیں۔ ایک عمل جو ان سے ساری عمر ثابت نہیں، اس سے لوگوں کو دھوکا دینا اور ایک مشت سے زیادہ داڑھی کو ہر چوتھے آٹھویں دن کاٹنے کی ترغیب دینا اور اسے صحابی رسول کی طرف نسبت کرنا بہت بڑا جھوٹ ہے اور دھوکا ہے۔

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حج و عمرہ کے علاوہ اوقات میں داڑھی کو مکمل رکھتے اور بالکل نہیں کاٹتے تھے۔ حج و عمرہ کے علاوہ باقی ایام میں وہ اعفائے اللحیہ پر کاربند تھے، جو ان کے متبع رسول ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ لیکن جہاں وہ اعفاء اللحیہ پر عمل کرتے ہیں اس اعفاء اللحیہ کی سمجھ نہیں آتی اور جہاں وہ اعفاء اللحیہ پر عمل نہیں کرتے، اسے

❶ صحيح: شعب الايمان للبيهقي : ٦٠١٧۔
❷ صحيح: موطا امام مالك : ١٤٨٣۔

اعفاء اللحیہ قرار دے کر اپنی منہ زور خواہش کی تعمیل کی جاتی ہے۔ یہ اصول پتا نہیں کس فقہ کی کتاب میں درج ہے اور ایسے اصولوں کا کون موجد ہے کہ جو چیز کسی سے ثابت ہی نہیں اسے زبردستی اس کے ذمے منڈ دیا جائے اور جو وہ عمل ہمیشہ کرتا رہا ہے اس سے اس کی نسبت ہی مٹا دی جائے۔ بقول شاعر:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

یہ باکمال لوگوں کی ہی ہنر مندی ہے جو اپنے سوا کسی فہم کو فہم ہی نہیں سمجھتے اور اپنی توجیہ کے مخالف ہر چیز کو دقیانوسی سوچ قرار دیتے ہیں۔ لیکن علمی دنیا میں تو دلیل سے بات چلتی ہے، موقف میں سچے ہو تو دلیل لاؤ ورنہ جھوٹے دعووں، فرضی کہاوتوں اور دیو مالائی قصے کہانیوں سے اپنی اور عوام کی عاقبت خراب نہ کرو۔ جھوٹ عام معاملات میں تو سنگین جرم ہے ہی لیکن شرعی معاملات میں اس کی سنگینی اور بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا جھوٹ، دھوکا، فراڈ، باطل تاویلات ترک کیجیے اور جو حق اور سچ بات ہے اسے تسلیم کر کے صحابہ کے طریقے پر چل کر آخرت سنوارنے کی کوشش کیجیے۔

۳۔ داڑھی کاٹنے کے جواز کی سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہت بڑے متبع رسول اور داڑھی کی روایت کے راوی ہیں، اس لیے ان کے داڑھی کاٹنے کے عمل اور اعفاء اللحیہ کی تعیین میں ان کا فہم معتبر ہے۔ انھوں نے داڑھی کی زیادہ سے زیادہ حد ایک مشت قرار دی ہے اور اتنی حد کو اعفاء اللحیہ قرار دیا ہے اس لیے داڑھی کی زیادہ سے زیادہ شرعی حد ایک مشت قرار پاتی ہے۔ یہ ایسا بے سرو پا دعویٰ ہے جس کی سرے سے کوئی دلیل نہیں۔ زیادہ سے زیادہ داڑھی کی حد ایک مشت ہے، یہ قول نہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے نہ کسی اور صحابی سے اور داڑھی کے بارے میں مروی ان کا یہ فہم ہے۔ کیونکہ کتب حدیث میں داڑھی کے بارے میں

ان سے مروی روایات میں کہیں بھی روایات کے ساتھ انھوں نے یہ فہم بیان نہیں کیا کہ ان نبوی فرمودات (اعفاء، ارخاء، توفیر، ایفاء، ارجاء وغیرہ الفاظ) کا مفہوم داڑھی کی ایک مشت ہے اور اس سے زیادہ داڑھی کٹوانی جائز بلکہ افضل ہے۔ اس طرح کی کسی روایت میں کوئی صراحت ہے تو ہمیں ضرور آگاہ کیا جائے تاکہ اس خفیہ راز سے آگاہی پر ہم عامۃ الناس کو بھی اس اہم علمی نکتے سے آگاہ کرسکیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جن محدثین نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سمیت داڑھی کے بارے میں منقول احادیث بیان کی ہیں، احادیث کو بیان کرتے ہوئے کسی بھی محدث نے ان صحابہ میں سے کسی صحابی سے داڑھی کی حد بیان نہیں کی کہ ان مرفوع روایات میں وارد الفاظ کا مفہوم ایک مشت یا اس سے کم وبیش ہے۔ سو یہ کہاں کی اصول پسندی ہے اور یہ فقہ و اجتہاد کا کون سا علم ہے کہ ایسا فہم جس کا کوئی شخص قائل ہی نہ ہو اسے زبردستی اس فہم کا قائل و فاعل ثابت کیا جائے۔

۴۔ مذکورہ آثار میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ وہ حج و عمرہ میں ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹ دیتے تھے۔ لیکن ان کے اس عمل سے یہ کہاں سے نکلتا ہے کہ ایک مشت سے اضافی داڑھی والا ہر شخص ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹ سکتا ہے، کیا ان کے ایسے الفاظ مل سکتے ہیں جن میں مذکور ہو کہ دو مشت یا تین مشت داڑھی والا شخص بھی داڑھی کو ایک مشت سے زیادہ کاٹ کر ایک مشت تک لے آئے اور کیا ان کے اس عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی داڑھی دو یا تین مشت تھی کہ ایک مشت سے اتنی زیادہ مقدار میں انھوں نے داڑھی کاٹ دی ہو اور کیا ان کے اس عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس کی قدرتی داڑھی ایک مشت سے کم ہو وہ حج و عمرہ میں تقصیر نہیں کرسکتا ہے؟ اگر کہیں وضاحت ہے تو داڑھی کے جواز کے قائلین اور ایک مشت سے زیادہ اور کم کے درمیان یہ حد فاصل قائم کرنے والے کوئی ایسی دلیل پیش

کیوں نہیں کرتے؟ اپنے فرضی تخمینوں اور خود ساختہ ضرب و تقسیم سے یہ حد اور مقدار بیان کی جاتی ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ حج و عمرہ میں تقصیر میں داڑھی اور مونچھوں کو بھی شامل کرتے تھے اور پیچھے بیان کردہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال بھی ملا لیے جائیں تو مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے نزدیک داڑھی کا کچھ حصہ کاٹ لیا جائے تو تقصیر پر عمل ہو جاتا ہے۔ اس میں داڑھی کے ایک مشت سے زیادہ کم ہونے میں کوئی فرق نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جس کی داڑھی سینے تک پھیلی ہو وہ بھی داڑھی مٹھی میں لے کر اضافی بال کٹوا دے، بلکہ ان صحابہ کے نزدیک وہ بھی معمولی سے بال کٹوائے گا کیونکہ تقصیر کا معنی ہی معمولی بال کٹوانا ہے۔

۵۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حج و عمرہ میں اعفاء اللحیہ یا داڑھی کے بارے میں مروی الفاظ کے فہم کو مدنظر رکھ کر داڑھی کٹواتے ہی نہیں تھے۔ ان کا یہ عمل داڑھی کے بارے میں مروی احادیث کی تعبیر و تشریح تھا ہی نہیں۔ بلکہ ان کے داڑھی کاٹنے کا سبب یہ ہے کہ وہ بھی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرح مناسک حج و عمرہ میں داڑھی اور مونچھوں کو تقصیر میں شامل سمجھتے تھے۔ اس کی دلیل امام نافع کا اوپر بیان کردہ بیان ہے کہ ان کے ایک مشت سے داڑھی کاٹنے کا عمل صرف حج و عمرہ کے ساتھ خاص تھا اور یہ بات طے شدہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حج و عمرہ کے علاوہ کبھی بھی داڑھی نہیں کٹوائی۔ جیسا کے اوپر ان کے آثار میں یہ بیان ہوا ہے۔ جب ان کا یہ عمل ایک خاص وقت کا ہے تو اس خاص عمل کی آڑ میں اپنی خواہش کی تسکین اور عامۃ الناس کی سہولت کے لیے یہ دعویٰ کس بنیاد پر کیا جا سکتا ہے کہ وہ روزانہ، دوسرے دن، تیسرے، چوتھے یا پانچویں دن یا ہفتے عشرے میں داڑھی کٹوا سکتے ہیں اور دلیل کے طور پر سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل پیش کر دیا جائے۔ یہ کتنی بڑی جہالت اور دھوکا ہے۔ جس میں یہ مفتریان خود بھی اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنے پر

تلے ہوئے ہیں۔ قارئین کرام یہاں " اَلرَّاوِی أَدْرَی بِرِوَایَتِہٖ " والے قاعدہ کا سرے ہی سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہاں تو یہ قاعدہ لاگو ہوتا ہے کہ ایک خاص عمل کو اس کے خصوص پر محمول کیا ہے جاتا ہے اور جس خاص موقع اور واقعے کے ساتھ وہ عمل خاص ہوا سے وہیں تک محدود رکھا جاتا ہے۔ باقی اصولوں کی نہ سمجھ ہے اور نہ سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جو سمجھانے کی اہلیت رکھتے ہیں ان سے رابطہ تک کرنے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں یا علمی کھوکھلے پن سے سامنا کرنے مشکل ہوتا ہے۔ ہمیں بھی سمجھے سمجھانے کا موقع ملتا تو بات اتنی نہ بگڑتی۔ بقول شاعر:

غیروں سے کہا تم نے، غیروں سے سنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا ، کچھ ہم سے سنا ہوتا
امید تو بند جاتی، تسکین تو ہو جاتی
وعدہ نا وفا کرتے ، وعدہ تو کیا ہوتا
ناکام تمنا دل، اس سوچ میں رہتا ہے
یوں ہوتا تو کیا ہوتا، یوں ہوتا تو کیا ہوتا
اک عشق کا غم آفت، اور اس پر یہ دل آفت
یہ دل نہ دیا ہوتا، یہ غم نہ دیا ہوتا

۶۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے داڑھی کو خاص حج وعمرہ کے موقع پر اس لیے کٹوایا کہ وہ اس عمل کو حج کے مناسک میں سمجھتے تھے، اس کی وضاحت علماء کے ان اقوال سے بھی ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَقَالَ الْكَرْمَانِيُّ : لَعَلَّ ابْنَ عُمَرَ أَرَادَ الْجَمْعَ بَيْنَ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيرِ فِي النُّسُكِ فَحَلَقَ رَأْسَهُ كُلَّهُ وَقَصَّرَ مِنْ لِحْيَتِهِ لِيَدْخُلَ فِي عُمُومِ قَوْلِهِ تَعَالَى : ﴿مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ﴾ »[1]

[1] فتح الباری: ۱۰/ ۳۵۰۔

"کرمانی کہتے ہیں: ممکن ہے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مناسک حج میں حلق اور تقصیر کو جمع کرنے کا ارادہ کیا ہو اور انھوں نے اپنا سارا سر منڈوا لیا اور داڑھی کی تقصیر کر لی تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: "مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ" میں شامل ہو جائیں۔"

۲۔ امام مالک نے بھی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے داڑھی کاٹنے کے عمل کو مناسک حج میں شامل کیا ہے اور انھوں نے گزشتہ آثار پر " باب التقصير "کا عنوان قائم کر کے اور ان آثار کو کتاب الحج میں بیان کر کے اس مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما داڑھی کاٹنے کے عمل کے مطلق قائل نہیں تھے۔ بلکہ ان کے اس عمل کا تعلق حج وعمرہ کے ساتھ خاص تھا اور یہ لفظ لکھ کر " وَ لَيْسَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ " ان کے اس طریق کار کو غیر مسنون وغیر شرعی قرار دیا ہے۔

۳۔ ابو مالک کمال بن سید سالم لکھتے ہیں:

داڑھی کاٹنے کے جواز کے قائلین کہتے ہیں کہ وہ (سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما) داڑھی کو بڑھانے کے حکم والی روایت کے راوی ہیں اور وہ اس روایت کے مفہوم کا زیادہ ادراک رکھتے ہیں (اس لیے ان کا مفہوم باقی علماء سے زیادہ درست ہے)۔

لیکن ان علماء کے لیے اس اثر میں درج ذیل امور کی وجہ سے کوئی دلیل نہیں ہے:

۱۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ سے احرام اتارتے اس وقت داڑھی کاٹا کرتے تھے جب کہ (مٹھی سے اضافی داڑھی کاٹنے کے موقف کے علماء) عام حالات میں داڑھی کاٹتے ہیں (جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہی نہیں، یعنی ان کے حج وعمرہ کے عمل کو عام معمول بنایا جاتا ہے جو ان سے ثابت ہی نہیں، سو ان کے اس خاص عمل سے عام استدلال کرنا درست نہیں)۔

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فعل کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ﴾ کی تفسیر کے ساتھ ہے کہ وہ حج کے مناسک میں "محلقین"

سے سر کا منڈوانا اور تقصیر سے داڑھی کاٹنا مراد لیتے ہیں۔"

۳۔ (اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ) صحابی جب اپنی روایت کے خلاف کوئی بات کہے یا کوئی فعل انجام دے تو اس کی روایت کا اعتبار ہوتا ہے، اس کے فہم اور فعل کا اعتبار نہیں ہوتا۔ سو نبی ﷺ کی طرف منسوب مرفوع حدیث معتبر قرار پائے گی۔ ①

۴۔ ان دو صحابہ کے قول وعمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حج وعمرہ میں داڑھی کو تقصیر کے عمل میں شامل کرتے تھے، جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ تقصیر کا عمل حج وعمرہ کے ساتھ ہی خاص ہے اور حج وعمرہ کے علاوہ نہ انھوں نے کبھی داڑھی کٹوائی ہے اور نہ وہ حج وعمرہ کے علاوہ داڑھی کے کٹوانے کے جواز کے قائل تھے۔ یہ ان کا ذاتی اجتہاد تھا تو ذاتی اجتہاد سے بھی ایک مخصوص عمل تسلیم کیا جائے گا کیونکہ اگر ان کے تقصیر کے اس عمل خاص کو عورتوں کی تقصیر کے عمل خاص پر قیاس کریں تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ جیسے عورتوں کے لیے حج وعمرہ میں تقصیر کی غرض سے سر کے معمولی سے بال کٹوانے کی ایک خاص رخصت ہے، مردوں کے لیے ان صحابہ کے آثار کی رو سے حج وعمرہ کے موقع پر داڑھی کٹوانے کی ایک خاص رخصت ہوگی۔ جیسے عورتیں اس خاص رخصت سے فائدہ اٹھا کر باقی ایام میں سر کے بالوں کے کٹوانے کو جائز قرار نہیں دے سکتیں مرد حضرات بھی اس خاص موقع کے خاص عمل کو عام رخصت قرار نہیں دے سکتے۔

۸۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آثار چونکہ نبی ﷺ کی مرفوع احادیث اور آپ کے حج وعمرہ کے افعال واعمال کے خلاف ہیں اس لیے ان سے استدلال کرنا سرے ہی سے باطل ہے۔ ا۔ نبی ﷺ کی داڑھی کو بڑھانے، لٹکانے اور نہ کاٹنے کی احادیث عام ہیں جن کا تعلق حج وعمرہ سمیت تمام اوقات وایام سے ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آثار ان مرفوع حدیث کے خلاف ہیں اس لیے یہ دلیل بننے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔ ۲۔ نبی ﷺ

① صحیح فقه السنة : ۱۰۲/۱۔

نے عہد رسالت میں اپنی عمر کے آخری سال میں حجۃ الوداع کا فریضہ انجام دیا ہے اور حج کے علاوہ چار عمرے کیے ہیں۔ اس آخری حج اور چار عمروں میں نے تو آپ نے تقصیر کے مسئلہ میں داڑھی کو شامل کیا ہے اور نہ کسی صحابی نے آپ کے موجودگی میں تقصیر پر عمل کرتے ہوئی داڑھی کٹوائی ہے حتی کہ ان بعض مواقع پر سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ کے ساتھ شامل تھے۔ آپ کے حج و عمرہ کی ادائیگی میں داڑھی اور مونچھوں کے بال نہ کاٹنا اور تقصیر میں داڑھی مونچھوں، ناخنوں، زیر بغل اور زیر ناف بالوں کو شامل نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان چیزوں کا مناسک حج سے کوئی تعلق نہیں اور یہ اصولی بات ہے کہ جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ثابت نہ ہو بعد میں کسی کے اجتہاد و قیاس سے وہ چیز شریعت کا درجہ نہیں پاتی۔ بلکہ آپ کے قول و عمل سے مخالفت کی وجہ سے مسترد قرار پاتی ہے۔ حج و عمرہ میں حلق اور تقصیر کا تعلق محض سر کے بالوں کے ساتھ ہے، مناسک حج میں باقی جسم کی صفائی یعنی ناخن تراشنا، زیر بغل بال نوچنا، زیر ناف بال مونڈنا اور داڑھی اور مونچھوں کے بال کاٹنا مناسک حج میں احرام اتارنے پر یہ چیزیں حجاج و معتمرین پر لازم ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ کتاب و سنت کے دلائل سے حج و عمرہ سے حلال ہوتے وقت محض سر کی صفائی کا حکم ہے اور سر کی صفائی کی مردوں کے لیئے دو اختیاری صورتیں ہیں، یا تو سر منڈوا لیں یا سر کے کچھ بال کٹوا لیں۔ مردوں کے لیے ان دو کاموں میں سے ایک کام لازم اور واجب ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

❁ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ﴾ [الفتح : ۲۷]

''بلاشبہ یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں حق کے ساتھ سچی خبر دی کہ تم مسجد

حرام میں ضرور بالضرور داخل ہو گے، اگر اللہ نے چاہا، امن کی حالت میں، اپنے سر منڈاتے ہوئے اور کتراتے ہوئے۔"

احادیث نبویہ سے بھی حج و عمرہ کے بعد سر کا حلق یا تقصیر ہی ثابت ہے، داڑھی، مونچھوں، زیر ناف، زیر بغل بالوں اور ناخنوں کا مناسک حج اور حلق و تقصیر کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ پھر نبی ﷺ کے حج کے احوال بیان کرنے والے صحابہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مناسک حج میں داڑھی، مونچھوں اور جسم کے باقی بالوں کو مناسک میں شامل کرنا عہد رسالت کے بعد ان کے ذاتی اجتہاد کا نتیجہ ہے اور شریعت میں شرعی دلائل کے ہوتے ہوئے ذاتی اجتہاد اور رائے کی گنجائش نہیں ہے۔

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَأْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ »[1]

"رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنا سر منڈوایا۔"

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« حَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَطَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ »[2]

"نبی ﷺ اور آپ کے بعض صحابہ نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) سر منڈوایا اور بعض نے سر کے بال چھوٹے کروائے۔"

۳۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطُوْفُوْا

---

❶ صحيح بخاري: ٤٤١٠۔ صحيح مسلم: ١٣٠٤۔ سنن أبي داود: ١٩٨٠۔
❷ صحيح بخاري: ١٧٢٩۔ صحيح مسلم: ١٣٠١۔

بِالْبَيْتِ، وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، ثُمَّ يَحِلُّوْا وَيَحْلِقُوْا أَوْ يُقَصِّرُوْا » ①

''جب نبی ﷺ مکہ پہنچے تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کریں پھر حلال ہو کر سر منڈوائیں یا سر کے بال کٹوائیں۔''

۴۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ، قَالُوا: وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ، قَالُوْا: وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ، قَالَهَا ثَلَاثًا، قَالَ: وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ » ②

''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو بخشش فرما۔ انھوں (صحابہ) نے کہا: بال کٹوانے والوں (کی بخشش کی بھی دعا کیجیے)۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کو معاف فرما۔'' انھوں (صحابہ) نے کہا: بال کٹوانے والوں (کی بخشش کی بھی دعا کیجیے)۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں کے گناہ بخش دے۔ انھوں (صحابہ) نے کہا: بال کٹوانے والوں (کی بخشش کی بھی دعا کیجیے)۔ آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا: سر کے بال کٹوانے والوں کو بھی معاف فرما۔''

۵۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى الْبُدْنِ فَنَحَرَهَا وَالْحَجَّامُ جَالِسٌ، وَقَالَ: بِيَدِهِ عَنْ رَأْسِهِ، فَحَلَقَ شِقَّهُ الْأَيْمَنَ فَقَسَمَهُ فِيْمَنْ يَلِيْهِ، ثُمَّ قَالَ: احْلِقِ الشِّقَّ الْآخَرَ فَقَالَ: أَيْنَ أَبُو طَلْحَةَ؟ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ » ③

''رسول اللہ ﷺ نے جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں، پھر قربانیوں کی طرف گئے اور انھیں نحر کیا جب کہ حجام بیٹھا ہوا تھا اور آپ نے اپنے سر کی دائیں جانب اشارہ کیا

① صحیح بخاری: ۱۷۳۱۔

② صحیح بخاری: ۱۷۲۸۔ صحیح مسلم: ۱۳۰۲۔

③ صحیح مسلم: ۱۳۰۵۔

تو اس نے آپ کے سر کا دایاں حصہ مونڈا تو آپ نے وہ بال دائیں جانب کے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیے پھر آپ نے فرمایا: سر کا دوسرا حصہ بھی مونڈ دے۔ پھر آپ نے پوچھا: ابوطلحہ کہاں ہے؟ اور اس حصے کے بال آپ نے انھیں دے دیے۔"

فوائد:

ان ساری بیان کردہ احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱۔ حج وعمرہ میں حلال ہونے کے وقت سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا حج وعمرہ کے مناسک میں شامل ہے۔ جسم کے باقی حصوں کی صفائی کا حج وعمرہ کے مناسک کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ حج سے حلال ہو کر دس ذوالحجہ کو حجاج پر تین کام کرنا ہوتے ہیں۔ ا۔ جمرات کو رمی کرنا۔ ۲۔ قربانی کرنا۔ ۳۔ سر منڈوانا۔ بیان کردہ یہ ترتیب افضل ہے، لیکن ان کاموں میں تقدیم وتاخیر بھی جائز ہے اور عمرے میں طواف اور سعی سے فارغ ہونے کے بعد سر منڈوانا یا سر کے بال کٹوانا لازمی ہیں۔ کتاب وسنت کے دلائل اور نبوی حج میں سر کے بال منڈوانے یا کٹوانے کا بیان ہے۔ شرعی دلائل میں کہیں بھی داڑھی، مونچھیں، زیر بغل، زیر ناف بال اور ناخنوں کی صفائی کو مناسک حج میں بیان نہیں کیا گیا۔

۲۔ نبی ﷺ کے حج کے احوال بیان کرنے والے صحابی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جن سے داڑھی کاٹنے کے جواز کی دلیل لی جاتی ہے، لیکن ان سے مروی روایات جن میں نبی ﷺ کے حج کا بیان ہے کسی روایت میں سر کے بالوں کے سوائے جسم کے کسی حصے کے بال کٹوانے یا داڑھی کو تقصیر میں شامل کرنا ثابت نہیں۔ چنانچہ اسوہ رسول اللہ ﷺ ہیں، جب ان سے حج وعمرہ سمیت زندگی کے کسے مرحلے میں داڑھی کو کٹوانا یا آپ کی زندگی میں کسی صحابی سے داڑھی

کٹوانا ثابت نہیں تو آپ کی مخالفت میں حج وعمرہ میں کسی صحابی کے داڑھی کٹوانے سے داڑھی کا جواز کیسے نکل سکتا ہے اور اس غیر شرعی عمل کو داڑھی کاٹنے کی دلیل اور حجت کیسے بنایا جاسکتا ہے۔

۲۔ اوپر بیان کردہ دلائل سے ثابت ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا داڑھی، مونچھوں، زیر بغل اور زیر ناف بالوں اور ناخنوں کو تقصیر میں شامل کرنا کتاب وسنت کے دلائل پر اضافہ ہے اور اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا حج وعمرہ کے موقع پر داڑھی اور مونچھیں کٹوانا کتاب وسنت کے دلائل کے مخالف عمل ہے اور صحابی، تابعی یا امام کی شرعی دلائل کی مخالفت کی صورت میں کتاب وسنت اور اسوہ رسول کو ترجیح دی جاتی ہے اور ان کے مخالف قول، عمل یا اجتہاد و قیاس کو رد کر دیا جاتا ہے۔ یہاں بھی کتاب و سنت کے دلائل کو ترجیح حاصل ہوگی اور ان دو صحابہ کے کتاب وسنت سے مخالف اجتہاد کو رد کر دیا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ» [1]

"جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔"

کتاب وسنت کے مخالف آثار صحابہ و تابعین، اقوال ائمہ اور ان کے اجتہادات اور قیاسات مسترد قرار پاتے ہیں، اس کی مکمل تفصیل داڑھی کٹوانے کے جواز کے باقی دلائل بیان کرنے کے بعد کتاب کے آخر میں بیان کی جائے گی، یہاں حافظ ابن حجر کی اس بات کی وضاحت کی جائے گی جو بیان کرتے ہیں کہ کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف حج وعمرہ پر ہی داڑھی نہیں کٹواتے تھے بلکہ ان کا یہ عام معمول تھا۔ بیان کرتے ہیں:

«اَلَّذِيْ يَظْهَرُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَخُصُّ هٰذَا التَّخْصِيْصَ بِالنُّسُكِ بَلْ كَانَ يَحْمِلُ الْأَمْرَ بِالْإِعْفَاءِ عَلَى غَيْرِ الْحَالَةِ الَّتِيْ تَتَشَوَّهُ فِيْهَا

[1] صحیح مسلم: ۱۷۱۸۔

الصُّوْرَةُ بِإِفْرَاطِ طُوْلِ شَعْرِ اللِّحْيَةِ أَوْ عَرْضِهِ »[1]

"دلائل سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (داڑھی کاٹنے کے عمل کو) مناسک حج سے خاص نہیں کرتے تھے بلکہ وہ داڑھی کے اعفاء کے حکم کو اس کے علاوہ حالت پر بھی محمول کرتے تھے جس میں داڑھی کی لمبے بالوں یا چوڑے بالوں سے شکل بگڑ جائے۔ (تب داڑھی کو کاٹنا جائز ہے)۔"

حافظ ابن حجر کی یہ بات درست نہیں کیونکہ جن دلائل سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مطلق داڑھی کاٹنے کا جواز ثابت کیا جاتا ہے وہ روایات ضعیف ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ نافع سے مروی ہے، وہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

« أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مَا فَوْقَ الْقَبْضَةِ »[2]

"وہ مٹھی سے اضافی داڑھی کاٹ دیتے تھے۔"

۲۔ مروان بن سالم مقفع بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَيَقْطَعُ مَا زَادَ عَلَى الْكَفِّ »[3]

"میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ اپنی داڑھی مٹھی میں لیتے اور مٹھی سے زائد بال کاٹ دیتے تھے۔"

---

[1] فتح الباری: ۱۰/ ۳۵۰۔

[2] ضعیف: مصنف ابن ابی شیبة: ۲۵۴۸۶۔ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ تحریر تقریب التهذیب۔

[3] ضعیف: سنن أبي داوٗد: ۲۳۵۷۔ السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۳۱۵۔ سنن الدارقطنی: ۲۲۷۹۔ عمل الیوم و اللیة لابن السنی: ۴۷۸۔ مستدرك حاكم: ۱/ ۴۲۲۔ سنن بیهقی: ۴/ ۲۳۹۔ الدعوات الکبیر: ۴۹۹۔ مروان بن سالم مقفع مجہول راوی ہے۔ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں اسے مقبول کہا ہے اور ڈاکٹر بشار عواد نے تحریر تقریب التہذیب میں اسے مجہول قرار دیا ہے کیونکہ کسی بھی محدث سے اس کی توثیق ثابت نہیں ہے۔ کچھ لوگ محدثین کے اس حدیث پر صحیح اور حسن

کا حکم لگانے سے دھوکا کھاتے ہیں اور محدثین کی اس روایت کی تصحیح وتحسین سے سالم بن مقفع کو صدوق یا ثقہ قرار دینے کا غلط حکم لگانے کا ارتکاب کرتے ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ امام حاکم اس حدیث کونقل کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، فَقَدِ احْتَجَّا بِالْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ وَمَرْوَانَ بْنِ الْمُقَنَّعِ (یہ حدیث شیخین کی شرط پر ہے اور انھوں نے حسین بن واقد اور مروان بن (سالم) مقنع سے حجت پکڑی ہے۔) یہاں اس روایت کو صحیح قرار دینا امام حاکم کے اوہام کا نتیجہ ہے۔ علامہ البانی امام حاکم کے اس حدیث کو صحیح کہنے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: امام حاکم کے اس حدیث کو صحیح قرار دینے میں ان کے کئی اوہام ہیں:

۱۔ امام حاکم نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر کہا ہے جب کہ یہ شیخین کی شرط پر نہیں ہے۔ ۲۔ حسین بن واقد سے امام بخاری نے حجت نہیں پکڑی، بلکہ اس کی روایت کو معلق بیان کیا ہے۔ ۳۔ مروان بن سالم مقفع سے نہ تو بخاری ومسلم نے حجت پکڑی ہے اور نہ انھوں نے اس کی روایت نقل کی ہے، بلکہ امام ذہبی میزان الاعتدال میں بیان کرتے ہیں کہ یہ (مروان) فقط ابو داؤد اور نسائی کا راوی ہے اور حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں بیان کرتے ہیں کہ حاکم کا یہ زعم کہ اس (مروان) سے بخاری نے دلیل لی ہے یہ ان کا وہم ہے، شاید انھوں نے اسے مروان اصغر سمجھ لیا ہے۔ (ارواء الغلیل: ۴/ ۴۰۔) اس تفصیل کا ماحصل یہ ہے کہ امام حاکم کا اس روایت کو صحیح کہنا ان کا وہم ہے، اس وہم سے اس روایت کے راویوں کی توثیق کے بجائے ان کی حالت مزید مشکوک ہو جاتی ہے۔ پھر محدثین امام حکم کی تصحیح پر بالکل اعتبار نہیں کرتے تو ان کی تصحیح سے کسی مجہول راوی کی توثیق کیسے مراد لی جاسکتی ہے؟

۲۔ مروان بن سالم کی توثیق کے لیے دوسرا قول یہ پیش کیا جاتا ہے کہ امام دارقطنی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ (اس کی سند حسن ہے)، امام دارقطنی کے کسی روایت کو حسن یا صحیح کہنے سے نہ تو کوئی حدیث حسن یا صحیح قرار پاتی ہے اور نہ اس سے راویوں کی توثیق یا جہالت کا ازالہ ہوتا ہے کیونکہ محدثین کے نزدیک ایسا کوئی قاعدہ قانون نہیں ہے کہ امام دارقطنی کسی سند کو صحیح یا حسن کہہ دیں تو اس سے راویوں کی توثیق یا روایت کی تصحیح ہو جاتی ہے اور نہ بخاری اور مسلم کی طرح امام دارقطنی کے روایات کو صحیح کہنے کو محدثین نے تسلیم کیا ہے۔ بلکہ بعض فاش ضعیف روایات پر امام دارقطنی نے صحیح اور حسن کا حکم لگایا ہے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جب وہ ضعیف راویوں کی روایات کو صحیح یا حسن کہہ سکتے ہیں تو مجہول راوی کی روایت کو صحیح یا حسن کہنا کوئی اچنبے کی بات نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کچھ روایات پیش خدمت ہیں جو سند کے لحاظ سے ضعیف ہونے کے باوجود امام دارقطنی نے ان کو صحیح یا حسن کہا ہے۔ ۱۔ سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: مَنْ لَّمْ يُطَهِّرْهُ مَاءُ الْبَحْرِ فَلَا طَهَّرَهُ اللّٰهُ (جسے سمندر پاک نہ کرے اللہ تعالیٰ

ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فقط حج و عمرہ کے موقع ہی پر داڑھی کٹواتے تھے، حج و عمرہ کے سوا ان سے داڑھی کٹوانا ثابت نہیں، جن روایات سے ان سے عام حالات میں داڑھی کٹوانا بیان کیا جاتا ہے وہ ضعیف ہیں، جن کی وضاحت کر دی گئی ہے۔سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے داڑھی کاٹنے کے جواز کی مزید ضعیف روایات درج ذیل ہیں۔

۱۔ امام بخاری بیان کرتے ہیں:

« وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ » ①

اسے پاک نہ کرے) (سنن الدارقطني: ۷۸، سنن بيهقي: ۱/ ٤ـ سلسلة الأحاديث الضعيفة: ٤٦٥٧ـ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام دارقطنی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔ جب کہ یہ روایت ضعیف ہے، اس میں محمد بن حمید رازی اور ابراہیم بن مختار ضعیف راوی ہیں اور سعید بن ثوبان اور ابو ہند الفراسی مجہول راوی ہے۔ امام دارقطنی کے اس روایت کو حسن کہنے پر علامہ البانی تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: ان کا یہ حکم (کہ یہ حدیث حسن ہے) تعجب ناک ہے، کیونکہ محمد بن حمید رازی ضعیف ہے بلکہ ابوزرعہ وغیرہ نے اسے متہم بالکذب کہا ہے اور ابراہیم بن مختار کے بارے میں حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ صدوق ضعیف الحفظ ہے، سعید بن ثوبان مجہول راوی ہے، ابن ابی حاتم نے (الجرح والتعدیل) میں اسے بغیر توثیق کے بیان کیا ہے اور ابو ہند الفراسی کے حالات نہیں ملے (یہ مجہول راوی ہے)۔ سلسلة الأحاديث الضعيفة: ١٠/ ١٨٧ـ اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ امام دارقطنی کے کسی روایت کو حسن کہنے سے نہ راویوں کی توثیق ہوتی ہے، نہ مجہول راویوں کی جہالت کا ازالہ ہوتا ہے اور نہ ہی وہ روایت حسن یا صحیح قرار پاتی ہے۔ نیز علامہ البانی کا امام دارقطنی کے اس روایت کو حسن کہنے کے باوجود سعید بن ثوبان اور ابو ہند فراسی کو مجہول قرار دینا علامہ البانی کے پچھلی روایت میں مروان بن سالم کی روایت کو امام دارقطنی کے حسن کہنے کی وجہ سے اس کی جہالت کا ازالہ قرار دینا درست نہیں اور اس تضاد سے ثابت ہوا کہ امام دارقطنی کا کسی روایت کو حسن یا صحیح کہنے سے کسی مجہول راوی کی توثیق نہیں ہوتی، یہ مسلمہ قاعدہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اور بے شمار مثالیں ہے کہ امام دارقطنی نے سنن دارقطنی میں روایات کو صحیح یا حسن کہا ہے اور اصول حدیث کی رو سے وہ ضعیف اور ناقابل احتجاج ہیں۔ تحقیق حدیث سے وابستہ لوگ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں۔

① معلق: صحیح بخاری: ٥٨٩٢ـ زیلعی حنفی کہتے ہیں: امام بخاری نے اس روایت کو معلق روایت کیا ہے۔ نصب الراية: ٢/ ٤٥٧ـ

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو داڑھی کو مٹھی میں لیتے اور اضافی داڑھی کاٹ دیتے تھے۔“

۲۔ مجاہد بن جبر بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ يَوْمَ النَّحْرِ، ثُمَّ قَالَ لِلْحَجَّامِ: خُذْ مَا تَحْتَ الْقَبْضَةِ » ①

”میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دس ذوالحجہ کے دن دیکھا انھوں نے اپنی داڑھی مٹھی میں لی پھر حجام سے کہا: مٹھی کے نیچے سے (داڑھی) کاٹ دے۔“

دیگر صحابہ سے غیر ثابت روایات:

داڑھی کاٹنے کے جواز کے قائلین دیگر صحابہ سے بھی داڑھی کاٹنے کے جواز کے دلائل پیش کرتے ہیں، جو اسنادی لحاظ سے ضعیف ہیں، لہٰذا غیر ثابت روایات بیان کر کے صحابہ کرام کی تعداد بڑھانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ خثیم بن مروان سلمی بیان کرتے ہیں:

« كَتَبَ عُمَرُ: لَا يَغْزُوَنَّ رَجُلٌ حَتَّى يَأْخُذَ مَا فَضَلَ مِنْ لِحْيَتِهِ » ②

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تحریر لکھی کہ کوئی شخص ہرگز لڑائی میں شامل نہ جب تک وہ اضافی داڑھی کاٹ نہ لے۔“

---

❶ ضعیف: کتاب الترجل لأبی بکر بن الخلال: ۹۵۔ سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن أبی نجیح کی تدلیس ہے۔

❷ ضعیف: التاریخ الکبیر للبخاری: ۲۱۱/۳: ۷۲۰۔ اس اثر سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔ اس لیے کہ یہ امام بخاری کی نقل کردہ روایت ہے اور لوگوں کے ہاں امام بخاری کا ایک خاص مقام ہے اور ان کی بیان کردہ روایات صحت کا درجہ رکھتی ہے۔ جب کہ علم حدیث سے وابستہ عام طالب علم بھی اس بات سے آشنا ہے کہ امام بخاری کی صحیح بخاری کی احادیث کی صحت پر امت کا اتفاق ہے۔ ان کی باقی کتب کو یہ مقام حاصل نہیں ہے، ان کا حکم عام کتب حدیث جیسا ہے کہ جو سند معیار صحت پر پورا

۲۔ شارح صحیح بخاری ابن بطال بیان کرتے ہیں:

« وَ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا قَدْ تَرَكَ لِحْيَتَهُ حَتَّى كَبِرَتْ، فَأَخَذَ يَجْذِبُهَا ثُمَّ قَالَ: ائْتُونِيْ بِجَلَمَتَيْنِ، ثُمَّ أَمَرَ رَجُلًا فَجَزَّ مَا تَحْتَ يَدِهِ ثُمَّ قَالَ: اذْهَبْ فَأَصْلِحْ شَعْرَكَ أَوْ أَفْسِدْهُ، يَتْرُكُ أَحَدُكُمْ نَفْسَهُ حَتَّى كَأَنَّهُ سَبُعٌ مِنَ السِّبَاعِ » ①

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک شخص دیکھا جس نے اپنی داڑھی چھوڑ رکھی تھی حتی کہ وہ بڑی ہوگئی تو وہ اس کی داڑھی کو کھینچنے لگے پھر فرمایا: میرے پاس قینچی لاؤ، پھر ایک شخص کو (داڑھی کاٹنے کا) حکم دیا اور اس نے ان کے ہاتھ

اترے گی وہ صحیح ہے اور جن روایات میں صحت کی شرطیں مفقود ہوں وہ ضعیف قرار پاتی ہیں۔ پھر امام بخاری کی دو کتب " التاریخ الکبیر " اور التاریخ الصغیر "تو خاص ضعیف راویوں پر مشتمل ہیں۔ یہاں بھی اس روایت کو بیان کرنے کا مقصد امام بخاری کا اس میں موجود راوی خثیم بن مروان کے ضعف کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یہ روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام صاحب لکھتے ہیں: لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ (اس کی متابعت نہیں کی جاتی، یعنی یہ کمزور راوی ہے)۔ اس وضاحت کے باوجود اس روایت کو بطور استشہاد پیش کرنا اور پوری بات بیان نہ کرنا یہ استدلال کرنے والے کی بدنیتی اور علمی خیانت ہے، جس کا ارتکاب کرتے ہوئے شرم وحیاء کا ذرا احساس بھی دکھائی نہیں دیتا اور ڈھٹائی کی حد تک بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لمبی داڑھی کے مفاسد بیان کئے گئے ہیں۔ اس راوی کے بارے میں دیگر علماء کی اقوال ملاحظہ کیجیے: ا۔ حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں: خثیم بن مروان یحییٰ بن سعید کے استاد اور ابو ہریرہ کے شاگرد دونوں راوی ایک ہی ہے، اس کا ابو ہریرہ سے سماع ثابت نہیں اور ازدی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [لسان المیزان/۲/ ۳۹۴]۔ ۲۔ امام ذہبی کہتے ہیں: مروان بن خثیم کو ازدی نے ضعیف کہا ہے۔ [المغنی فی الضعفاء الرجال: ۱۹۰۳]۔ امام عقیلی بیان کرتے ہیں: اس روای کی متابعت نہیں کی جاتی اور یہ روایت صرف اسی سند سے معروف ہے۔ [الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۲/ ۲۶]۔ علامہ البانی بیان کرتے ہیں: خثیم بن مروان ضعیف راوی ہے جیسا کہ ازدی نے اسے ضعیف کہا ہے اور عقیلی نے اسے الضعفاء الکبیر میں بیان کیا ہے۔ (ارواء الغلیل: ۳/ ۲۲۹)۔

① بلاسند: شرح ابن بطال: ۹/ ۱۴۶۔ یہ روایت ابن بطال نے بغیر حوالے کے بیان کی ہے اور کتب حدیث میں یہ اثر کہیں ملا بھی نہیں۔ سو اسے دلیل بنانے سے پہلی ذمہ داری اس واقعے کی اصل اور اس کی سند تلاش کرنا ہے۔ ورنہ ایسے بے سروپا واقعات سے کتابیں بھری ہے جو قوت استدلال سے محروم ہیں۔

سے نیچے والی داڑھی کاٹ دی۔ بعد ازاں انھوں نے کہا: جا اپنے بالوں کو درست رکھ یا بگاڑ دے، تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے جیسے وہ کوئی درندہ ہے۔"

۳۔ سماک بن یزید بیان کرتے ہیں:

« كَانَ عَلِيٌّ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِمَّا يَلِي وَجْهَهُ »[1]

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی میں سے چہرے کے سامنے کے بال کاٹا کرتے تھے۔"

یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے، پھر اس سے استدلال باطل ہے کہ داڑھی کاٹنے کے جواز کے قائلین نیچے سے داڑھی کاٹنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور روایت وہ پیش کر رہے ہیں جس میں نیچے سے داڑھی کاٹنے کا ذکر ہی نہیں ہے۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

۴۔ ابوزرعہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا فَضَلَ عَنِ الْقَبْضَةِ »[2]

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی مٹھی میں لیتے پھر مٹھی سے زائد بال کاٹ دیتے تھے۔"

---

1. ضعیف: مصنف ابن ابی شیبة: ۲۵۴۸۰۔ زمعہ بن صالح الجندی ضعیف ہے اور سماک بن یزید غیر معروف راوی ہے۔
2. ضعیف: مصنف ابن ابی شیبة: ۲۵۴۸۱۔ کتاب الترجل لأبی بکر بن الخلال: ۹۵۔ علامہ البانی کا اسے سلسلة الاحادیث الضعیفة: ۱۳/ ۴۴۰۔ میں صحیح مسلم کی شرط پر صحیح کہنا درست نہیں کیونکہ ایک تو اس کے تمام راوی صحیح مسلم کے نہیں ہیں اور نہ تمام راوی صحیح مسلم کی شرط پر ہیں۔ اس میں عمرو بن ایوب بن ابی زرعہ مجہول راوی ہے، کسی بھی محدث نے اس کی توثیق نہیں کی۔ پھر یہاں علامہ البانی

کا اس حدیث کو صحیح کہنا اپنے اصول کے مخالف ہے۔ کیونکہ ان کی بیان کردہ تصریحات سے عمرو بن ایوب بن ابی زرعہ مجہول ہی قرار پاتے ہیں۔ عمرو بن ایوب بن ابی زرعہ کا ترجمہ فقط ابن حبان نے بیان کیا ہے: بیان کرتے ہیں: عَمْرو بْن أَيُّوب بْن أبی زرْعَة بْن عَمْرو بْن جرير البَجلِيّ أَخُو يَحْيَى بْن أَيُّوب وَجَرِير بْن أَيُّوب يرْوى عَنْ جده أبی زرْعَة بْن عَمْرو قَالَ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يقبض على لحيته ثُمَّ يَأْخُذ مَا تَحت القبضة من لحيته روى عَنهُ شُعْبَة بْن الْحجَّاج ”عمرو بن ایوب بن ابی زرعہ بن جریر البجلی یحییٰ بن ایوب اور جریر بن ایوب کے بھائی ہیں، یہ اپنے دادا ابوزرعہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیتے اور مٹھی سے نیچے والے بال کاٹ دیتے تھے۔ اس سے شعبہ بن حجاج نے روایت کی ہے۔“ (الثقات لابن حبان: ۹۷۸۵)۔ اس سے روایت کرنے والا صرف ایک راوی شعبہ بن حجاج ہے اور محدثین جس شخص سے محض ایک راوی روایت کرے اور کسی محدث نے اس کی توثیق نہ کی ہو اسے مجہول العین کہتے ہیں اور مجہول العین کی روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔ یہ راوی مجہول العین ہے اور مجہول العین اور مجہول الحال ہر دو راویوں کی روایت جمہور محدثین کے نزدیک مردود ہے۔

علامہ البانی خود مجہول راوی کی روایت کو مردود قرار دیتے ہیں، انھوں نے تمام المنة ص: ۱۹ میں یہ عنوان ” رد حديث المجهول “ قائم کر کے مجہول العین اور مجہول الحال راوی کی حدیث کو مردود قرار دیا ہے اور حافظ ابن حبان کا اس راوی کو کتاب الثقات میں ذکر کرنا بھی اس کی جہالت کا ازالہ نہیں کرتا کیونکہ حافظ ابن حبان متساہل محدث ہیں اور انھوں نے کتاب الثقات میں صرف مجہول راوی ہی نہیں بلکہ ضعیف اور کذاب راوی بھی ذکر کیے ہیں، اس لیے جب تک کتاب الثقات کے کسی راوی کی حافظ ابن حبان خود توثیق نہ کریں یا کوئی اور محدث توثیق نہ کرے، مجہول راوی کی جہالت کا ازالہ نہیں ہوتا، صرف کتاب الثقات میں کسی راوی کا مذکور ہونا اس کے ثقہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ علامہ البانی حافظ ابن حبان کے متساہل ہونے کی طرف ان الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں: بعض محدثین کی توثیق پر اعتماد نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ انھوں نے جمہور محدثین سے شاذ موقف اختیار کیا اور مجہول راویوں کی توثیق کر دیتے ہیں ان میں ابن حبان بھی شامل ہیں۔ [تمام المنة، ص: ۲۰]۔ پھر انھوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے: عدم الاعتماد على توثيق ابن حبان (ابن حبان کی توثیق قابل اعتماد نہیں ہے) پھر بیان کرتے ہیں دونوں قسم کے مجہول (مجہول العین اور مجہول الحال) راویوں کی روایت جمہور محدثین کے نزدیک مردود ہے، لیکن ابن حبان نے محدثین سے شاذ موقف اختیار کیا ہے اور مجہول راوی کی روایت کو قبول کیا ہے اور اس سے دلیل لی ہے۔ [تمام المنة، ص: ۲۰]۔ حافظ ابن حبان کے نزدیک بھی مجہول العین راوی کی روایت نا قابل احتجاج ہے وہ صرف مجہول الحال شخص کی روایت کو قابل احتجاج سمجھتے ہیں اور ان کا یہ موقف جمہور محدثین کے مخالف ہونے

۵۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« لَا نَأْخُذُ مِنْ طُوْلِهَا إِلَّا فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ » ①

''ہم داڑھی کو لمبائی سے حج اور عمرہ ہی میں کاٹتے ہیں۔''

۶۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا نُعْفِي السِّبَالَ إِلَّا فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ » ②

''ہم حج اور عمرہ کے سوا داڑھی کے بالوں کو وافر چھوڑتے (اور کاٹتے نہیں) تھے۔''

ایک تو سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول یہ آثار ضعیف ہیں پھر ان ضعیف آثار میں بھی داڑھی کاٹنے کا تعلق حج و عمرہ کے ساتھ خاص ہے۔ نیز ان میں داڑھی کی مقدار کا بیان بھی نہیں ہے کہ کتنی مقدار میں داڑھیاں کاٹی جاتی تھیں۔ پھر یہ بات دھڑلے سے بیان کرنا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بھی ایک مشت سے اضافی داڑھی کاٹنے کے قائل تھے یہ بات

کی وجہ سے مردود ہے۔ حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں: حافظ ابن حبان کا یہ موقف کہ راوی سے جہالت عین کا ازالہ ہو جائے تو جب تک اس کی جرح ثابت نہیں وہ عادل قرار پاتا ہے، یہ مذہب انتہائی عجیب ہے جب کہ جمہور محدثین اس موقف کے خلاف ہیں۔ کتاب الثقات میں ابن حبان نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے (کہ وہ مجہول الحال راویوں کو اس میں شامل کرتے ہیں) انھوں نے کتاب الثقات میں ایسے بہت سے راوی ذکر کیے ہیں جنھیں ابو حاتم وغیرہ نے مجہول کہا ہے۔ [تمام المنة ص: ۲۱]

① ضعیف: مصنف ابن ابی شیبة: ۲۵٤۸۷۔ ابو ہلال راسبی ضعیف اور قتادہ بن دعامہ کی تدلیس ہے۔

② ضعیف: سنن أبی داؤد: ٤۲۰۱۔ الكفاية في علم الرواية ص: ۲٦٥۔ ابو زبیر مکی کی تدلیس ہے۔ علامہ البانی نے اسے ضعیف سنن ابی داؤد: ۹۰۱۔ میں ضعیف الاسناد کہا اور حافظ زبیر علی زئی نے انوار الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة میں ابو زبیر کی تدلیس کی وجہ سے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ نیز علامہ البانی نے مدلس کی تدلیس کو مردود قرار دیتے ہیں اور اس مدلس راوی کی تدلیس کے بارے میں بیان کرتے ہیں: و حكم من ثبت عنه التدليس إذا كان عدلا أن لا يقبل منه إلا ما صرح فيه بالتحديث (جس راوی سے تدلیس ثابت ہو تو اگرچہ وہ عادل راوی ہو اس کی روایت اس وقت تک مقبول نہ ہوگی جب تک وہ تحدیث (حدثنا، أخبرنا، أنبأنا اور سمعت کے الفاظ کی) صراحت نہ کرے)۔ [تمام المنة ص: ۱۸]

ان ضعیف آثار سے بھی ثابت نہیں ہوتی۔ فاعتبروا یاولی الابصار!

تابعین سے داڑھی کٹوانے کے دلائل کا بیان:

آئندہ بحث میں تابعین کے ان آثار کو بیان کیا جائے گا، داڑھی کے جواز کے قائلین جنھیں بڑی شد و مد سے بیان کرتے ہیں اور داڑھی کٹوانے کے جواز کو اجماع ثابت کرنے کی اپنی سے کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ، بقول غالب:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

یہ صرف دل کے ارمان اور منہ زور خواہشات ہیں، جب کہ آئندہ دلائل سرے سے ثابت نہیں تو اجماع کیسا، پھر بالفرض یہ ثابت بھی ہوں تو کتاب وسنت کے دلائل کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود قرار پائیں گے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« كَانُوْا يُرَخِّصُوْنَ فِيْمَا زَادَ عَلَى الْقَبْضَةِ مِنَ اللِّحْيَةِ أَنْ يُؤْخَذَ مِنْهَا » ①

"(اصحاب علم) مٹھی سے زائد داڑھی کے کاٹنے کی رخصت دیا کرتے تھے۔"

۲۔ ابو ہلال راسبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصری اور محمد بن سیرین سے (داڑھی کاٹنے کے بارے میں) پوچھا تو انھوں نے کہا:

« لَا بَأْسَ بِهِ أَنْ تَأْخُذَ مِنْ طُوْلِ لِحْيَتِكَ » ②

---

① ضعیف: مصنف ابن ابی شیبة: ٢٥٤٨٤۔ اشعث بن سوار کندی ضعیف راوی ہے۔ حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن سوار کندی قاضی اہواز ضعیف راوی ہے۔ (تقریب التھذیب)۔ امام نسائی نے اسے الضعفاء و المتروکون میں ضعیف کہا ہے۔ ابن حبان نے اسے فاحش الخطاء اور کثیر الوہم کہا اور دارقطنی نے ضعیف کہا۔ (میزان الاعتدال)۔ علامہ البانی نے بھی ارواء الغلیل اور سلسلة الاحادیث الضعیفة میں اسے ضعیف کہا ہے۔

② ضعیف: مصنف ابن ابی شیبة: ٢٥٤٨٩۔ ابو ہلال محمد بن سلیم راسبی ضعیف راوی ہے، جمہور محدثین: یحییٰ بن سعید، یزید بن زریع، بخاری، نسائی، ابوزرعہ رازی، ابن سعد، ابن حبان، بزار اور دارقطنی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ تحریر تقریب التھذیب۔

"تیرے لیے اپنی لمبی داڑھی کاٹنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔"

۳۔ ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں:

« كَانُوْا يُطَيِّبُونَ لِحَاهُمْ، وَيَأْخُذُوْنَ مِنْ عَوَارِضِهَا » ①

"لوگ اپنی داڑھیوں کو خوشبو لگایا کرتے اور رخساروں سے بال کاٹا کرتے تھے۔"

۴۔ ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں:

« كَانُوْا يَأْخُذُوْنَ مِنْ جَوَانِبِهَا وَيُنَظِّفُوْنَهَا يَعْنِي اللِّحْيَةَ » ②

"لوگ داڑھی کو کناروں سے کاٹا کرتے اور اسے آراستہ کیا کرتے تھے۔"

قارئین کرام! ابراہیم نخعی سے منقول دونوں آثار جہاں اسنادی اعتبار سے ضعیف ہیں، وہاں ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنے والوں کے لیے ان دونوں آثار میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ ان آثار میں نہ مشت سے زیادہ داڑھی کٹوانے کا بیان ہے اور نہ مشت سے کم داڑھی کٹوانے کی ممانعت۔

۵۔ امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انھیں یہ خبر پہنچی:

« أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ، دَعَا بِالْجَلَمَيْنِ، فَقَصَّ شَارِبَهُ، وَأَخَذَ مِنْ لِحْيَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْكَبَ، وَقَبْلَ أَنْ يُهِلَّ مُحْرِماً » ③

---

① ضعیف: مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۵۴۹۰۔ سفیان ثوری کی تدلیس ہے۔

② شعب الایمان للبیھقی: ۶۰۱۸۔ سفیان ثوری کی تدلیس ہے اور مدلس کی تدلیس ضعف حدیث کا سبب ہے۔ سفیان ثوری محدثین کے نزدیک بالاتفاق مدلس ہیں اور علامہ قسطلانی "ارشاد الساری: ۱/۲۸۶" میں بیان کرتے ہیں کہ سفیان ثوری مدلس راوی ہیں اور مدلس کا عن سے بیان کرنا قابل حجت نہیں جب تک اس کا سماع کسی دوسری سند سے ثابت نہ ہو۔ علامہ عینی نے "عمدۃ القاری: ۳/۱۱۲" میں اور کرمانی نے شرح البخاری: ۳/۶۲: ۲۱۳" میں یہی بات نقل کی ہے۔ نیز حافظ زبیر علی زئی کہتے ہیں کہ سفیان ثوری کے مدلس ہونے پر اجماع ثابت ہے۔ [الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین از زبیر علی زئی ص: ۴۰]

③ معلق: موطا امام مالک: ۱۴۸۷۔ یہ روایت امام مالک کی بلاغات سے ہے جو معلق ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

”سالم بن عبد اللہ جب احرام کا ارادہ کرتے تو قینچی منگواتے اور سواری پر سوار ہونے اور احرام کا تلبیہ کہنے سے پہلے موچھیں اور داڑھی کاٹتے تھے۔“

اس معلق اثر میں مشت سے زیادہ داڑھی کٹوانے کا بیان نہیں، پھر یہ داڑھی کے جواز کے قائلین کے خلاف ہے کیونکہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے داڑھی حج و عمرہ سے فارغ ہو کر کاٹی ہے اور یہاں احرام باندھنے سے پہلے داڑھی کاٹی جا رہی ہے۔

۶۔ مجاہد تابعی ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں) کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

« حَلْقُ الرَّأْسِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَرَمْيُ الْجِمَارِ، وَقَصُّ اللِّحْيَةِ » ①

” (اس آیت سے مراد) سر منڈوانا، زیر ناف بال مونڈنا، ناخن تراشنا، موچھیں کاٹنا، جمرات کو کنکریاں مارنا اور داڑھی کاٹنا ہے۔“

۷۔ عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں:

« كَانُوْا يُحِبُّوْنَ أَنْ يَعْفُوا اللِّحْيَةَ إِلَّا فِي حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، وَكَانَ إِبْرَاهِيْمُ يَأْخُذُ مِنْ عَارِضِ لِحْيَتِهِ » ②

”لوگ حج و عمرہ کے سوا داڑھیوں کو باقی چھوڑنا اور نہ کاٹنا پسند کرتے تھے اور ابراہیم نخعی داڑھی کو رخساروں سے کاٹا کرتے تھے۔“

فوائد:

قارئین کرام! یہ ہمارے موقف کی زبردست دلیل ہے کہ صحابہ و تابعین سمیت سبھی لوگ

① ضعیف: تفسیر طبری: ۶۱۳/۱۸۔ عبد اللہ بن ابی نجیح کی تدلیس ہے۔ (الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین، ص: ۵۳۔

② صحیح: مصنف ابن أبي شيبة: ۸۲۴۸۲۔ علامہ البانی نے اسے سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۴۴۱/۱۳۔ میں صحیح کہا ہے۔

داڑھیاں نہ کٹوانے پر عامل تھے اور صحابہ وتابعین میں سے کوئی بھی داڑھی کاٹنے کا قائل و فاعل نہ تھا اور کسی بھی صحابی اور تابعی سے داڑھی کی زیادہ سے زیادہ مقدار ایک مشت ثابت نہیں۔ بلکہ تمام صحابہ کرام وتابعین عظام داڑھی کو اس کی اصل حالت پر باقی رکھنے اور کسی بھی مرحلے پر نہ کاٹنے کے قائل و فاعل تھے۔ البتہ بعض صحابہ جیسے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور اس اثر کی رو سے کچھ تابعین حج وعمرہ کے موقع پر مسئلہ تقصیر کی رو سے داڑھی کے کچھ بال کٹوانے کے قائل تھے۔ تمام صحابہ وتابعین حج وعمرہ کے سوا داڑھی کو باقی چھوڑنے اور نہ کاٹنے کے بالاتفاق قائل تھے پھر اس اثر سے داڑھی کی زیادہ سے زیادہ مقدار ایک مشت کا تعین نہیں ہوتا۔ اس کی دلیل عطاء بن ابی رباح تابعی کا بیان کردہ یہ اثر ہے، کیونکہ اس میں لفظ "يُعْفُوْنَ" استعمال ہوا ہے، یہ لفظ اعفاء اور أعفوا کے صیغوں سے احادیث نبویہ میں بیان ہوا ہے، جس کا مادہ ع ف و ہے، جس کا معنی داڑھیوں کو بہت زیادہ بڑھانا، نہ کاٹنا اور انھیں ان کی حالت پر چھوڑنا ہے۔ لغویوں اور شارحین کی مکمل بحث ہم قولی احادیث کی تفصیل میں بیان کر چکے ہیں، مزید وضاحت کے لیے کہ اس لفظ میں کہیں بھی داڑھی کاٹنے اور کسی مرحلے پر اس کی قطع و برید کا تاثر تک نہیں ہے۔ مختصر تفصیل ملاحظہ کیجیے:

۱۔ مولانا وحید الزماں قاسمی لکھتے ہیں:

"أَعفی الشَّعْرَ وَ نَحْوَهُ" بال وغیرہ کو باقی رکھنا اور نہ کاٹنا۔ حدیث میں ہے "قُصُّوْا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحی" [1]

۲۔ ابن اثیر جزری بیان کرتے ہیں:

« وَفِيْهِ أَنَّهُ أَمَرَ بِإِعْفَاءِ اللِّحى هُوَ أَنْ يُوَفَّرَ شَعْرُهَا وَلَا يُقَصَّ كَالشَّوَارِبِ، مِنْ عَفَا الشَّيْءُ إِذَا كَثُرَ وَزَادَ » [2]

---

[1] القاموس الوحيد، ص: ۱۱۰۰۔

[2] النهاية فى غريب الحديث: ۳/ ۲۶۶۔

"حدیث میں إعفاء اللحی کا حکم ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ان (داڑھیوں) کے بال خوب بڑھائے جائیں اور مونچھوں کی طرح کاٹیں نہ جائیں۔ یہ عفا الشیء سے ہے کہ جب کوئی چیز کثیر اور زیادہ ہو جائے تو (عفا الشیء بولتے ہیں)۔

۳۔ علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن یوسف بن ابراہیم حمزی بیان کرتے ہیں:

« (أَعْفُوا اللِّحى) أي: وَفِّرُوْهَا وَكَثِّرُوْهَا » ①

"أَعْفُوا اللِّحَى" کا مطلب ہے کہ داڑھیاں خوب بڑھاؤ اور انھیں بہت زیادہ کرو۔"

۴۔ عبد الرؤوف مناوی لکھتے ہیں:

« (وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ) أَيْ إِكْثَارُهَا بِلَا نَقْصٍ مِنْ قَبِيْلِ حَتَّى عَفَوْا وَالْمُرَادُ عَدَمُ التَّعَرُّضِ لَهَا بِنَقْصِ شَيْءٍ مِنْهَا بِخَلَافِ لِحْيَةِ الْأُنْثَى فَيُسَنُّ إِزَالَتُهَا » ②

" إعفاء اللحية " کا مطلب ہے داڑھی کو بغیر کم کرنے کے بڑھانا، یہ حتی عفوا (قرآن کی آیت کہ جس کا معنی زیادہ ہونا ہے) کی قبیل سے ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ داڑھی میں کسی طرح کی کمی ہرگز نہ کی جائے برعکس عورت کی داڑھی کے کہ اسے کاٹا جائے گا۔"

۵۔ امام خطابی إعفاء اللحیۃ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

« وَأَمَّا إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ فَهُوَ إِرْسَالُهَا وَتَوْفِيرُهَا » ③

"إعفاء اللحیۃ" کا معنی اسے لٹکانا اور خوب بڑھانا ہے۔"

---

① مطالع الأنوار على صحاح الآثار: ٥/٥٧۔

② فيض القدير شرح الجامع الصغير: ٤/٣١٦۔

③ معالم السنن: ١/ ٣١۔

اہل لغت اور شارحین کی یہ تصریحات واضح دلیل ہیں کہ عطاء بن ابی رباح کا مذکورہ قول داڑھی نہ کٹوانے والوں کے حق کی دلیل ہے اور اسے داڑھی کٹوانے کے جواز کی دلیل کے طور پر پیش کرنا قطعی طور پر درست نہیں۔ بقول شاعر:

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

۲۔ یہ طے ہو جانے کے باوجود کہ کوئی صحابی اور تابعی بھی داڑھی کے بارے میں مرویات کی کوئی مخالف توجیہ اور تعبیر پیش نہیں کرتا اور نہ کسی صحابی اور تابعی نے داڑھی بڑھانے اور نہ کاٹنے کی احادیث کی توضیح و تشریح میں کوئی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ حد مقرر کی ہے۔ اس کے باوجود صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کا ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنے پر اتفاق اور اجماع ثابت کرنا پتا نہیں کسی تعلیم کا اثر یا کون سے اصول کا نتیجہ ہے؟ ہر بات پر جھوٹ، ہر موقف میں خیانت، ہر قول میں من مانی اور ہر دلیل میں دھونس دھاندلی اور ہٹ دھرمی اہل علم کا شیوہ نہیں یہ دیوانوں کی روش ہے۔ بقول شاعر:

اس شرط پہ کھیلوں گی پیا پیار کی بازی
جیتوں تو تجھے پاؤں ہاروں تو پیا تیری

یعنی جو مفہوم یہ علمی نابغے بیان کریں یہی قبول کیا جائے اور ان کے فیصلے ہی کو حرف آخر سمجھا جائے۔ امیر قزلباش کہتے ہیں:

مرے جنوں کا نتیجہ ضرور نکلے گا
اسی سیاہ سمندر سے نور نکلے گا
گرا دیا ہے تو ساحل پہ انتظار نہ کر
اگر وہ ڈوب گیا ہے تو دور نکلے گا
اسی کا شہر، وہی مدعی، وہی منصف
ہمیں یقین تھا، ہمارا قصور نکلے گا

اس طرح کی یاوا گوئی دل بہلانے کے لیے شاعری اور خیالی دنیا میں ملتی ہے، علمی دنیا میں داڑھی کاٹنے کے جواز کے قائلین کے پاس نہ کوئی مضبوط دلیل ہے نہ کوئی مستند اور واضح حدیث واثر۔ بس میں نے مانوں کی ضد کے سوا کچھ بھی نہیں اور کوا سفید ہے کی بے تکی راگنی اور دل کے بہلانے کے لیے غالب یہ خیال اچھا ہے کہ مصداق حقیقت کو تسلیم نہیں کرنا، دماغ میں اڑی ہوئی سوئی کو نہ نکالنا اور ایسے بے تکی تشریحات سے بھی گریز نہیں کیا جاتا جو ہزیمت اور جگ ہنسائی کا باعث بنتی ہیں۔ بقول شاعر:

کون کہتا ہے میرے محبوب کا رنگ کالا ہے
فرشتے تل لگانے لگے تھے کہ سیاہی پھیل گئی

۳۔ عطاء بن ابی رباح معروف تابعی ہیں، جو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں اور پیچھے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حج کے موقع پر تقصیر میں داڑھی اور مونچھوں کے ان کے تقصیر میں شامل کرنے والے اثر کے راوی ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انھوں اور ان کے رفقاء وغیرہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر سے دلیل لی ہے اور باقی لوگ بھی اسی اثر کی وجہ سے حج وعمرہ میں داڑھی کاٹنے پر عامل ہوئے ہیں۔ حج وعمرہ میں داڑھی کو کاٹنا ایک خاص عمل ہے، حج وعمرہ سے ہٹ کر کسی صحابی اور تابعی سے داڑھی کاٹنا ثابت نہیں۔

۴۔ عطاء بن ابی رباح کے اثر کو ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنے کے جواز کی دلیل بنانا قطعاً نادرست ہے کیونکہ اس اثر میں داڑھی کی مقدار کا سرے سے بیان ہی نہیں ہے اور حج وعمرہ کے موقع پر داڑھی کی تقصیر کا بیان ہے جس میں داڑھی کی خاص لمبائی والوں کا بیان نہیں ہوا بلکہ یہاں داڑھی کاٹنے کا مطلق بیان ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کی جتنے داڑھی ہوتی تھی وہ حج وعمرہ میں معمولی مقدار میں کاٹنے سے تقصیر پر عمل پیرا ہوتا تھا۔ یہاں یہ کوئی تفصیل نہیں کہ ایک مشت سے زیادہ والے داڑھی کو ایک

مشت کے برابر کاٹتے تھے اور جن کی داڑھی ایک مشت سے کم تھی وہ داڑھی کی تقصیر نہیں کرتے تھے۔ بلکہ عطاء بن ابی رباح کے اثر اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کو ملایا جائے تو یہاں تقصیر میں ایک مشت سے زیادہ داڑھی کٹوانا تو دور کی بات یہاں تو نیچے سے معمولی سے بال کٹوانا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اوپر والے اثر کے الفاظ پر غور کیجیے، وہ لوگوں کا یہ مطلق عمل کہ وہ حج وعمرہ کے سوا داڑھی نہیں کٹواتے تھے بیان کرنے کے بعد ابراہیم نخعی کا یہ خاص عمل بیان کرتے ہیں کہ وہ (حج وعمرہ میں) رخساروں سے بال کٹواتے تھے۔ یعنی عطاء بن ابی رباح جن لوگوں کا حج وعمرہ میں داڑھی کاٹنے عمل بیان کرتے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ رخساروں سے بال کٹواتے تھے، داڑھی کو لمبائی سے کاٹنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور عطاء بن ابی رباح سیدنا عبداللہ بن عباس سے جو روایت بیان کرتے ہیں، اس روایت میں بھی حج وعمرہ میں تقصیر کی صورت میں داڑھی کے بالوں کو رخساروں سے کاٹنے کا بیان ہے۔ روایت کے الفاظ ملاحظہ کیجیے۔

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ نے عباس رضی اللہ عنہما اس آیت ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں) کی تفسیر یوں بیان کی:

«اَلتَّفَثُ : حَلْقُ الرَّأْسِ، وَأَخْذُ مِنَ الشَّارِبَيْنِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَالْأَخْذُ مِنَ الْعَارِضَيْنِ، وَرَمْيُ الْجِمَارِ، وَالْمَوْقِفُ بِعَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةِ» [1]

"التفث" سے مراد سر مونڈنا، مونچھیں کاٹنا، بغلوں کے بال اکھاڑنا، زیر ناف بال مونڈنا، ناخن تراشنا، رخساروں کے بال کاٹنا، جمرات کو کنکریاں مارنا اور عرفہ اور مزدلفہ میں وقوف کرنا ہے۔"

ان دونوں روایات سے ثابت ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء بن ابی رباح،

[1] صحیح: تفسیر طبری: ۱۸/ ۶۱۳۔

ابراہیم نخعی اور ان کے دیگر رفقاء کے نزدیک حج و عمرہ میں بھی لمبائی اور چوڑائی سے داڑھی کٹوانا ثابت نہیں بلکہ یہ لوگ رخساروں سے کچھ بال کاٹ کر تقصیر پر عمل کرتے تھے اور ان کا یہ عمل بھی حج و عمرہ تک محدود تھا۔ قارئین کرام! ایک طرف یہ روایات ہیں جن میں ایک مشت سے زیادہ تو رہا ایک طرف لمبائی و چوڑائی سے داڑھی کاٹنے ثابت ہی نہیں ہوتا۔ جب کے داڑھی کاٹنے کے جواز کے قائلین چور مچائے شور کے مصداق سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء بن ابی رباح سے ایک مشت سے داڑھی کاٹنے تک داڑھی کاٹنے کو داڑھی کی زیادہ سے زیادہ حد قرار دیتے ہیں۔ دلیل ساری ان کے اپنے خلاف جاتی ہے اور جن دلائل سے داڑھی کاٹنا ثابت کرتے تھے وہ الٹی ان کے گلے میں پڑ گئی ہیں۔ بقول میر

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریِ دل نے آخر کام تمام کی

اور اتنے شور کے بعد ثابت کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ بقول آتش:

کوئی عشق میں مجھ سے افزوں نہ نکلا
کبھی سامنے ہو کے مجنوں نہ نکلا
بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اِک قطرۂ خوں نہ نکلا
بجا کہتے آئے ہیں ہیچ اس کو شاعر
کمر کا کوئی ہم سے مضموں نہ نکلا
ہُوا کون سا روزِ روشن نہ کالا
کب افسانۂ زلفِ شب گوں نہ نکلا
پہنچتا اسے مصرعِ تازہ و تر
قدِ یار سا سروِ موزوں نہ نکلا
رہا سال ہا سال جنگل میں آتش
مرے سامنے بیدِ مجنوں نہ نکلا

اللہ اور رسول کا حکم آنے پر عذر تراشیاں

اللہ اور اس کے رسول کا حکم آ جائے تو کسی مسلمان کو دائیں بائیں دیکھنے، مقابلے میں صحابی، تابعی یا کسی امام کا قول یا اپنی رائے زنی کا اختیار ہی نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت وعید اور یہ فکر و سوچ اور عذر داریاں ضلالت و گمراہی کا باعث ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾

”اور کسی بھی مومن مرد اور مومن عورت کے لائق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کریں تو ان کے لیے اس معاملے میں اختیار ہو اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔“ [الأحزاب : ٣٦]

فوائد:

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

« فَهٰذِهِ الْآيَةُ عَامَّةٌ فِي جَمِيْعِ الْأُمُوْرِ، وَذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا حَكَمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ بِشَيْءٍ، فَلَيْسَ لِأَحَدٍ مُخَالَفَتُهُ وَلَا اخْتِيَارَ لِأَحَدٍ هَاهُنَا، وَلَا رَأْيَ وَلَا قَوْلَ » [1]

[1] تفسیر ابن کثیر: ٦/٤٢٣۔

’’یہ آیت تمام معاملات میں عام ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کا کوئی حکم آ جائے تو نہ کسی کے لیے اس کی مخالفت درست ہے، نہ کسی کے لیے (اسے چھوڑنے کا) کوئی اختیار اور نہ کوئی رائے اور نہ کسی کے قول کی کوئی حیثیت ہے۔‘‘

نیز کتاب وسنت کی اتباع ہی کو صراط مستقیم قرار دیا گیا ہے اور ان کے علاوہ کی اتباع کو گمراہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [الأنعام: ١٥٣]

’’اور بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔‘‘

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا، ثُمَّ قَالَ: هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ، ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ، وَقَالَ: هٰذِهِ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ وَقَرَءَ: ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ﴾ (الأنعام: ١٥٣) الْآيَةَ» [1]

’’نبی ﷺ نے ہمارے لیے ایک لکیر کھینچی پھر فرمایا: ’’یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔‘‘ پھر آپ نے اس (لکیر) کے دائیں بائیں کئی لکیریں کھینچیں اور فرمایا: یہ الگ الگ راستے ہیں، ان میں سے ہر راہ پر ایک شیطان بیٹھا ہے جو لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔‘‘ اس کے بعد آپ نے سیدھی راہ پر ہاتھ رکھا اور یہ آیت

[1] صحیح: مسند أحمد: ١/٤٦٥۔ مستدرك حاكم: ٢/٣١٨۔ السنة للمروزی: ١١۔ صحیح ابن حبان: ٦۔ مسند ابی داؤد طیالسی: ٢٤١۔ سنن دارمی: ٢٠٨۔

تلاوت فرمائی: ''اور بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو۔''

اسی طرح احادیث رسول ﷺ سے بھی بہت سے ایسے دلائل ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اطاعت رسول ہی اعمال کی قبولیت اور دلائل کے معتبر ہونے کا پیمانہ ہے۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَنْ يَأْبٰى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى » ①

''میری ساری امت جنت میں داخل ہو گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''یارسول اللہ! (جنت میں داخل ہونے سے) کون انکار کرتا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت میں داخل ہونے سے) انکار کیا۔''

رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کا انجام کار:

رسول اللہ ﷺ کی حکم عدولی اور آپ کی سنت کی مخالفت سے ہمیشہ باز رہیے، کیونکہ آپ کی مخالفت کسی دنیاوی آفت یا آخرت کے دردناک عذاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی، اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی مکرم ﷺ کی مخالفت سے بچنے کی تلقین کی اور مخالفت کرنے پر ان الفاظ میں دھمکایا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ [النور: ٢٤/٦٣]

''سو وہ لوگ ڈریں جو اس کے حکم سے انحراف کرتے ہیں کہ انھیں کوئی زبردست آفت آن پہنچے یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔''

① صحیح بخاری: ٧٢٨٠۔

فوائد:

✿ حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

« وَقَوْلُهُ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهِ: أَيْ عَنْ أَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَبِيْلُهُ وَمِنْهَاجُهُ وَطَرِيْقَتُهُ وَسُنَّتُهُ وَشَرِيْعَتُهُ، فَتُوْزَنُ الْأَقْوَالُ وَالْأَعْمَالُ بِأَقْوَالِهِ وَأَعْمَالِهِ، فَمَا وَافَقَ ذٰلِكَ قُبِلَ، وَمَا خَالَفَهُ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ عَلَى قَائِلِهِ وَفَاعِلِهِ كَائِنًا مَنْ كَانَ، كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ، أَيْ فَلْيَحْذَرْ وَلْيَخْشَ مَنْ خَالَفَ شَرِيْعَةَ الرَّسُوْلِ بَاطِنًا وَظَاهِرًا، أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَيْ فِي قُلُوْبِهِمْ مِنْ كُفْرٍ أَوْ نِفَاقٍ أَوْ بِدْعَةٍ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ أَيْ فِي الدُّنْيَا بِقَتْلٍ أَوْ حَدٍّ أَوْ حَبْسٍ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ »

''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: پس جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے امر کی مخالفت کرتے ہیں وہ ڈریں: یہاں آپ کے امر سے مراد آپ کا راستہ، منہج، طریقہ، سنت اور شریعت ہے۔ چنانچہ (دیگر لوگوں: صحابہ، تابعین اور ائمہ وفقہاء کے) اقوال و اعمال کو آپ کے اقوال و اعمال سے تولا جائے گا۔ چنانچہ ان میں سے جس کا قول و عمل آپ کے قول و عمل کے موافق ہوگا وہ قبول کیا جائے گا اور جس کا قول و عمل آپ کے قول و عمل کے مخالف ہوگا اسے رد کیا جائے گا (مخالف قول و عمل کا حامل) جو بھی ہو (صحابی تابعی، امام یا فقیہ، مخالفت میں ہر ایک کی بات رد ہوگی)۔ جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہیں ہے وہ مردود ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۶۹۷۔ صحیح مسلم: ۱۷۱۸) سو آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ نبوی شریعت کی خفیہ

یا علانیہ مخالفت کرتے ہیں وہ اس بات سے ڈریں کہ ان کے دلوں میں کفر، نفاق یا بدعت کی شکل میں کوئی فتنہ جنم نہ لے لے یا دنیا میں قتل، کسی شرعی حد، قید یا کسی اور سزا کی شکل میں وہ دردناک سزا کے موجب قرار نہ پائیں۔"[1]

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [النساء : ١٤]

"اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور اس کی حدود سے تجاوز کیا وہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔"

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے ہمیشہ ڈرنا چاہیے اور غمی اور خوشی، عبادات و معاملات نیز زندگی کے ہر پہلو میں سنت نبوی اور تعلیمات نبویہ کو ملحوظ رکھا جائے، ورنہ سنت سے بغاوت اور کج روی کی صورت میں کسی آفت سے دوچار ہو سکتے ہیں، جیسے ایک شخص نبی ﷺ کی حکم عدولی کی وجہ سے دنیاوی سزا سے دوچار ہوا تھا۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهٖ، فَقَالَ : كُلْ بِيَمِيْنِكَ، قَالَ : لَا أَسْتَطِيْعُ، قَالَ : لَا اسْتَطَعْتَ، مَا مَنَعَهٗ إِلَّا الْكِبْرُ، قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا إِلٰى فِيْهِ»[2]

"ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا تو آپ نے فرمایا: "دائیں ہاتھ سے کھا۔" اس نے کہا: "میں (دائیں ہاتھ سے کھانے) کی طاقت نہیں رکھتا۔" آپ نے فرمایا: "تو طاقت نہ رکھے۔" آپ کے حکم کی تعمیل سے اسے کبر و نخوت نے روکا تھا۔ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر وہ شخص اپنے

[1] تفسیر ابن کثیر: ٦/٨٢۔

[2] صحیح مسلم : ٢٠٢١۔ مسند أحمد : ٤/٤٥۔

دائیں ہاتھ کو اپنے منہ تک کبھی نہ اٹھا سکا۔"

گزشتہ دلائل بین ثبوت ہیں کہ احکام و مسائل میں کتاب و سنت ہی کی اتباع ضروری ہے اور مقتدا و رہبر رسول کریم ہیں، ان ہی کی اتباع لازم ہے اور ہر دینی معاملے میں ان کی مخالفت سے اجتناب لازم ہے۔ صحابہ و تابعین اور دیگر مومنوں کا یہی خاصہ رہا ہے۔ احکام و مسائل میں دائیں بائیں جھانکنے اور اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں کسی کا قول، عمل یا فہم پیش کرنا کسی مسلمان کو زیبا ہی نہیں۔ سو کتاب و سنت ہی رشد و ہدایت کا منبع ہیں اور ان کی اتباع ہی سے انسان دینی مراحل طے کر سکتا اور اخروی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

اختلافی مسائل کا حل:

اگر کسی مسئلہ میں کوئی اختلاف ہو جائے اور کتاب و سنت کے برعکس کسی صحابی، تابعی، فقیہ، مجتہد یا امام کا قول و فعل کتاب و سنت کے دلائل سے متصادم ہو تو کسی شخص کی رائے اور قول و فعل کو شریعت کا درجہ دینے یا کتاب و سنت کے دلائل سے انحراف کرنے یا ان کی تقیید و تخصیص کرنے یا کسی کے قول سے دلائل کا رخ موڑنے کے بجائے کتاب و سنت کے دلائل کی طرف لوٹنا اور قرآن و سنت کی دلیل کو اختیار کرنا لازم ہے۔ مختلف فیہ مسائل میں قرآن و سنت سے متصادم قول و فعل کو اختیار کرنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہے۔

❁ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ﴾ [النساء : ٥٩]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ

سے زیادہ اچھا ہے۔“

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

وَقَوْلُهُ: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ قَالَ مُجَاهِدٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ السَّلَفِ: أَيْ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ وَهٰذَا أَمْرٌ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِأَنَّ كُلَّ شَيْءٍ تَنَازَعَ النَّاسُ فِيهِ مِنْ أُصُوْلِ الدِّيْنِ وَفُرُوْعِهِ أَنْ يُرَدَّ التَّنَازُعُ فِي ذٰلِكَ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ [الشورى: ١٠] فَمَا حَكَمَ بِهِ كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهِ وَشَهِدَا لَهُ بِالصِّحَّةِ فَهُوَ الْحَقُّ، وَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ، وَلِهٰذَا قَالَ تَعَالَى: ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ أَيْ: رُدُّوا الْخُصُوْمَاتِ وَالْجَهَالَاتِ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ فَتَحَاكَمُوْا إِلَيْهِمَا فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَكُمْ ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ فَدَلَّ عَلَى أَنَّ مَنْ لَمْ يَتَحَاكَمْ فِي مَجَالِ النِّزَاعِ إِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَلَا يَرْجِعْ إِلَيْهِمَا فِي ذٰلِكَ، فَلَيْسَ مُؤْمِنًا بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَقَوْلُهُ: ﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ أَيْ: التَّحَاكُمُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ وَالرُّجُوْعُ فِي فَصْلِ النِّزَاعِ إِلَيْهِمَا خَيْرٌ ﴿وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ أَيْ: وَأَحْسَنُ عَاقِبَةً وَمَآلًا » [1]

”اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ”اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ“ کے بارے میں مجاہد اور دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول کی طرف لوٹانے سے مراد کتاب اللہ اور سنت رسول ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ دین کے اصول اور فروع میں سے ہر مسئلہ جس میں لوگوں کا تنازعہ ہو جائے اس

[1] تفسير ابن كثير: ٢/٣٤٥، ٣٤٦۔

تنازعہ کو کتاب و سنت کی طرف لوٹایا جائے، جیسے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور وہ چیز جس میں تم نے اختلاف کیا، کوئی بھی چیز ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔'' (الشوریٰ: ۱۰)۔ چنانچہ ہر اختلافی مسئلہ میں کتاب و سنت جو بھی فیصلہ کرے اور اس کے صحیح ہونے کا فیصلہ کر دے تو یہی حق ہے اور حق کے بعد جو بھی چیز ہے وہ باطل ہے۔ اس لیے (کہ کتاب وسنت کے علاوہ ہر قول وفعل گمراہی ہے) اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کا ذکر کیا ہے کہ اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یعنی اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اپنے جھگڑے اور ایسے مسائل جن کے حقائق سے تم ناواقف ہو انھیں کتاب و سنت کی طرف پیش کرو اور اپنے نزاعی مسائل میں کتاب وسنت کو فیصل مانو۔ پس یہ آیت دلیل ہے کہ جو لوگ اختلاف کی صورت میں کتاب وسنت کی طرف فیصلہ لے کر نہیں جاتے اور اختلاف کی صورت میں ان کی طرف رجوع نہیں کرتے تو وہ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ رب العزت کا یہ فرمان: ذلک خیر'' کا مطلب ہے کہ کتاب وسنت کو فیصل ماننا اور مسائل میں جھگڑے کی صورت میں ان کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے اور انجام کار کے لحاظ سے عمدہ ہے۔''

۲۔ استاذ محترم حافظ عبدالسلام بن محمد اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

''اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ، تابعین یا ائمہ میں اگر کسی مسئلے پر نزاع ہو تو کسی کا قول بھی حجت نہیں، بلکہ وہاں صرف قرآن وحدیث پر عمل ہوگا۔''[1]

۳۔ حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ لکھتے ہیں:

''اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد، قرآن کریم اور الرسول سے مراد اب حدیث رسول ہے۔ یہ تنازعات کے ختم کرنے کے لیے ایک بہترین اصول بتلا دیا گیا ہے۔ اس اصول سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی تیسری شخصیت کی اطاعت

[1] تفسیر القرآن الکریم: ۱/۳۷۷۔

واجب نہیں۔ جس طرح تقلید شخصی یا تقلید معین کے قائلین نے ایک تیسری اطاعت کو واجب قرار دے رکھا ہے اور اسی تیسری اطاعت نے، جو قرآن کی اس آیت کے صریح مخالف ہے، مسلمانوں کو امت متحدہ کے بجائے امت منتشرہ بنا رکھا ہے اور ان کے اتحاد کو تقریباً ناممکن بنا دیا ہے۔"[1]

اختلافی مسائل میں رسول کو فیصل تسلیم کرنا:

شرعی مسائل میں اختلاف کی صورت میں حدیث رسول کو فیصل مانا جائے گا اور حدیث رسول کے مقابلے میں کسی صحابی، تابعی اور امام کی رائے، اجتہاد یا قول و فعل کو پیش کر کے حدیث کا انکار کرنے والوں کے لیے سخت وعید بیان ہوئی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ٦٥]

"پس نہیں، تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔"

۱۔ حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

« يُقْسِمُ تَعَالَى بِنَفْسِهِ الْكَرِيمَةِ الْمُقَدَّسَةِ: أَنَّهُ لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ حَتَّى يُحَكِّمَ الرَّسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَمِيعِ الْأُمُورِ، فَمَا حَكَمَ بِهِ فَهُوَ الْحَقُّ الَّذِي يَجِبُ الْاِنْقِيَادُ لَهُ بَاطِنًا وَظَاهِرًا، وَلِهٰذَا قَالَ: ﴿ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ أَيْ:

[1] تفسیر احسن البیان از حافظ صلاح الدین یوسف: ۲۳۱۔

إِذَا حَكَّمُوْكَ يُطِيْعُوْنَكَ فِي بَوَاطِنِهِمْ فَلَا يَجِدُوْنَ فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا حَكَمْتَ بِهِ، وَيَنْقَادُوْنَ لَهُ فِي الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ فَيُسَلِّمُوْنَ لِذٰلِكَ تَسْلِيْمًا كُلِّيًّا مِنْ غَيْرِ مُمَانِعَةٍ وَلَا مُدَافِعَةٍ وَلَا مُنَازِعَةٍ » ①

"اللہ تعالیٰ (اس آیت کریمہ میں) اپنی ذات مقدسہ کی قسم کھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کو تمام امور میں فیصل تسلیم نہ کرلے۔ پھر جو آپ فیصلہ کردیں وہی حق ہے اور ظاہر و باطن میں اسے تسلیم کرنا واجب ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کرلیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔" یعنی جب وہ آپ کو فیصل تسلیم کرلیں تو وہ اپنے باطن میں بھی آپ کی اطاعت کریں اور آپ جو فیصلہ کریں اس کے بارے میں اپنے دلوں میں تنگی محسوس نہ کریں (بلکہ اسے خوش دلی سے تسلیم کریں اور اس پر راضی ہو جائیں) اور ظاہر و باطن میں اسے کی اطاعت کریں اور بغیر ٹال مٹال، انکار اور جھگڑے کے اسے کلی طور پر مان لیں)۔"

۲۔ امام رازی بیان کرتے ہیں:

« ظَاهِرُ الْآيَةِ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَا يَجُوْزُ تَخْصِيْصُ النَّصِّ بِالْقِيَاسِ، لِأَنَّهُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ يَجِبُ مُتَابَعَةُ قَوْلِهِ وَحُكْمِهِ عَلَى الْإِطْلَاقِ، وَأَنَّهُ لَا يَجُوْزُ الْعُدُوْلُ عَنْهُ إِلَى غَيْرِهِ، وَمِثْلُ هٰذِهِ الْمُبَالَغَةِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ قَلَّمَا يُوْجَدُ فِي شَيْءٍ مِنَ التَّكَالِيْفِ، وَذٰلِكَ يُوْجِبُ تَقْدِيْمَ عُمُوْمِ الْقُرْآنِ وَالْخَبَرِ عَلَى حُكْمِ الْقِيَاسِ، وَقَوْلُهُ: ﴿ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ﴾ مُشْعِرٌ بِذٰلِكَ لِأَنَّهُ مَتَى خَطَرَ بِبَالِهِ

① تفسیر ابن کثیر: ۳۴۹/۲۔

قِيَاسٌ يُفْضِي إِلَى نَقِيضِ مَدْلُولِ النَّصِّ، فَهُنَاكَ يَحْصُلُ الْحَرَجُ فِي النَّفْسِ، فَبَيَّنَ تَعَالَى أَنَّهُ لَا يَكْمُلُ إِيمَانُهُ إِلَّا بَعْدَ أَنْ لَا يَلْتَفِتَ إِلَى ذَلِكَ الْحَرَجِ، وَيُسَلِّمَ النَّصَّ تَسْلِيمًا كُلِّيًّا » ①

"اس آیت کا ظاہر مفہوم دلیل ہے کہ نص کو قیاس کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ آپ کے قول اور حکم کی مطلق متابعت واجب ہے، آپ کے قول اور حکم کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف میلان جائز نہیں۔ اس آیت مذکورہ میں جس قدر (آپ کے قول و حکم کی اتباع پر زور دیا گیا ہے) شرعی احکام تکلیفیہ میں اس قدر مبالغہ کم ہی پایا جاتا ہے۔ نیز اس آیت کے مدلول قرآن و سنت کے عمومی دلائل کو قیاس پر اولیت واجب قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ﴾ باور کرواتا ہے کہ کسی شخص کے دل میں کوئی ایسا قیاس کھٹکے جو شرعی نص کے مدلول کے خلاف لے جائے تو یہاں (اس قیاس کے خلاف) دل میں حرج واقع ہونا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وضاحت بیان کی جب تک وہ اس حرج (تنگی) کی طرف التفات نہیں کرے اور شرعی نص کو من وعن تسلیم نہ کرلے اس کا ایمان کامل نہ ہوگا۔"

۳۔ ابو مالک کمال بن سید سالم لکھتے ہیں:

« أَنَّ الصَّحَابِيَّ إِذَا قَالَ أَوْ فَعَلَ خِلَافَ مَا رَوَاهُ، فَإِنَّ الْعِبْرَةَ بِمَا رَوَاهُ لَا بِفَهْمِهِ وَفِعْلِهِ، فَالْعِبْرَةُ بِالْمَرْفُوعِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » ②

"(اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ) صحابی جب اپنی روایت کے خلاف کوئی بات کہے یا کوئی فعل انجام دے تو اس کی روایت کا اعتبار ہوتا ہے، اس کے فہم اور فعل کا

❶ تفسير الرازی: ۱۰/۱۲۹۔ ❷ صحیح فقه السنة: ۱/۱۰۲۔

اعتبار نہیں ہوتا۔ سو نبی ﷺ کی طرف منسوب مرفوع حدیث معتبر قرار پائے گی۔"

۴۔ علامہ جمال الدین قاسمی لکھتے ہیں:

«رَدُّ مَا خَالَفَ النَّصَّ أَوِ الْإِجْمَاعَ: قَالَ الْإِمَامُ الْقَرَافِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي فُرُوْقِهِ فِي الْفَرْقِ الثَّامِنِ وَالسَّبْعِيْنَ: كُلُّ شَيْءٍ أَفْتَى فِيْهِ الْمُجْتَهِدُ فَخَرَجَتْ فُتْيَاهُ فِيْهِ عَلَى خِلَافِ الْإِجْمَاعِ أَوِ الْقَوَاعِدِ أَوِ النَّصِّ أَوِ الْقِيَاسِ الْجَلِيِّ السَّالِمِ عَنِ الْمُعَارِضِ الرَّاجِحِ لَا يَجُوْزُ لِمُقَلِّدِهِ أَنْ يَنْقُلَهُ لِلنَّاسِ وَلَا يُفْتِيَ بِهِ فِي دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالَى، فَإِنَّ هَذَا الْحُكْمَ لَوْ حَكَمَ بِهِ حَاكِمٌ لَنَقَضْنَاهُ وَمَا لَا نُقِرُّهُ شَرْعًا بَعْدَ تَقَرُّرِهِ بِحُكْمِ الْحَاكِمِ أَوْلَى أَنْ لَا نُقِرَّهُ شَرْعًا إِذَا لَمْ يَتَأَكَّدْ وَهَذَا لَمْ يَتَأَكَّدْ فَلَا نُقِرُّهُ شَرْعًا وَالْفُتْيَا بِغَيْرِ شَرْعٍ حَرَامٌ فَالْفُتْيَا بِهَذَا الْحُكْمِ حَرَامٌ»[1]

"جو قول سنت اور اجماع کے خلاف ہو مردود ہے: امام قرافی اپنی کتاب "الفروق" میں (۷۸) واں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ہر وہ مسئلہ جس کے بارے میں مجتہد شخص فتویٰ دے اور وہ فتویٰ اجماع، قواعد شرعیہ، شرعی نص یا ایسے جلی قیاس کے خلاف ہو جو مخالف راجح دلیل کی مخالفت سے محفوظ ہے تو مقلد کے لیے ایسا فتویٰ نقل کرنا یا دین میں ایسا فتویٰ دینا ناجائز ہے۔ پھر اگر ایسے فتویٰ کے بارے میں حاکم اسے اختیار کرنے کا حکم دے تو ہم ایسے حکم کو تسلیم نہیں کریں گے، کیونکہ جس مسئلہ کو ہم شریعت نہیں مانتے حاکم کے حکم کے بعد بھی زیادہ لائق ہے کہ ہم اسے شریعت تسلیم نہ کریں، جب وہ مسئلہ شرعی دلیل سے ثابت نہ ہو۔ چنانچہ (کتاب وسنت سے ہٹ کر کسی مجتہد کا قول یا فتویٰ) شریعت ثابت نہیں ہوتا اس لیے ہم اسے شریعت قرار نہیں دیں گے اور شرعی دلیل کے بغیر فتویٰ حرام

① قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث ص: ۲۸٤۔ الفروق للقرافی: ۲/۱۰۹۔

ہے سو اس قبیل کا فتویٰ حرام ہوگا۔"

۵۔ سعودی فتویٰ کمیٹی کے اراکین بیان کرتے ہیں:

« وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِهِ وَهُمْ خَيْرُ الْقُرُوْنِ أَنَّهُ كَانَ يُقَصِّرُ لِحْيَتَهُ، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، فَقَدْ جَاءَ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ فِي الْحَجِّ عَلَى مَا زَادَ عَنِ الْقَبْضَةِ، فَلَا يُحْتَجُّ بِفِعْلِهِ مَعَ ثُبُوْتِ الْأَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ، وَقَدْ رَوَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: (قُصُّوْا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوْا اللِّحَى خَالِفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ) مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَالْحُجَّةُ فِي رِوَايَةِ الرَّاوِي لَا فِي فِعْلِهِ وَاجْتِهَادِهِ، وَقَدْ ذَكَرَ الْعُلَمَاءُ أَنَّ رِوَايَةَ الرَّاوِي مِنَ الصَّحَابَةِ وَمَنْ بَعْدَهُمُ الثَّابِتَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْحُجَّةُ، وَهِيَ مُقَدَّمَةٌ عَلَى رَأْيِهِ إِذَا خَالَفَ السُّنَّةَ، فَإِنَّهُ يُحْتَجُّ بِرِوَايَتِهِ لِلسُّنَّةِ وَلَا يُحْتَجُّ بِفِعْلِهِ عَلَى السُّنَّةِ » ①

" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو خیر القرون سے تعلق رکھتے ہیں ان میں سے سوائے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کسی صحابی سے منقول نہیں ہے کہ وہ داڑھی کٹواتا ہو۔ البتہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ حج کے موقع پر مٹھی سے زائد داڑھی کاٹتے تھے۔ لیکن ان کا یہ عمل صحیح احادیث کی موجودگی میں قابل حجت نہیں ہے کیونکہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں نہ کٹواؤ، مشرکین کی مخالفت کرو۔" (متفق علیہ)۔ نیز دلیل راوی کی روایت ہوتی ہے اس کا فعل اور اجتہاد نہیں۔ علماء بیان کرتے ہیں کہ صحابہ و مابعد (تابعین و تبع تابعین) میں سے راوی کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت

① فتاوی اللجنة الدائمة: ۱۱/۳۲۹۔

روایت دلیل ہے اور حدیث نبوی کو راوی کی رائے پر فوقیت ہوتی ہے جب اس کی رائے سنت کے مخالف ہو۔ چنانچہ (اختلاف کی صورت میں) اس کی روایت دلیل بنتی ہے، سنت کے مخالف اس کا فعل حجت نہیں ہوتا۔“

۶۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

فَصْلٌ فِی تَحْرِیْمِ الْإِفْتَاءِ وَالْحُکْمِ فِی دِیْنِ اللّٰہِ بِمَا یُخَالِفُ النُّصُوْصَ، وَسُقُوْطِ الْإِجْتِہَادِ وَالتَّقْلِیْدِ عِنْدَ ظُھُوْرِ النَّصِّ، وَذِکْرِ إِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ عَلٰی ذٰلِکَ (الدَّلَائِلُ عَلٰی أَنَّ النَّصَّ لَا اجْتِہَادَ مَعَہُ) قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ [الأحزاب: ۳۶]، وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ [الحجرات: ۱]، وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [النور: ۵۱]، وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا﴾ [النساء: ۱۰۵]، وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ [الأعراف: ۳] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [الأنعام: ۱۵۳] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ﴾ [الأنعام: ۵۷] وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ

حُكْمِهٖۤ اَحَدًا [الكهف : ٥٦] وَقَالَ تَعَالَى:

﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۝۴۴ وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝۴۵ وَ قَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّ نُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ۝۴۶ وَ لْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [المائدة : ٤٤، ٤٥، ٤٧]

فَأَكَّدَ هٰذَا التَّأْكِيْدَ وَكَرَّرَ هٰذَا التَّقْرِيْرَ فِي مَوْضِعٍ وَاحِدٍ لِعِظَمِ مَفْسَدَةِ الْحُكْمِ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَهُ، وَعُمُوْمِ مَضَرَّتِهِ، وَبَلِيَّةِ الْأُمَّةِ بِهِ، وَقَالَ:

﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٣٣] وَأَنْكَرَ تَعَالَى عَلَى مَنْ حَاجَّ فِي دِيْنِهِ بِمَا لَيْسَ لَهُ بِهِ عِلْمٌ فَقَالَ: ﴿ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ٦٦] وَنَهَى أَنْ يَقُوْلَ أَحَدٌ هٰذَا حَلَالٌ وَهٰذَا حَرَامٌ لِمَا لَمْ يُحَرِّمْهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ نَصًّا، وَأَخْبَرَ أَنَّ فَاعِلَ ذٰلِكَ مُفْتَرٍ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ، فَقَالَ: ﴿ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴾ [النحل : مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل : ١١٦]

۱۱۷] وَالْآيَاتُ فِي هَذَا الْمَعْنَى كَثِيْرَةٌ، وَأَمَّا السُّنَّةُ فَفِي الصَّحِيْحَيْنِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ شَرِيْكَ بْنَ سَحْمَاءَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَذَكَرَ حَدِيْثَ اللِّعَانِ وَقَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَبْصِرُوهَا، فَإِنْ جَاءَ تْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدْلَجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ ، وَإِنْ جَاءَ تْ بِهِ كَذَا وَكَذَا فَهُوَ لِهِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الْمَكْرُوْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ، يُرِيْدُ وَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ بِكِتَابِ اللّٰهِ قَوْلَهُ تَعَالَى : ﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ﴾ [النور : ٨] وَيُرِيدُ بِالشَّأْنِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، أَنَّهُ كَانَ يَحُدُّهَا لِمُشَابَهَةِ وَلَدِهَا لِلرَّجُلِ الَّذِي رُمِيَتْ بِهِ، وَلَكِنَّ كِتَابَ اللّٰهِ فَصَّلَ الْحُكُوْمَةَ، وَأَسْقَطَ كُلَّ قَوْلٍ وَرَائَهُ، وَلَمْ يَبْقَ لِلِاجْتِهَادِ بَعْدَهُ مَوْقِعٌ » ①

" اس مسئلہ کا بیان کہ شرعی نصوص کے خلاف فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا حرام ہے، ظاہری نص کی صورت میں تقلید اور اجتہاد ساقط ہو جاتا ہے اور اس پر علماء کے اجماع کا بیان۔ ان دلائل کا بیان کہ نص کی موجودگی میں کوئی اجتہاد نہیں ہے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔" (الأحزاب: ۳۶) اور فرمایا: " اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے

① أعلام الموقعين: ۲/ ۱۹۹، ۲۰۰۔

والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (الحجرات: ۱)، نیز فرمایا: '' ایمان والوں کی بات، جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے سوانہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (النور: ۵۱)۔ ایک مقام پر فرمایا: '' بے شک ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، تاکہ تو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے دکھایا ہے اور تو خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والا نہ بن۔'' (النساء: ۱۰۵)، مزید فرمایا: '' اس کی اتباع کرو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں کے پیچھے مت چلو۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔'' (الأعراف: ۳) اور ارشاد فرمایا: '' اور یہ کہ میرا راستہ تو یہ ہے جو بالکل سیدھا ہے، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔'' (الانعام: ۱۵۳)۔ ایک جگہ فرمایا: '' فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں، وہ حق بیان کرتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔'' (الانعام: ۵۷)۔ نیز فرمایا: '' اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتیں ہیں، کس قدر دیکھنے والا اور کس قدر سننے والا ہے، نہ اس کے سوا کوئی مددگار ہے اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔'' (الکھف: ۲۶)، مزید فرمایا: '' اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی کافر ہے۔'' (اس سے اگلی آیت میں فرمایا: '' اور جو کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی ظالم ہیں۔'' اس سے آگے فرمایا: '' اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی نافرمان ہیں۔'' (المائدہ: ۴۴، ۴۵، ۴۷)۔ اللہ تعالیٰ

نے اس بات کو تاکید اور تکرار کے ساتھ ایک ہی مقام پر اس لیے بیان کیا ہے کہ حکم بغیر ما انزل اللہ کا بگاڑ اور عمومی نقصان بہت سنگین ہے اور یہ امت کے لیے بہت بڑی آزمائش ہے اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''کہہ دے میرے رب نے صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم جانتے نہیں۔'' (الاعراف: ۳۳)۔ نیز اللہ تعالیٰ نے بغیر دلیل کے دین میں جھگڑنے والوں کے طرز عمل پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ تم نے اس بات میں جھگڑا کیا جس کے متعلق تمھیں کچھ علم تھا تو اس بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمھیں کچھ علم نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (آل عمران: ۶۶)۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص اپنی طرف سے کہے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے جب کہ اسے اللہ اور رسول نے کسی نص کے ذریعے حرام قرار نہ دیا ہو اور اس بات کی وضاحت کی کہ اس کام کا ارتکاب کرنے والے اللہ پر جھوٹ باندھنے والے ہیں، فرمایا: ''اور تمھاری زبانیں جو جھوٹ بیان کرتی ہیں اسے مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔'' (النحل: ۱۱۶) نیز اس مفہوم کی آیات بہت زیادہ ہیں۔

سنت سے اس بات کی دلیل (کہ کتاب وسنت کی نص کے مقابلے میں رائے اور اجتہاد کی کوئی حیثیت نہیں) یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ بدکاری کی تہمت لگائی، پھر انھوں

نے لعان کا واقعہ بیان کیا اور آخر میں نبی ﷺ نے فرمایا: اس عورت پر نظر رکھو، اگر یہ سرمگیں آنکھوں والا، بڑے سرین والا اور موٹی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو یہ شریک بن سحماء کا ہوگا اور اگر یہ ان ان اوصاف کا بچہ جنے تو وہ ہلال بن امیہ کا ہوگا۔ پھر اس نے ناپسندیدہ اوصاف کا بچہ جنا (یعنی اس کی شباہت شریک بن سحماء جیسی تھی)۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: اگر کتاب اللہ کا حکم بیان نہ ہوا ہوتا (یعنی لعان کے احکام نازل نہ ہوئے ہوتے) تو میرا اور اس عورت کا معاملہ اور ہوتا (یعنی میں اسے رجم کر دیتا)۔ کتاب اللہ سے آپ کی مراد آیت لعان (النور: ۸) اور اور معاملے سے مراد یہ تھی کہ جس مرد کے ساتھ اس عورت پر زنا کی تہمت لگی تھی اس کے ساتھ بچے کی مشابہت کی وجہ سے آپ اس پر حد (رجم) نافذ کرتے۔ لیکن چونکہ کتاب اللہ نے حکم کی تفصیل بیان کر دی تھی، اس کے سوا ہر قول کو ساقط کر دیا تھا اور اس کے بعد اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی (اس لیے آپ نے اپنے فہم اور حقائق کے پیش نظر اس میں اپنی طرف سے کوئی ترمیم اور اضافہ نہیں کیا)۔"

مزید بیان کرتے ہیں:

« وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: أَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى أَنَّ مَنِ اسْتَبَانَتْ لَهُ سُنَّةٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَدَعَهَا لِقَوْلِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، وَتَوَاتَرَ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَاضْرِبُوْا بِقَوْلِي الْحَائِطَ، وَصَحَّ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا رَوَيْتَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا وَلَمْ آخُذْ بِهِ فَاعْلَمُوْا أَنَّ عَقْلِي قَدْ ذَهَبَ، وَصَحَّ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: لَا قَوْلَ لِأَحَدٍ مَعَ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » ①

① اعلام الموقعین: ۲/۲۰۱۔

”امام شافعی بیان کرتے ہیں: تمام لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص کے سامنے حدیث رسول آ جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ کسی شخص کے قول کی وجہ سے حدیث رسول چھوڑے اور ان سے یہ قول متواتر منقول ہے کہ جب صحیح حدیث ہے تو (اس کے مقابلے میں) میرے قول کو دیوار پر مار دو۔ نیز بیان کیا کہ جب تم مجھے حدیث بیان کرو اور میں اسے قبول نہ کروں تو سمجھو میرا دماغ بگڑ گیا ہے اور ان سے یہ بھی صحیح منقول ہے کہ سنت رسول کے مقابلے میں کسی کے قول کی کوئی حیثیت نہیں۔“

یہ سارے دلائل وشواہد اس موقف کو تقویت دیتے ہیں کہ کتاب وسنت کی نصوص کے مقابلے میں کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی، مجتہد، امام اور فقیہ کا فہم، قول، رائے اور عمل پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔ کتاب وسنت کے دلائل کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اور بحیثیت مسلمان کتاب وسنت کی ٹھوس دلیل آ جانے کے بعد دائیں بائیں دیکھنے اور قیل وقال سے اسے ٹالنے کی کوشش ایمان کو مشکوک کر دیتی اور صراط مستقیم سے کج روی کا باعث بنتی ہے۔ سو عافیت اور دینی، دنیوی اور اُخروی کامیابی اس بات میں پنہاں ہے کہ کتاب وسنت کے ساتھ تعلق استوار کیا جائے اور کتاب وسنت کے مخالف ہر ایک کی بات چھوڑ کر خالص قرآن وسنت کی تعلیمات پر من وعن عمل کیا جائے اور ان کے دلائل کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔ یہی کامیابی کا راستہ اور صراط مستقیم ہے۔ هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

بالوں کو رنگنے کے احکام

جس طرح داڑھی کاٹنا اور مونڈنا اس دور کا بہت بڑا فتنہ ہے اسی طرح بالوں کو رنگنے کا فتنہ سنگینی اختیار کرتا جا رہا ہے، جہاں کچھ لوگ داڑھی کو رنگنا معیوب سمجھتے ہیں کہ سفیدی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس لیے اس قدرتی رنگ کو تبدیل نہیں کرنا چاہیے وہیں یہ فتنہ بڑی خوفناک صورت اختیار کر چکا ہے کہ بڑھاپے کو تسلیم نہ کرنے کی سوچ اور خود کو جوان ثابت کرنے کا شوق بالوں کو کالا کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس فضول شوق میں مرد و خواتین سارے برابر ہیں اور کچھ جہاد میں معاون و حصہ دار ہونے اور کچھ جوان بیوی زوجیت میں ہونے کی غرض سے بالوں کو کالا کرنا شرعی رخصت سمجھتے ہیں۔ یہ صورتیں بیمار ذہنوں کی عکاس ہیں۔ حقیقت میں جہاں بالوں کو رنگنے کی ترغیب ہے وہیں بالوں کو کالا کرنے سے منع کیا گیا ہے اور سرخ رنگ، سرخ اور سیاہ مہندی ملا کر سنہری رنگ کرنے اور زرد رنگ کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔ ان شرعی دلائل کی موجودگی میں بعض لوگ اس ہٹ دھرمی پر قائم ہیں کہ داڑھی کو رنگنا درست نہیں اور کچھ لوگ بال رنگنے کی رخصت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو کالے رنگ کا بے تحاشا استعمال کرتے ہیں۔ دلائل کی رو سے سفید بالوں کو رنگنا افضل ہے لیکن سیاہ خضاب کا استعمال حرام ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

بال رنگنے کا حکم:

دلائل کی رو سے سر، داڑھی اور مونچھوں کے سفید بالوں کو رنگنا مستحب عمل ہے۔

۱۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُوْنَ، فَخَالِفُوْهُمْ » ①

"بلاشبہ یہود و نصاری بال نہیں رنگتے سو تم ان کی مخالفت کرو۔"

۲۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا جب کہ ان کا سر اور داڑھی ثغامہ بوٹی کی طرح سفید تھی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« غَيِّرُوْا هٰذَا بِشَيْءٍ، وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ » ②

"اس (سفیدی کو) کسی چیز (مہندی وغیرہ) سے بدل دو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔"

۳۔ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« غَيِّرُوا الشَّيْبَ، وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ » ③

"(سفید بالوں کی) سفیدی تبدیل کرو اور یہودیوں سے مشابہت نہ کرو۔"

۴۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَشْيَخَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ بِيْضٍ لِحَاهُمْ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا، وَخَالِفُوا

---

❶ صحيح بخاری: ٥٨٩٩ـ صحيح مسلم: ٢١٠٣ـ

❷ صحيح مسلم: ٢١٠٢ـ سنن أبي داؤد: ٤٢٠٤ـ سنن نسائی: ٥٠٧٩ـ

❸ صحيح: مسند أحمد: ١٦٥/١ـ سنن نسائی: ٥٠٧٧ـ مسند أبي يعلى: ٦٨١ـ محمد بن عبد اللہ بن عبد الاعلی معروف ابن کناسہ ثقہ راوی ہے۔ تحرير تقريب التهذيب۔

أَهْلَ الْكِتَابِ »[1]

"رسول اللہ ﷺ انصار کے بوڑھے افراد کے پاس آئے جن کی داڑھیاں سفید تھیں تو آپ نے (انھیں) فرمایا: اے انصار کی جماعت! داڑھیوں کو سرخ کرو اور زرد کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔"

فوائد:

یہ احادیث دلیل ہیں کہ داڑھی کو رنگنا افضل اور مستحب عمل ہے، یہاں جن روایات میں داڑھی رنگنے کا حکم ہے، اسے استحباب اور افضلیت پر محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ نبی ﷺ سے سفید بالوں کا رنگنا اور نہ رنگنا دونوں عمل ثابت ہیں اور آپ کا سفید بالوں کو نہ رنگنا اس بات کی دلیل ہے کہ سفید بالوں کو رنگنا افضل ہے، واجب نہیں اور سفید بالوں کو نہ رنگنا مکروہ نہ حرام نہیں۔ دلائل حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ ثابت بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے خضاب کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے کہا:

« إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مَا يَخْضِبُ، لَوْ شِئْتُ أَنْ أَعُدَّ شَمَطَاتِهِ فِي لِحْيَتِهِ »[2]

"(آپ کے بالوں کی سفیدی) اس حد تک نہ پہنچی تھی جسے رنگا جاتا۔ اگر میں چاہوں تو آپ کی داڑھی میں سفید بالوں کو گن سکتا ہوں۔"

۲۔ محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی ﷺ نے خضاب استعمال کیا تھا؟ اس پر انھوں نے کہا:

---

1. صحيح : مسند احمد: ٥/ ٢٦٤۔ شعب الإيمان للبيهقي: ٥٩٨٧۔ طبراني كبير: ٨/ ٢٣٦: ٧٩٢٤۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة: ١٢٤٥۔ ابو عبدالرحمان قاسم بن عبد الرحمان دمشقی ثقہ راوی ہے۔ تحرير تقريب التهذيب۔

2. صحيح بخاری : ٥٥٩٥۔ صحيح مسلم : ٢٣٤١۔

« لَمْ يَبْلُغِ الشَّيْبَ إِلَّا قَلِيْلاً »[1]

''آپ کے بالوں میں سفیدی بہت کم تھی (اس لیے بال رنگنے کی نوبت نہ آئی)۔''

۳۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« يُكْرَهُ أَنْ يَنْتِفَ الرَّجُلُ الشَّعْرَةَ الْبَيْضَاءَ مِنْ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ، قَالَ: وَلَمْ يَخْتَضِبْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّمَا كَانَ الْبَيَاضُ فِي عَنْفَقَتِهِ وَفِي الصُّدْغَيْنِ وَفِي الرَّأْسِ نَبْذٌ »[2]

''آدمی کے لیے سر اور داڑھی سے سفید بال اکھاڑنا مکروہ ہے۔ نیز انھوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب استعمال نہیں کیا، سفیدی تو آپ کے داڑھی بچہ میں اور کنپٹیوں پر تھی اور سر میں کچھ بال سفید تھے۔''

۴۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شخصی محاسن بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

« وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً »[3]

''آپ کے سر اور داڑھی میں بیس سفید بال نہیں تھے۔''

۵۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ، وَكَانَ إِذَا ادَّهَنَ لَمْ يَتَبَيَّنْ، وَإِذَا شَعِثَ رَأْسُهُ تَبَيَّنَ، وَكَانَ كَثِيْرَ شَعْرِ اللِّحْيَةِ »[4]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی کے سامنے سے کچھ بال سفید تھے، آپ جب تیل لگاتے تو وہ ظاہر نہ ہوتے اور جب آپ کا سر پراگندہ ہوتا تو ظاہر ہو جاتے

---

[1] صحیح بخاری: ۵۸۹۴۔ صحیح مسلم: ۲۳۴۱۔

[2] صحیح مسلم: ۲۳۴۱۔

[3] صحیح مسلم: ۲۳۴۴۔

[4] صحیح بخاری: ۳۵۴۷۔ صحیح مسلم: ۲۳۴۷۔

تھے اور آپ کی داڑھی کے بال بہت زیادہ تھے۔“

فوائد:

علماء نے گزشتہ احادیث سے بالوں کے رنگنے کے استحباب کا موقف اختیار کیا ہے۔

۱۔ امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں درج ذیل عنوان ” بَابُ اسْتِحْبَابِ خِضَابِ الشَّيْبِ بِصُفْرَةٍ أَوْ حُمْرَةٍ وَ تَحْرِيْمِهِ بِالسَّوَادِ “ (سفید بالوں کو زرد یا سرخ رنگ سے رنگنے کے استحباب اور سیاہ رنگ سے رنگنے کی حرمت کا بیان) قائم کر کے سفید بالوں کو رنگنے کے مستحب ہونے کا موقف اختیار کیا ہے نیز بیان کرتے ہیں:

« وَمَذْهَبُنَا اسْتِحْبَابُ خِضَابِ الشَّيْبِ لِلرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ بِصُفْرَةٍ أَوْ حُمْرَةٍ، وَيَحْرُمُ خِضَابُهُ بِالسَّوَادِ عَلَى الْأَصَحِّ »

” ہمارا یہ موقف ہے کہ مرد و زن کے لیے سفید بالوں کو زرد اور سرخ رنگ سے رنگنا مستحب ہے اور (سفید بالوں کو) سیاہ خضاب سے رنگنا حرام ہے۔ صحیح ترین موقف یہی ہے۔“[1]

۲۔ امام شوکانی بیان کرتے ہیں:

« يَدُلُّ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَلَى أَنَّ الْعِلَّةَ فِي شَرْعِيَّةِ الصِّبَاغِ وَتَغْيِيرِ الشَّيْبِ هِيَ مُخَالَفَةُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى، وَبِهٰذَا يَتَأَكَّدُ اسْتِحْبَابُ الْخِضَابِ وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَالِغُ فِي مُخَالَفَةِ أَهْلِ الْكِتَابِ وَيَأْمُرُ بِهَا وَهٰذِهِ السُّنَّةُ قَدْ كَثُرَ اشْتِغَالُ السَّلَفِ بِهَا، وَلِهٰذَا تَرَى الْمُؤَرِّخِيْنَ فِي التَّرَاجِمِ لَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: وَكَانَ يَخْضِبُ وَكَانَ لَا يَخْضِبُ، قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ: قَدِ اخْتَضَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ، وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَقَدْ رَأَى

[1] شرح النووی: ۱۴/۸۰۔

رَجُلًا قَدْ خَضَّبَ لِحْيَتَهُ: إِنِّيْ لَأَرَى رَجُلًا يُحْيِي مَيِّتًا مِنَ السُّنَّةِ، وَفَرِحَ بِهِ حِيْنَ رَآهُ صَبَغَ بِهَا »①

"یہ حدیث دلیل ہے کہ بال رنگنے اور سفیدی کو تبدیل کرنے کی شرعی علت یہود و نصاریٰ کی مخالفت ہے، اس سے اس عمل کے مستحب ہونے کی تاکید ثابت ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ اہل کتاب کی مخالفت میں مبالغہ کرتے اور ان کی مخالفت کا حکم دیا کرتے تھے۔ اس سنت کے ساتھ سلف صالحین بہت زیادہ مشغول رہے ہیں، اس لیے آپ دیکھیں گے کہ مؤرخین نے ان کے تراجم میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ فلاں شخص خضاب استعمال کرتا تھا اور فلاں خضاب نہیں لگاتا تھا۔ ابن جوزی بیان کرتے ہیں: صحابہ و تابعین کی ایک جماعت نے خضاب استعمال کیا ہے اور احمد بن حنبل نے ایک شخص کو دیکھا کر کہا، جس نے اپنی داڑھی کو خضاب لگایا تھا: میں ایک ایسے آدمی کو دیکھ رہا ہوں جس نے ایک مردہ سنت کو زندہ کیا ہے اور اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔"

کون سا رنگ مشروع ہے؟

شرعی دلائل کی رو سے سفید بالوں کو سرخ، زرد اور سرخ اور کالے خضاب کو ملا کر سنہری رنگ سے رنگنا جائز و مباح ہے۔ اس اباحت میں مرد و زن دونوں یکساں شریک ہیں۔ سفید بالوں کو کالی مہندی یا سیاہ کلر سے رنگنا حرام ہے، جس کی تفصیل اس بحث کے بعد بیان ہو گی۔ خواتین و حضرات کو بالوں کو رنگنے کے لیے ان تین رنگوں تک محدود رہنا چاہیے، سرخ رنگ، زرد رنگ اور سرخ اور سفید رنگ کو ملا کر سنہری رنگ کا خضاب۔ نبی ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات سے انھی رنگوں کی رخصت ہے۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

سرخ مہندی کا استعمال:

قولی احادیث میں سرخ اور سنہری رنگ استعمال کرنے کی ترغیب ہے۔

① نیل الأوطار: ۱/۱۳۴۔ تحفة الأحوذي: ۵/۳۰۷۔

۱۔ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَشِيْخَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ بِيْضٌ لِحَاهُمْ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! حَمِّرُوْا وَصَفِّرُوْا، وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ »[1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے بوڑھے افراد کے پاس آئے جن کی داڑھیاں سفید تھیں تو آپ نے (انھیں) فرمایا: اے انصار کی جماعت! داڑھیوں کو سرخ اور زرد کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔"

۲۔ عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں:

« دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا شَعْرًا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا، وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا نُصَيْرُ بْنُ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنِ ابْنِ مَوْهَبٍ: أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ، أَرَتْهُ شَعْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْمَرَ »[2]

"میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو انھوں نے ہمارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے کچھ بال نکالے جن پر خضاب لگا ہوا تھا اور دوسری سند سے بیان کرتے ہیں کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال دکھائے جو سرخ تھے۔"

سرخ رنگ سے بال رنگنے والے صحابہ:

درج ذیل صحابہ سرخ مہندی سے بالوں کو رنگا کرتے تھے۔

۱۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

❶ صحیح: مسند أحمد: ۲۶۴/۵۔ شعب الإیمان للبیہقی: ۵۹۸۷۔ طبرانی کبیر: ۲۳۶/۸: ۷۹۲۴۔ سلسلة الأحادیث الصحیحة: ۱۲۴۵۔ ابوعبدالرحمان قاسم بن عبدالرحمان دمشقی ثقہ راوی ہے۔ تحریر تقریب التہذیب۔

❷ صحیح بخاری: ۵۸۹۷۔

« وَاخْتَضَبَ عُمَرُ بِالْحِنَّاءِ بَحْتًا » ①

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خالص سرخ مہندی کا خضاب لگایا۔"

۲۔ اسماعیل بن ابی خالد احمسی ثقہ تابعی بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ أَنَسًا يَخْضِبُ بِالْحِنَّاءِ » ②

"میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ سرخ مہندی کے ساتھ بال رنگتے تھے۔"

۳۔ اسماعیل بن ابی خالد احمسی ثقہ تابعی بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى، وَخِضَابُهُمَا أَحْمَرُ » ③

"میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، ان کا خضاب سرخ تھا۔"

سرخ اور سیاہ رنگ ملا کر سنہری رنگ کا استعمال:

سرخ اور سیاہ مہندی کو ملا کر گاڑھے سرخ سیاہی مائل سنہری رنگ سے بالوں کو رنگنا افضل ہے بشرطیکہ سیاہ رنگ غالب نہ آئے۔ دلائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ » ④

"سب سے بہترین چیز جس سے سفیدی (کا رنگ) بدلا جائے وہ مہندی اور کتم (ایک سیاہ بوٹی) ہے۔"

۲۔ عثمان بن موہب بیان کرتے ہیں:

① صحيح مسلم : ۲۳٤١۔
② صحيح: مصنف ابن أبي شيبة:۲۵۰۰۷۔
③ صحيح: مصنف ابن أبي شيبة:۲۵۰۱۲۔
④ صحيح : سنن أبي داود: ٤٢٠٥۔ جامع ترمذی: ۱۷۵۳۔ سنن ابن ماجه: ۳٦۲۲۔ نسائی: ۵۰۸۳۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة: ۱۵۰۹۔

« دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ شَعْرًا مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ » ①

"میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو انھوں نے میری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے کچھ بال نکالے، جو مہندی اور وسمہ سے رنگے ہوئے تھے۔"

۳۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِي أَصْحَابِهِ أَشْمَطُ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ، فَغَلَفَهَا بِالْحِنَّاءِ، وَالْكَتَمِ » ②

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ کے اصحاب میں سے سوائے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کسی کے بال سفید نہ تھے۔ انھوں نے مہندی اور وسمے کا خضاب لگا رکھا تھا۔"

۴۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

« قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ أَسَنَّ أَصْحَابِهِ أَبُو بَكْرٍ، فَغَلَفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ حَتَّى قَنَأَ لَوْنُهَا » ③

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ کے اصحاب میں سے سب سے عمر رسیدہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے بالوں پر مہندی اور وسمے کا غلاف چڑھا رکھا تھا حتی کے بالوں کا رنگ گاڑھا سرخ سیاہی مائل ہو گیا۔"

فوائد:

یہ احادیث دلیل ہیں کہ سرخ اور سیاہ مہندی کو ملا کر بالوں کو رنگنا افضل عمل ہے اور طریقہ کار

① صحیح: مسند أحمد: ۲۹۶/۶۔ سنن ابن ماجه: ۳۶۲۳۔ مستدرك حاكم: ۴۷۵/۱۔ مصنف ابن أبي شيبة: ۲۵۰۰۹۔

② صحیح بخاری: ۳۹۱۹۔

③ صحیح بخاری: ۳۹۲۰۔

یہ ہے کہ سرخ اور سیاہ مہندی کی مقدار اس طرح ملائی جائے کہ سیاہ رنگ غالب نہ آئے اور بال سیاہ نہ ہوں اگر سرخ اور سیاہ مہندی کی آمیزش سے بال سیاہ رنگ اختیار کر لیں اور بالوں پر سیاہ رنگ غالب آ جائے تو یہ عمل حرام ہے۔ کیونکہ سیاہ خضاب سے منع کیا گیا ہے۔ چاہے سیاہ مہندی انفرادی طور پر استعمال کی جائے یا اس کے ساتھ سرخ مہندی کی معمولی سی آمیزش کی جائے۔ شارحین نے ان احادیث کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

۱۔ حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں:

« وَالْكَتَمُ نَبَاتٌ بِالْيَمَنِ يُخْرِجُ الصَّبْغَ أَسْوَدَ يَمِيلُ إِلَى الْحُمْرَةِ وَصِبْغُ الْحِنَّاءِ أَحْمَرُ فَالصَّبْغُ بِهِمَا مَعًا يَخْرُجُ بَيْنَ السَّوَادِ وَ الْحُمْرَةِ »[1]

"کتم ایک یمنی بوٹی ہے جس سے سیاہ خضاب نکلتا ہے جو سرخی مائل ہوتا اور مہندی کا خضاب سرخ رنگ کا ہے سو ان دونوں کے مشترکہ خضاب سے سیاہ اور سرخ رنگوں کے درمیان (ایک سنہری رنگ) نکلتا ہے۔ (چنانچہ مقدار ملحوظ رکھی جائے کہ ان دو خضابوں کے ملنے سے رنگ سیاہ نہ ہو)۔"

۲۔ ابو العباس شہاب الدین قسطلانی بیان کرتے ہیں:

« وَالْكَتَمُ بِفَتْحِ الْكَافِ وَالْفَوْقِيَّةِ يُخْرِجُ الصَّبْغَ أَسْوَدَ يَمِيلُ إِلَى الْحُمْرَةِ وَصَبْغُ الْحِنَّاءِ أَحْمَرُ فَالْجَمْعُ بَيْنَهُمَا يُخْرِجُ الصَّبْغَ بَيْنَ السَّوَادِ وَالْحُمْرَةِ، وَأَمَّا الصَّبْغُ بِالْأَسْوَدِ الْبَحْتِ فَمَمْنُوعٌ لِمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ مِنَ الْوَعِيدِ عَلَيْهِ »[2]

"کتم کاف اور ت کے فتح کے ساتھ ایک بوٹی ہے جس سے سیاہ خضاب نکلتا ہے جو سرخی مائل ہوتا اور مہندی کا خضاب سرخ ہوتا ہے اور ان دونوں کو ملانے سے سیاہ اور سرخ رنگوں کے درمیان (سنہری رنگ) نکلتا ہے۔ البتہ خالص سیاہ رنگ

[1] فتح الباری: ۱۰/۳۵۵۔
[2] ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ۸/٤٦٦۔

حرام ہے کیونکہ اس کے بارے میں حدیث میں وعید آئی ہے۔"

۳۔ علامہ مناوی بیان کرتے ہیں:

« اَلْكَتَمُ بِالتَّحْرِيْكِ نَبْتٌ يُخْلَطُ بِالْوَسِمَةِ وَيُخْضَبُ بِهِ، ذَكَرَهُ فِي الصِّحَاحِ وَوَرَقُهُ كَوَرَقِ الزَّيْتُوْنِ وَثَمَرُهُ قَدْرُ الْفُلْفُلِ وَلَيْسَ هُوَ وَرَقُ النِّيْلِ كَمَا وُهِمَ، وَلَا يُشْكِلُ بِالنَّهْيِ عَنِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ لِأَنَّ الْكَتَمَ إِنَّمَا يُسَوِّدُ مُنْفَرِدًا فَإِذَا ضُمَّ لِلْحِنَّاءِ صَيَّرَ الشَّعْرَ بَيْنَ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ وَالْمَنْهِيُّ عَنْهُ الْأَسْوَدُ الْبَحْتُ » ①

"کتم ایک بوٹی ہے جسے وسمہ میں ملا کر خضاب کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، الصحاح میں یہ معنی بیان ہوا ہے اور اس کے پتے زیتون کے پتوں جیسے اور اس کا پھل مرچ کی طرح ہوتا ہے، اس کے پتے نیل کی طرح نہیں ہوتے جیسا کہ یہ وہم دلایا جاتا ہے۔ (کتم سے رنگنے کا حکم) سیاہ رنگ سے خضاب کی ممانعت کی مفہوم میں اشکال بھی پیدا نہیں کرتا کیونکہ کتم (بوٹی) منفرد ہو تو بالوں کو سیاہ کرتی ہے لیکن جب اسے سرخ مہندی کے ساتھ ملا کر لگایا جائے تو (یہ مخلوط خضاب) بالوں کو سرخ اور سیاہ رنگ (کے درمیان سنہری رنگ میں) تبدیل کر دیتا ہے اور خالص سیاہ رنگ کی ممانعت ہے۔"

۴۔ ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

« وَقَالَ الْحَافِظُ: اَلْكَتَمُ الصِّرْفُ يُوْجِبُ سَوَادًا مَائِلًا إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْحِنَّاءُ يُوْجِبُ الْحُمْرَةَ فَاسْتِعْمَالُهُمَا يُوْجِبُ مَا بَيْنَ السَّوَادِ وَالْحُمْرَةِ » ②

"حافظ عسقلانی بیان کرتے ہیں: صرف کتم (بوٹی) سے سیاہ سرخی مائل رنگ لازم

① فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ۲/۱۴۷۔ عون المعبود: ۱۲/۲۹۔

② عون المعبود: ۱۲/۲۹۔ مرقاۃ المفاتیح: ۷/۲۸۲۷۔

آتا ہے، سرخ مہندی سے سرخ رنگ لازم آتا ہے اور ان دونوں کے استعمال سے سیاہ اور سرخ کے درمیان (سنہری) رنگ لازم آتا ہے۔"

۵۔ ملا علی قاری حنفی بیان کرتے ہیں:

« وَقَالَ الْجَزَرِيُّ : قَدْ جَرَّبَ الْحِنَّاءَ وَالْكَتَمَ جَمِيْعًا فَلَمْ يُسَوِّدْ، بَلْ يُغَيِّرُ صُفْرَةَ الْحِنَّاءِ وَحُمْرَتَهُ إِلَى الْخُضْرَةِ وَنَحْوِهَا فَقَطْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَبْلُغَ إِلَى السَّوَادِ، كَذَا رَأَيْنَاهُ وَشَاهَدْنَاهُ » ①

"امام جزری کہتے ہیں، انھوں نے مہندی اور کتم (بوٹی) کو ملا کر (بال رنگنے کا) تجربہ کیا تو اس (مخلوط خضاب نے) بالوں کو سیاہ نہیں کیا بلکہ مہندی کی زردی اور سرخی کو مٹیالے اور گندمی رنگ میں تبدیل کر دیا البتہ سیاہ رنگ میں تبدیل نہیں کیا۔ ہم نے (سرخ اور سیاہ رنگ کے ملاپ سے) ایسے رنگ کا مشاہدہ و معائنہ کیا ہے۔"

٦۔ حافظ عبدالرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں:

« أَنَّ الْخَلْطَ يَخْتَلِفُ فَإِنْ غَلَبَ الْكَتَمُ اسْوَدَّ وَكَذَا إِنِ اسْتَوَيَا وَإِنْ غَلَبَ الْحِنَّاءُ احْمَرَّ، وَالْمُرَادُ بِالْخَلْطِ فِي الْحَدِيْثِ إِذَا كَانَ الْحِنَّاءُ غَالِبًا عَلَى الْكَتَمِ جَمْعًا بَيْنَ الْأَحَادِيْثِ » ②

"(سیاہ اور سرخ مہندی کو) ملانے کے احوال مختلف ہیں۔ چنانچہ اگر (ان کے ملاپ میں) کتم (وسمہ) کی مقدار زیادہ ہو تو (بالوں کا رنگ) سیاہ ہوگا، اسی طرح اگر ان دونوں (سرخ اور سیاہ مہندی) کی مقدار برابر ہو تو بھی رنگ سیاہ ہوگا اور اگر سرخ مہندی کی مقدار (سیاہ مہندی سے) زیادہ ہو تو (بالوں کا رنگ) سرخ ہوگا۔ حدیث میں (سرخ اور سیاہ مہندی کے ملاپ سے) مراد یہ ہے کہ

① مرقاة المفاتيح: ۷/ ۲۸۲۷۔ ② تحفة الأحوذي : ٥/ ۳۰۹۔

(ان کے اختلاط کے وقت) اگر سرخ مہندی کی مقدار غالب ہو (تو ایسا مخلوط خضاب لگانے کی رخصت ہے، اگر سیاہ مہندی کی مقدار زیادہ ہو یا سرخ اور سیاہ مہندی کی مقدار برابر ہو تو ایسے خضاب کی شرعاً اجازت نہیں)۔ احادیث میں تطبیق کی یہی صورت درست ہے۔"

خلاصہ بحث:

درج بالا احادیث اور محدثین وشارحین کے اقوال سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ سرخ اور سیاہ مہندی کو ملا کر استعمال کرنا تب مشروع ہے جب ان کے ملاپ سے سیاہ رنگ غالب نہ آئے۔ اگر اس مخلوط خضاب سے سیاہ رنگ غالب آئے گا تو ایسا خضاب حرام ہے۔ کیونکہ سیاہ خضاب کا استعمال حرام ہے۔ اس مسئلہ میں علامہ جزری اور حافظ عبدالرحمن مبارک پوری کی بحث فیصلہ کن ہے۔ سو کچھ لوگ بازار سے مختلف کمپنیوں کے ایسے کلر خریدتے ہیں جن میں سیاہ رنگ کی بہتات ہوتی ہے بلکہ ہوتا ہی سیاہ خضاب ہے لیکن کلر کریم پر ڈارک براؤن یا میڈیم براؤن کے الفاظ سے دھوکا کھاتے ہیں، کیونکہ ڈارک براؤن تو سیاہ کلر ہوتا ہے اور میڈیم براؤن میں بھی سیاہ رنگ کا غلبہ ہوتا ہے اور کئی دنوں کے بعد بال سنہری ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کلروں کو استعمال کرنا ناجائز ہے۔ البتہ لائٹ براؤن کلر میں سرخ رنگ کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے یہ کلر استعمال کرنا درست ہے یا صرف براؤن کلر استعمال کر لیا جائے۔ دل کی تسلی کے لیے کہ ڈارک براؤن اور میڈیم براؤن میں لفظ براؤن ہے ان الفاظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے اور نہ لوگوں کو اس لفظ براؤن سے مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کرنی چاہیے۔

زرد رنگ سے بال رنگنے کا بیان:

نبی ﷺ سے ورس، خلوق اور زعفران سے بالوں کو رنگنا بھی ثابت ہے اور یہ زرد رنگ سے رنگنا آپ کا پسندیدہ عمل تھا۔

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ، وَيُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ بِالْوَرْسِ، وَالزَّعْفَرَانِ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ » ①

"بلاشبہ نبی ﷺ صاف رنگے ہوئے چمڑے کے جوتے پہنتے اور داڑھی کو ورس (ایک زرد رنگ کی بوٹی) اور زعفران سے زرد کرتے تھے اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔"

۴۔ عبید بن جریج بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ وہ زرد رنگ سے بالوں کو کیوں رنگتے ہیں؟ اس پر انھوں نے کہا:

« وَأَمَّا الصُّفْرَةُ، فَإِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا » ②

"(میں بال رنگنے کے لیے) زرد رنگ اس لیے استعمال کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اس رنگ سے بالوں کو رنگا کرتے تھے سو میں پسند کرتا ہوں کہ میں یہ رنگ استعمال کروں۔"

۵۔ زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، وہ خلوق (ایک زرد رنگ کی زعفرانی بوٹی) سے اپنی داڑھی رنگتے تھے۔ میں نے سوال کیا: اے ابوعبدالرحمٰن (سیدنا عبداللہ بن عمر کی کنیت)! آپ داڑھی کو خلوق سے رنگتے ہیں۔ انھوں نے کہا:

« إِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَفِّرُ بِهَا لِحْيَتَهُ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ مِنَ الصِّبْغِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهَا، وَلَقَدْ كَانَ يَصْبُغُ بِهَا

❶ صحیح: سنن أبی داؤد: ۴۲۱۰۔ سنن نسائی: ۵۲۴۶۔ عبدالعزیز بن ابی رواد ثقہ راوی ہے۔ تحریر تقریب التہذیب۔

❷ صحیح بخاری: ۱۶۶۔ صحیح مسلم: ۱۱۸۷۔

ثِيَابَهُ كُلَّهَا حَتَّى عِمَامَتَهُ » ①

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ اس (زرد زعفرانی بوٹی) سے اپنی داڑھی رنگا کرتے تھے اور آپ کو اس رنگ سے بڑھ کر کوئی رنگ رنگنے کے لحاظ سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔ آپ اس سے اپنے سارے کپڑے رنگ لیتے حتی کہ اپنی پگڑی بھی رنگ لیتے تھے۔"

زرد رنگ سے بال رنگنے والے صحابہ و تابعین:

درج صحابہ اور تابعین بال رنگنے کے لیے زرد رنگ استعمال کیا کرتے تھے۔

۱۔ عبدالرحمٰن بن سعد مدنی بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَهُوَ يَبْنِي الزَّوْرَاءَ، عَلَى بَغْلَةٍ شَهْبَاءَ مُصَفِّرًا لِحْيَتَهُ » ②

"میں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب کہ وہ زوراء (بازار کی) تعمیر کروا رہے تھے، وہ بھورے رنگ کی خچر پر تھے اور انھوں نے داڑھی کو زرد رنگ کیا تھا۔"

۲۔ سعید مزنی بیان کرتے ہیں:

« كُنْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي جِنَازَةٍ، وَكَانَ مُصَفِّرًا لِلِحْيَتِهِ » ③

"میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھا اور انھوں نے اپنی داڑھی کو زرد کیا ہوا تھا۔"

۳۔ خالد بن دینار تمیمی ثقہ تابعی بیان کرتے ہیں:

---

① صحيح: سنن أبي داؤد: ٤٠٦٤۔ سنن نسائی: ٥٠٨٨۔ عبدالعزیز بن محمد الدراوردی ثقہ راوی ہے۔ تحریر تقریب التهذيب۔

② صحيح: مصنف ابن أبي شيبة: ٢٥٠٣٤۔ الآحاد و المثانی لابن ابی عاصم: ١٢٢۔

③ صحيح: مصنف ابن ابی شيبة: ٢٥٠٣٥۔

« رَأَيْتُ أَنَسًا، وَأَبَا الْعَالِيَةِ، وَأَبَا السَّوَّارِ يُصَفِّرُوْنَ لِحَاهُمْ » ①

”میں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ، ابو عالیہ اور ابو سوار کو دیکھا، وہ داڑھیوں کو زرد کیا کرتے تھے۔“

۴۔ فطر بن خلیفہ بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ أَبَا وَائِلٍ، وَالْقَاسِمَ، وَعَطَاءً يُصَفِّرُوْنَ لِحَاهُمْ » ②

”میں نے سیدنا ابو وائل رضی اللہ عنہ، قاسم بن ابی برزہ اور عطاء بن ابی رباح کو دیکھا، وہ اپنی داڑھیوں کو زرد کیا کرتے تھے۔“

۵۔ عاصم بن عمر بن قتادہ معروف ثقہ تابعی بیان کرتے ہیں:

« أَتَانَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَقَدْ أُصِيْبَ بَصَرُهُ مُصَفِّرًا لِحْيَتَهُ وَرَأْسَهُ بِالْوَرْسِ » ③

”ہمارے پاس سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تشریف لائے جب کہ ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی، انھوں نے اپنی داڑھی اور سر کو ورس (ایک زرد بوٹی) سے زرد کیا ہوا تھا۔“

۶۔ عبدالرحمٰن بن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلہ المعروف ابن غسیل بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ مُصَفِّرَ اللِّحْيَةِ » ④

”میں نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے داڑھی کو زرد کیا تھا۔“

---

① صحیح: مصنف ابن ابی شیبة: ۲۵۰۴۴۔

② حسن: مصنف ابن ابی شیبة: ۲۵۰۴۵۔ فطر بن خلیفہ صدوق راوی ہے۔

③ حسن: مصنف ابن ابی شیبة: ۲۵۰۵۱۔ عبدالرحمٰن بن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلہ المعروف ابن غسیل صدوق راوی ہے۔

④ حسن: مصنف ابن ابی شیبة: ۲۵۰۵۲۔ عبدالرحمٰن بن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلہ المعروف ابن غسیل صدوق راوی ہے۔

۷۔ سماک بن حرب بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ » ①

”میں نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے اپنی داڑھی کو زرد کیا تھا۔“

فوائد:

درج بالا احادیث و آثار دلیل ہیں کہ داڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا بھی مشروع ہے۔ شمس الحق عظیم آبادی بیان کرتے ہیں:

« وَفِي الْحَدِيثِ مَشْرُوعِيَّةُ الْخِضَابِ بِالصُّفْرَةِ » ②

”بیان کردہ حدیث میں زرد خضاب کی مشروعیت کا بیان ہے۔“

البتہ وہ حدیث جس میں بیان ہے کہ زرد رنگ سب سے بہترین ہے، وہ ناقابل احتجاج ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

« مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ قَدْ خَضَّبَ بِالْحِنَّاءِ، فَقَالَ: مَا أَحْسَنَ هٰذَا، قَالَ: فَمَرَّ آخَرُ قَدْ خَضَّبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ، فَقَالَ: هٰذَا أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا، قَالَ: فَمَرَّ آخَرُ قَدْ خَضَّبَ بِالصُّفْرَةِ، فَقَالَ: هٰذَا أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا كُلِّهِ » ③

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ایک آدمی گزرا جس نے سرخ مہندی کا خضاب لگایا تھا، آپ نے فرمایا: ”یہ کس قدر اچھا (رنگ) ہے۔“ پھر ایک دوسرا آدمی گزرا

---

① حسن: مصنف ابن ابی شیبة: ۲۵۰۵۳۔ سماک بن حرب صدوق راوی ہے۔

② عون المعبود: ۳۱/۱۲۔

③ ضعیف: سنن أبی داؤد: ۴۲۱۱۔ سنن ابن ماجه: ۳۶۲۷۔ طبرانی کبیر: ۲۴/۱۱: ۱۰۹۲۲۔ الاحادیث المختارۃ للضیاء المقدسی: ۳۶۔ مصنف ابن أبی شیبة: ۲۵۰۰۲۔ حمید بن وہب قرشی ابو وہب مکی ضعیف راوی ہے، امام بخاری نے اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ تحریر تقریب التہذیب۔

جس نے مہندی اور وسمہ کا خضاب کیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ اس (پہلے شخص) سے زیادہ اچھا ہے۔'' پھر ایک تیسرا شخص گزرا جس نے زرد خضاب لگا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ ان سب سے اچھا ہے۔''

بالوں کو نہ رنگنا اور سفید رکھنا:

گزشتہ دلائل کی رو سے بالوں کو رنگنا افضل و مستحب عمل ہے، لیکن اگر کوئی سفید بالوں کو ان کی اصل حالت پر رہنے دے اور انھیں مذکورہ جائز خضابوں میں سے کسی خضاب سے نہ رنگے تو یہ عمل بہر حال جائز اور مباح ہے۔ نبی ﷺ سے بالوں کا رنگنا اور نہ رنگنا دونوں عمل ثابت ہیں اور آپ کا سفید بالوں کو نہ رنگنا اس بات کی دلیل ہے کہ سفید بالوں کو رنگنا افضل ہے، واجب نہیں اور سفید بالوں کو نہ رنگنا مکروہ ہے حرام نہیں۔ دلائل حسب ذیل ہے۔

۱۔ ثابت بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے خضاب کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے کہا:

«إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ مَا يَخْضِبُ، لَوْ شِئْتُ أَنْ أَعُدَّ شَمَطَاتِهِ فِي لِحْيَتِهِ» [1]

''(آپ کے بالوں کی سفید) اس حد تک نہ پہنچی تھی جسے رنگا جاتا۔ اگر میں چاہوں تو آپ کی داڑھی میں سفید بالوں گن سکتا ہوں۔''

۲۔ امام عامر بن شراحیل شعبی بیان کرتے ہیں:

«رَأَيْتُ عَلِيًّا أَبْيَضَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ، قَدْ مَلَأَتْ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ» [2]

''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، ان کا سر اور داڑھی سفید تھی جس نے ان کے دونوں کندھوں کے درمیان کو بھرا ہوا تھا۔''

۳۔ احنف بن قیس معروف تابعی بیان کرتے ہیں:

«قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَدَخَلْتُ مَسْجِدَهَا، فَبَيْنَمَا أَنَا أُصَلِّي إِذْ دَخَلَ

---

1. صحیح بخاری: ۵۸۹۵۔ صحیح مسلم: ۲۳۴۱۔
2. صحیح: مصنف ابن ابی شیبة: ۲۵۰۵۵۔

رَجُلٌ طَوِیْلٌ آدَمُ أَبْیَضُ اللِّحْیَةِ، وَالرَّأْسُ مَحْلُوقٌ، یُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا، فَخَرَجْتُ فَاتَّبَعْتُهُ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: أَبُو ذَرٍّ »[1]

''میں مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں داخل ہوا، وہاں میں نماز ادا کر رہا تھا کہ اچانک ایک طویل قامت، گندمی رنگت، سفید داڑھی والا، سر منڈا شخص داخل ہوا جس کا بعض بعض کے مشابہ تھا۔ میں مسجد سے نکلا اور اس کے پیچھے چلا اور پوچھا: یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

۵۔ مستمر بن ریان بیان کرتے ہیں:

« رَأَیْتُ جَابِرَ بْنَ زَیْدٍ أَبْیَضَ اللِّحْیَةِ »[2]

''میں نے جابر بن زید (معروف ثقہ تابعی) کو دیکھا، ان کی داڑھی سفید تھی۔''

۶۔ فطر بن خلیفہ بیان کرتے ہیں:

« رَأَیْتُ مُجَاهِدًا شَدِیْدَ بَیَاضِ الرَّأْسِ وَاللِّحْیَةِ، وَرَأَیْتُ سَعِیدَ بْنَ جُبَیْرٍ أَبْیَضَ اللِّحْیَةِ »[3]

''میں نے مجاہد بن جبر (معروف مفسر و محدث تابعی) کو دیکھا، ان کے سر کے بال اور داڑھی سخت سفید تھی اور میں نے سعید بن جبیر (تابعی) کو دیکھا، ان کی داڑھی سفید تھی۔''

۷۔ عبدالعزیز بن أبی سلیمان ابومودود مدنی بیان کرتے ہیں:

« رَأَیْتُ السَّائِبَ بْنَ یَزِیْدَ أَبْیَضَ الرَّأْسِ وَاللِّحْیَةِ »[4]

---

1. حسن: مصنف ابن ابی شیبة: ۲۵۰۵۶۔ ابوعامر صالح بن رستم مزنی صدوق اور باقی راوی ثقہ ہیں۔
2. صحیح: مصنف ابن ابی شیبة: ۲۵۰۵۷۔
3. صحیح: مصنف ابن أبی شیبة: ۲۵۰۵۸۔ فطر بن خلیفہ ثقہ راوی ہے۔ تحریر تقریب التهذیب۔
4. صحیح: مصنف ابن أبی شیبة: ۲۵۰۵۸۔ زید بن حباب صدوق اور باقی راوی ثقہ ہیں۔ عبدالعزیز بن أبی سلیمان ابومودود مدنی ثقہ راوی ہے۔ تحریر تقریب التهذیب۔

"میں نے سائب بن یزید کو دیکھا ان کا سر اور داڑھی بہت زیادہ سفید تھی۔"

فوائد:

درج بالا احادیث و آثار دلیل ہیں کہ بال کو سفید رکھنا اور کسی خضاب سے نہ رنگنا بھی جائز اور مباح فعل ہے۔ ایسا شخص گناہ گار قرار نہیں پاتا۔ اگرچہ سرخ، زرد اور سنہری خضاب استعمال کرنا افضل ہے۔ لیکن وہ احادیث و آثار جن میں سفید بالوں کے نہ رنگنے کو فضیلت دی جاتی ہے اور یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ بالوں کی رنگنے کی نسبت نہ رنگنا افضل ہے، وہ تمام روایات و آثار کمزور اور ناقابل احتجاج ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِلَّا أَنْ يَنْتِفَهَا أَوْ يَخْضِبَهَا » ①

"جس شخص کے اسلام میں بال سفید ہوں تو یہ (سفید بال) روز قیامت اس کے لیے نور ہوں گے، الا کہ کسی نے ان کو اکھاڑا یا خضاب لگایا۔"

۲۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ عَشْرَ خِصَالٍ: الصُّفْرَةَ، يَعْنِي الْخَلُوْقَ، وَتَغْيِيرَ الشَّيْبِ » ②

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس چیزیں ناپسند کرتے تھے: زرد رنگ یعنی خلوق کا استعمال اور سفید

---

① موضوع: تهذيب الآثار للطبرى: ۸۱۲۔ تمام المنة ص: ۷۵۔ محمد بن اسحاق کی تدلیس ہے اور امام طبری کے استاد ابو بکر محمد بن یزید طرطوسی مستملی سارق الحدیث اور وضاع ہے۔ [تاريخ الاسلام للذهبى: ۶/۲۱۱۔ لسان الميزان: ۷۵۶۰]

② ضعيف: سنن أبى داؤد: ۴۲۲۲۔ سنن نسائى: ۵۰۹۱۔ مسند أبى داؤد طيالسى: ۳۹۶۔ صحيح ابن حبان: ۵۶۸۲۔ مسن أبى يعلى: ۵۱۵۱۔ مسند أحمد: ۱/۳۸۹۔ تمام المنة ص: ۷۵۔ عبدالرحمٰن بن حرملہ کوفی مجہول راوی ہے۔ [تحرير تقريب التهذيب] اور علامہ البانی نے اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔

بالوں کا رنگ تبدیل کرنا......“

۳۔ سیدنا عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ أَوْ قَالَ: فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا لَمْ يَخْضِبْهَا أَوْ يَنْتِفْهَا، قُلْتُ لِشَهْرٍ: إِنَّهُمْ يُصَفِّرُوْنَ وَيَتَخَضَّبُوْنَ بِالْحِنَّاءِ؟ قَالَ: أَجَلْ كَأَنَّهُ يَعْنِي بِالسَّوَادِ » ①

”جس شخص کے اسلام میں یا اللہ کی راہ میں بال سفید ہوں تو (یہ سفید بال) اس کے لیے روز قیامت نور ہوں گے بشرطیکہ اس نے انھیں خضاب نہ لگایا ہو یا انھیں اکھیڑا نہ ہو۔ (عبد الجلیل بن عطیہ راوی بیان کرتے ہیں کہ) میں نے شہر بن حوشب سے پوچھا: لوگ تو زرد خضاب اور سرخ مہندی کا خضاب لگاتے ہیں؟ (ان کا کیا حکم ہے؟) اس پر انھوں نے کہا: اس سے سیاہ خضاب مراد ہے۔“

۴۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے سفید بالوں کو نہیں رنگتے تھے۔ انھیں کہا گیا: اے امیر المؤمنین! آپ بالوں کو کیوں نہیں رنگتے جب کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ بالوں کو رنگا کرتے تھے۔ اس پر انھوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا:

« مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَا أَنَا بِمُغَيِّرٍ شَيْبَتِي » ②

”جس شخص کے اسلام میں بال سفید ہوں تو (یہ سفید بال) اس کے لیے روز قیامت نور ہوں گے۔ سو میں اپنے سفید بالوں کا رنگ تبدیل کرنے والا نہیں ہوں۔“

① ضعیف: مسند أبي داوٗد طيالسي: ١٢٤٨۔ شعب الإيمان للبيهقي: ٥٩٧٢۔ شہر بن حوشب کا سیدنا عمرو بن عنبسہ سے سماع ثابت نہیں۔ [كتاب المراسيل لابن أبي حاتم ص: ٨٩]۔

② ضعیف: مسند الشاميين: ٢٢٩٠۔ طبراني كبير: ١/٦٧:٥٨۔ الآحاد و المثاني لابن أبي عاصم: ٨٠۔

سیاہ خضاب کا حکم

دلائل کی رو سے سیاہ خضاب استعمال کرنے کی ممانعت ہے، اس لیے سیاہ خضاب لگانا حرام ہے۔ ذیل میں سیاہ خضاب کی حرمت کے دلائل اور ان پر معترضین کے اعتراضات کا کافی وشافی جواب دیا جائے گا۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے دن لایا گیا جب کہ ان کا سر اور داڑھی ثغامہ بوٹی کی طرح سفید تھی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« غَيِّرُوْا هٰذَا بِشَيْءٍ، وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ » [1]

''اس (سفیدی) کو کسی چیز کے ساتھ بدل دو اور سیاہ (خضاب) سے اجتناب کرو۔''

روایت پر اعتراض:

گزشتہ روایت صحیح مسلم کی ہے اور صحیح مسلم کی روایات کی صحت پر تمام امت کا اتفاق ہے، لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ اپنے مطلب کا مفہوم ثابت کرنے کے لیے صحیح مسلم کی اس روایت کو مشکوک قرار دیتے ہیں اور حدیث میں مذکور الفاظ '' وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ '' کو مدرج قرار دیتے ہیں کہ یہ الفاظ مرفوع حدیث میں شامل نہیں بلکہ یہ ابن جریج راوی کے

[1] صحیح مسلم: ۲۱۰۲۔ سنن أبی داوٗد: ٤٢٠٤۔ سنن نسائی: ٥٠٧٩۔

الفاظ ہیں جو انھوں نے متن کے ساتھ شامل کر دیے ہیں۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ابو زبیر مکی کے دیگر شاگردان زائد الفاظ کو بیان نہیں کرتے اور ابو زبیر مکی نے خود ان الفاظ کا انکار کیا ہے۔

ابو خیثمہ زہیر بن معاویہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو زبیر مکی سے پوچھا:

« أَحَدَّثَكَ جَابِرٌ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي قُحَافَةَ : غَيِّرُوْا، وَجَنِّبُوْهُ السَّوَادَ فَقَالَ : لَا » ①

''کیا تمھیں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا کہ (ان کی سفیدی) تبدیل کرو اور اسے سیاہ خضاب سے بچاؤ؟ اس پر انھوں نے کہا: نہیں (انھوں نے مجھے یہ حدیث بیان نہیں کی)۔''

اس روایت سے ثابت کیا جاتا ہے کہ صحیح مسلم میں ''وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ'' کے الفاظ مرفوع حدیث میں شامل نہیں۔ لیکن اگر ابو زبیر مکی کے بیان کردہ الفاظ پر غور کیا جائے تو انھوں نے ''سیاہ خضاب سے اجتناب کرو'' صرف ان الفاظ کا انکار نہیں کیا بلکہ انھوں نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے بالوں کو رنگنے والی روایت کا بھی انکار کیا ہے کیونکہ انھوں نے ان مخصوص الفاظ کا انکار نہیں کیا بلکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی تمام روایت کا انکار کیا ہے۔ تو کیا ان کے اس انکار سے سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو بال رنگنے والی روایات کا انکار کر دیا جائے گا؟ اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے کوئی بھی راضی نہیں۔

اعتراض کا جائزہ اور رد:

صحیح مسلم کی گزشتہ روایت پر یہ اعتراض درست نہیں اور اعتراض کے مردود ہونے کے درج ذیل اسباب ہیں:

① صحیح: مسند أبي داوٗد الطيالسی : ۱۸۶۰۔

۱۔ یہ مسلمہ اصول ہے کہ روایات میں اختلاف کی صورت میں بخاری اور مسلم کی روایات کو ترجیح حاصل ہے۔ یہاں اختلاف کی صورت یہ ہے کہ صحیح مسلم کی روایت میں ابوزبیر مکی سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے سفید بالوں کو رنگنا کا حکم دیا اور سیاہ خضاب کے استعمال سے روکا جب کہ مسند ابی داؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ ابوزبیر مکی نے اس روایت سے انکار کیا ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے انھیں یہ حدیث بیان نہیں کی۔ اب دونوں روایات ایک دوسرے سے متضاد ہیں تو اصول حدیث کے اس مسلمہ اصول کے مطابق صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایات کو باقی کتب حدیث پر فوقیت حاصل ہے، اس لیے یہاں صحیح مسلم کی روایت کو ترجیح حاصل ہے اور مسند ابی داؤد طیالسی کی روایت مرجوح ہے۔ اس لیے صحیح مسلم کی حدیث میں مذکور الفاظ ''وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ'' پر مدرج ہونے کا الزام درست نہیں۔

۲۔ پھر حدیث میں '' وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ '' کے الفاظ ثقہ راوی کی زیادت ہے اور اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کے زائد کلمات حجت ہیں اور ابوزبیر کا انکار کرنا کہ انھوں نے سیدنا جابر سے یہ اضافی کلمات نہیں سنے، اس انکار میں ان کے بھولنے کا بیان ہے اور بھولنے کی صورت میں جس نے الفاظ یاد رکھے ہوں، اس کی بات معتبر ہوتی ہے۔

حافظ عبد الرحمٰن مبارک پوری بیان کرتے ہیں:

« وَرُدَّ هٰذَا الْجَوَابُ بِأَنَّ حَدِيْثَ جَابِرٍ هٰذَا رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَهُمَا ثِقَتَانِ ثَبْتَانِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْهُ مَعَ زِيَادَةِ قَوْلِهِ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ كَمَا عِنْدَ مُسْلِمٍ وَأَحْمَدَ وَغَيْرِهِمَا، وَزِيَادَةُ الثِّقَاتِ الْحُفَّاظِ مَقْبُوْلَةٌ وَالْأَصْلُ عَدَمُ الْإِدْرَاجِ، وَأَمَّا قَوْلُ أَبِي الزُّبَيْرِ لَا فِي جَوَابِ سُؤَالِ زُهَيْرٍ فَمَبْنِيٌّ عَلَيْهِ أَنَّهُ قَدْ نَسِيَ هٰذِهِ الزِّيَادَةَ وَكَمْ مِنْ مُحَدِّثٍ قَالَ قَدْ نَسِيَ حَدِيْثَهُ بَعْدَ مَا أَحْدَثَهُ، وَخَضَبَ ابْنُ جُرَيْجٍ

بِالسَّوَادِ لَا يَسْتَلْزِمُ كَوْنَ هَذِهِ الزِّيَادَةِ مُدْرَجَةً كَمَا لَا يَخْفَى ») [1]

" (اس اعتراض کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں " واجتنبوا السواد" کے الفاظ مدرج ہیں کا) جواب یوں دیا گیا ہے کہ اس (زائد الفاظ والی روایت کو) ابن جریج اور لیث بن سعد نے ابوزبیر مکی سے یہ اضافی کلمات '' واجتنبوا السواد'' روایت کیے ہیں، جیسا کہ صحیح مسلم اور مسند احمد میں مروی ہے اور یہ دونوں ثقہ راوی ہیں اور ثقہ راوی کے اضافی کلمات مقبول ہیں اور حقیقت میں یہاں ادراج نہیں ہے۔ پھر زہیر بن معاویہ کے اس سوال پر کہ (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے) '' واجتنبوا السواد'' کے الفاظ بیان کیے تھے تو ابوزبیر مکی نے انکار کر دیا (اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ) وہ یہ اضافی کلمات بھول گئے تھے، کیونکہ کتنے ہی محدثین حدیث بیان کرنے کے بعد حدیث بھول جاتے ہیں (تو ان کے حدیث بھولنے کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ جو ان سے حدیث بیان کرتے ہیں اس ثقہ راوی کی یاد داشت کا اعتبار کیا جاتا ہے)۔"

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے تیمم کا واقعہ بیان کیا، جس واقعہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہ شریک تھے، جب سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بعد میں یہ واقعہ بیان کیا تو انھوں نے اس واقعہ سے انکار کر دیا، اس انکار کی تفسیر صحیح بخاری: ۳۴۵، صحیح مسلم: ۳۶۸۔ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ لیکن اس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے انکار کی بجائے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے اثبات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بعینہ یہاں ابوزبیر مکی کے شاگرد زہیر بن معاویہ اگر'' و اجتنبوا السواد '' کا ان سے انکار بیان کرتے ہیں تو ان کے دوسرے شاگرد ابن جریج یہ اضافی کلمات ان سے بیان کرتے ہیں۔ سو جسے یاد ہے اسے بھولنے والے پر ترجیح حاصل ہے، اس لیے اضافی کلمات والی روایت معتبر اور قابل احتجاج

[1] تحفة الأحوذي: ۵/ ۳۱۱۔

ہے۔ نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور صحابہ سے بھی یہ اضافی کلمات والی اور سیاہ خضاب کی ممانعت والی روایات ثابت ہیں۔ اس لیے گزشتہ روایت میں ادراج کا شبہ پیدا کر کے سیاہ خضاب کی ممانعت کے حکم کو بدلا نہیں جا سکتا ہے اور سیاہ خضاب کے دائمی استعمال سے اپنے سدا بہار جوانی کو ثابت رکھنے کا شوق پورا کرنے کے لیے دلائل کو خواہشات کے تابع کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

۲۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَاجْتَنِبُوْا السَّوَادَ » ①

”بالوں کی سفیدی (کا رنگ) بدلو، یہودیوں کی مشابہت نہ کرو اور سیاہ خضاب سے بچو۔“

۳۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تکریم میں ان سے فرمایا کہ کاش آپ بزرگوں کو ان کے گھر پر رہنے دیتے تو ہم ان کے پاس حاضر ہوتے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ (ابو قحافہ رضی اللہ عنہ) اسلام لائے تو ان کا سر اور داڑھی ثغامہ بوٹی کی طرح سفید تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

① حسن: سنن بیهقی: ۷/ ۵۰۸: ۱۴۸۲۳۔ ابوالحسن محمد بن حسین بن داؤد بن علوی کے بارے میں امام ذہبی کہتے ہیں: الإِمَامُ السَّيِّدُ، المحدّث الصَّدُوْقُ، مُسند خُرَاسَان، أَبُو الحَسَنِ مُحَمَّدُ بنُ الحُسَيْنِ بنِ دَاوُدَ بن عَلِيّ، العَلَوِيُّ الحسنِيُّ النَّيْسَابُوْرِيُّ الحَسِيبُ، رَئِيسُ السَّادَة (سیر أعلام النبلاء : ۱۲/ ۵۳۶: ۳۶۸۵)، دوسرے راوی ابو حامد احمد بن محمد بن حسن نیشاپوری المعروف ابن الشرقی بھی ثقہ امام ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء : ۱۱/ ۳۶۶: ۲۸۶۶) اور حسن بن ہارون نیشاپوری صدوق راوی ہے: امام خلیلی بیان کرتے ہیں: الْحَسَنُ بْنُ هَارُونَ النَّيْسَابُورِيُّ قَدِيمٌ، سَمِعَ مَكِّيَّ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، وَالْحَسَنَ بْنَ الْوَلِيدِ، وَأَقْرَانَهُمَا رَوَى عَنْهُ مَكِّيُّ بْنُ عَبْدَانَ، وَأَبُو حَامِدٍ الشَّرْقِيُّ، وَأَثْنَيَا عَلَيْهِ (مکی بن عبدان اور ابو حامد شرقی نے ان کی تعریف کی ہے) (الارشاد للخلیلی) اور امام ذہبی نے یہ الفاظ کہہ کر ”شیخ جلیل رئیس“ ان کی توثیق کی ہے۔ [تاریخ الاسلام للذہبی: ۶/ ۳۱۸]

« غَيِّرُوْهُمَا وَجَنِّبُوْهُ السَّوَادَ » ①

"ان دونوں (سر اور داڑھی) کی سفید بدل دو اور اسے سیاہ خضاب سے بچاؤ۔"

فوائد:

۱۔ امام نووی نے صحیح مسلم کی روایت پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

« بَابُ اسْتِحْبَابِ خِضَابِ الشَّيْبِ بِصُفْرَةٍ أَوْ حُمْرَةٍ وَتَحْرِيْمِهِ بِالسَّوَادِ »

"سفیدی کو زرد اور سرخ خضاب سے تبدیل کرنے کے استحباب اور سیاہ خضاب کے حرام ہونا کا بیان۔"

۲۔ امام نووی نے ریاض الصالحین میں گزشتہ حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

« بَابٌ فِي نَهْيِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ عَنْ خِضَابِ شَعْرِهِمَا بِسَوَادٍ » ②

"مرد و زن کا اپنے بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنے کی ممانعت کا بیان۔"

۳۔ امام نسائی نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان قائم کر کے سیاہ خضاب کی حرمت کو تسلیم کیا ہے۔

« النَّهْيُ عَنِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ » ③

"سیاہ خضاب کی ممانعت کا بیان۔"

---

① صحیح: صحیح ابن حبان: ۵۴۷۲۔ مسند أحمد: ۱۶۰/۳۔ مستدرك حاکم: ۲۴۴/۳۔ مسند أبي یعلی: ۲۸۳۱۔ سلسلة الأحادیث الصحیحة: ۴۹۶۔ ہشام بن حسان اگرچہ مدلس راوی ہیں اور اس روایت میں یہ محمد بن سیرین سے عن سے روایت کرتے ہیں لیکن ان کا محمد بن سیرین سے عن سے روایت کرنا صحت پر محمول ہے۔ کیونکہ یہاں توثیق مفسر ہے، علی بن مدینی بیان کرتے ہیں: اما احادیث ہشام عن محمد فصحاح (ہشام بن حسان کی محمد بن سیرین سے عن سے بیان کردہ روایات صحیح ہیں)۔ (الجرح و التعدیل: ۵۵/۹۔ الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ص: ۶۶)

② ریاض الصالحین۔

③ سنن نسائي، کتاب الزینة، النهی عن الخضاب بالسواد۔

۴۔ حافظ ابو عوانہ نے اس معنی کی احادیث پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

« بَيَانُ النَّهْيِ عَنِ التَّزَعْفُرِ، وَالْأَمْرِ بِخِضَابِ اللِّحْيَةِ، وَصَبْغِهَا، وَحَظْرِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ » ①

''زعفران سے (کپڑے رنگنے کی) ممانعت، داڑھی کو خضاب لگانے اور رنگنے کا حکم اور سیاہ خضاب سے ممانعت کا بیان۔''

۵۔ حافظ ابن حبان نے درج بالا حدیث پر یہ باب '' ذِكْرُ الزَّجْرِ عَنِ اخْتِضَابِ الْمَرْءِ السَّوَادَ '' آدمی کو سیاہ خضاب پر ڈانٹنے کا بیان'' قائم کیا ہے اور اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

« قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَيِّرُوْهُمَا لَفْظَةُ أَمْرٍ بِشَيْءٍ، وَالْمَأْمُوْرُ فِي وَصْفِهِ مُخَيَّرٌ أَنْ يُغَيِّرَهُمَا بِمَا شَاءَ مِنَ الْأَشْيَاءِ، ثُمَّ اسْتَثْنَى السَّوَادَ مِنْ بَيْنِهَا، فَنَهَى عَنْهُ، وَبَقِيَ سَائِرُ الْأَشْيَاءِ عَلَى حَالَتِهَا » ②

''(حدیث میں مذکور لفظ) ''غَيِّرُوْهُمَا '' امر کا صیغہ ہے اور مامور بہ (شخص) کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ان (سفید داڑھی اور سر کو) جس چیز کے ساتھ جی چاہے رنگ لے، پھر ان رنگوں میں سے سیاہ خضاب کو خارج کر دیا اور اس سے منع کر دیا اور باقی رنگوں کو ان کی حالت (جواز) پر باقی رکھا۔''

۴۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَكُوْنُ قَوْمٌ يَخْضِبُوْنَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ، كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا يَرِيْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ » ③

---

❶ مستخرج أبي عوانة: ٥/ ٢٧١۔

❷ صحيح ابن حبان: ذِكْرُ الزَّجْرِ عَنِ اخْتِضَابِ الْمَرْءِ السَّوَادَ

❸ صحيح: سنن أبي داوٗد: ٤٢١٢۔ سنن نسائي: ٥٠٧٨۔ مسند أبي يعلیٰ: ٢٦٠٣۔ مسند أحمد: ٢٤٧٠۔ تمام المنة ص: ٨٥۔ یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے، حافظ ابن حجر

''آخری زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب لگائیں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے ہیں، وہ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے۔''

فوائد:

گزشتہ احادیث کی طرح یہ حدیث بھی صریح نص ہے کہ سیاہ خضاب حرام اور انتہائی مہلک گناہ ہے۔

۱۔ حافظ عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فَهٰذَا الْحَدِيْثُ صَرِيْحٌ فِي حُرْمَةِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ » ①

''یہ حدیث سیاہ خضاب کے حرام ہونے کے بارے میں صریح نص ہے۔''

۲۔ ابو مالک کمال بن سید سالم بیان کرتے ہیں:

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی رو سے سیاہ خضاب کا استعمال ناجائز ہے۔'' ②

۳۔ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

« فَالْمُرَادُ بِهِ التَّهْدِيْدُ، أَوْ مَحْمُوْلٌ عَلَى الْمُسْتَحِلِّ، أَوْ مُقَيَّدٌ بِمَا قَبْلَ دُخُولِ الْجَنَّةِ مِنَ الْقَبْرِ أَوِ الْمَوْقِفِ أَوِ النَّارِ، قَالَ مِيْرَكُ: ذَهَبَ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ إِلَى كَرَاهَةِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ، وَجَنَحَ النَّوَوِيُّ إِلَى أَنَّهَا كَرَاهَةُ تَحْرِيْمٍ » ③

نے فتح الباری میں، علامہ البانی نے تمام المنۃ میں، شعیب ارنؤوط نے مسند احمد کی تحقیق میں اسے صحیح کہا ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ علامہ ابن جوزی کا اسے موضوعات میں داخل کرنا فاش غلطی ہے کیونکہ انھوں نے حدیث کی سند میں مذکور عبدالکریم کو عبدالکریم بن أبی المخارق سمجھا ہے حقیقت میں یہ عبدالکریم بن مالک الجزری ثقہ راوی ہے۔ اس لیے یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔

① تحفة الأحوذي: ٣١١/٥۔ ② صحيح فقه السنة : ٢٣/٣۔

③ مرقاة المفاتيح : ٢٨٢٨/٧۔

''اس (حدیث) سے مقصود (سیاہ خضاب کے بارے میں) تہدید ہے، یا اس (وعید کو سیاہ خضاب کے لیے حلال سمجھنے والے پر محمول کیا جائے گا یا اسے (خوشبو نہ پانے کو) جنت میں داخل سے پہلے قبر، میدان محشر یا جہنم کے ساتھ مقید کیا جائے گا۔ میرک کہتے ہیں: اکثر علماء نے سیاہ خضاب کے مکروہ ہونے کا موقف اختیار کیا ہے اور نووی اس کے مکروہ تحریمی ہونے کی طرف مائل ہیں۔''

۴۔ ذخیرۃ العقبیٰ کے مؤلف نے اس حدیث سے درج ذیل فوائد کشید کیے ہیں: ۱۔امام نسائی نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے۔

« النَّهْيُ عَنِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ » ①

''سیاہ خضاب کی ممانعت کا بیان۔'' اور درست بات یہ ہے کہ سیاہ خضاب حرام ہے۔۲۔اس حدیث میں اس گناہ (سیاہ خضاب لگانا) کی نحوست کا بیان ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا جنت کی خوشبو پانے سے محروم ہو جائے گا۔۳۔اس سے جنت کی خوشبو کا ثبوت ملتا ہے کہ اس کی خوشبو بہت دور مسافت پر پائی جاتی ہے۔''

سیاہ خضاب کی ممانعت کے بارے میں بیان کردہ آثار:

درج ذیل آثار بھی سیاہ خضاب کی ممانعت وکراہت پر دلالت کرتے ہیں:

۱۔ عبدالملک بن ابی سلیمان ثقہ تابعی بیان کرتے ہیں:

« سُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْخِضَابِ بِالْوَسْمَةِ، فَقَالَ: هُوَ مِمَّا أَحْدَثَ النَّاسُ، قَدْ رَأَيْتُ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يَخْتَضِبُ بِالْوَسْمَةِ، مَا كَانُوْا يَخْضِبُوْنَ إِلَّا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ، وَهٰذِهِ الصُّفْرَةِ » ②

① ذخیرة العقبی فی شرح المجتبی: ٣٨/٦٦۔ ② صحیح: مصنف ابن أبی شیبة: ٢٥٠٢٧۔

”عطاء بن ابی رباح سے سیاہ خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: یہ لوگوں کی بدعات میں سے بدعت ہے۔ یقیناً میں نے اصحاب رسول کی ایک کثیر تعداد کو دیکھا ہے اور میں نے ان میں سے کسی کو وسمہ (سیاہ خضاب) لگاتے نہیں دیکھا وہ (صحابہ) سرخ اور سیاہ مہندی اور زرد مہندی ہی کا استعمال کیا کرتے تھے۔“

۲۔ عبدالملک بن أبی سلیمان ثقہ تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے سیاہ خضاب کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا:

« مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْضِبُ بِالسَّوَادِ، إِنَّمَا كَانَ خِضَابُهُمْ بِالْحِنَّاءِ، وَهٰذِهِ الصُّفْرَةِ » ①

”میں نے نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی شخص کو سیاہ خضاب لگاتے نہیں دیکھا۔ ان کا خضاب تو صرف یہ سرخ اور زرد مہندی ہوتی تھی۔“

۳۔ برد بن سنان صدوق راوی مکحول شامی سے بیان کرتے ہیں:

« أَنَّهُ كَرِهَ الْخِضَابَ بِالْوَسْمَةِ، وَقَالَ : خَضَبَ أَبُوبَكْرٍ بِالْحِنَّاءِ، وَالْكَتَمِ » ②

”انھوں نے سیاہ خضاب کو ناپسند کیا اور بیان کیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سرخ اور سیاہ مہندی (ملا کر) لگاتے تھے۔“

۴۔ ایوب سختیانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے سنا:

« وَسُئِلَ عَنِ الْخِضَابِ بِالْوَسْمَةِ فَكَرِهَهُ، فَقَالَ: يَكْسُو اللّٰهُ الْعَبْدَ فِي وَجْهِهِ النُّورَ، ثُمَّ يُطْفِئُهُ بِالسَّوَادِ؟ » ③

---

① صحیح: تهذيب الآثار: ٨٤٦۔

② حسن: مصنف ابن أبي شيبة: ٢٥٠٣٠۔ برد بن سنان صدوق راوی ہے۔

③ صحیح: مصنف ابن أبي شيبة : ٢٥٠٣٢۔

”انھیں سیاہ خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اسے ناپسند کیا اور کہا: اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے چہرے کو نور سے ڈھانپے گا پھر سیاہی سے اس نور کو ختم کر دے گا۔“

۵۔ ایوب بن نجار بن زیاد حنفی ثقہ راوی بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ يَحْيَى بْنَ أَبِي كَثِيرٍ، قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَقَالَ: مَا أُحِبُّ أَنِّي سَوَّدْتُّهَا، وَأَنَّ لِي بِكُلِّ شَعْرَةٍ دِينَارًا، وَكَانَ أَحْمَرَ اللِّحْيَةِ » ①

”میں نے یحییٰ بن ابی کثیر کو دیکھا، انھوں نے اپنی داڑھی مٹھی میں لی اور کہا: میں پسند نہیں کرتا کہ اسے سیاہ کروں اور مجھے ہر بال کے عوض دینار ملے جب کہ ان کی داڑھی سرخ تھی۔“

غیر ثابت روایات:

سیاہ خضاب کے بارے میں مروی آئندہ روایات غیر ثابت ہیں۔ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس مسئلہ میں فقط صحیح اور ثابت احادیث بیان کی جائیں اور ضعیف اور غیر ثابت روایات سے اجتناب کیا جائے۔

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُسَوِّدُوْنَ أَشْعَارَهُمْ، لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ » ②

”آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو اپنے بال سیاہ کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔“

---

① صحیح: تهذيب الآثار، الجزء المفقود: ۸۹۸۔

② ضعيف: طبرانی اوسط: ۳۸۰۳۔ تمام المنة، ص: ۸۶۔ عبدالکریم بن ابی المخارق ابوامیہ ضعیف راوی ہے۔ سوید بن عبدالعزیز ضعیف راوی ہے۔

۲۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« كُنَّا يَوْمًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ الْيَهُودُ، فَرَآهُمْ بِيضَ اللِّحَى، فَقَالَ: مَا لَكُمْ لَا تُغَيِّرُونَ؟ فَقِيلَ: إِنَّهُمْ يَكْرَهُونَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَكِنَّكُمْ غَيِّرُوا، وَإِيَّايَ وَالسَّوَادَ » ①

''ایک دن ہم نبی ﷺ کے پاس تھے کہ آپ کے پاس یہودی آئے اور انھیں دیکھا کہ ان کی داڑھیاں سفید تھیں۔ آپ نے فرمایا: تمھیں کیا ہے، تم انھیں رنگتے کیوں نہیں؟ بتایا گیا کہ یہ (بالوں کو رنگنا) ناپسند کرتے ہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: لیکن تم (سفید بالوں کی سفیدی) تبدیل کرو اور سیاہ خضاب سے بچو۔''

۳۔ سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ سَوَّدَ بِالْخِضَابِ سَوَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ » ②

''جس نے خضاب سے (بال) سیاہ کیے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا چہرہ سیاہ کرے گا۔''

۴۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« الصُّفْرَةُ خِضَابُ الْمُؤْمِنِ، وَالْحُمْرَةُ خِضَابُ الْمُسْلِمِ، وَالسَّوَادُ خِضَابُ الْكَافِرِ » ③

---

① ضعیف: طبرانی اوسط: ۱۴۲۔ عبد اللہ بن لہیعہ کی تدلیس اور اختلاط ہے۔

② ضعیف: مسند الشاميين: ۶۵۲۔ ترتيب الأمالي الخميسية للشجري: ۲۷۰۸۔ محمد بن سلیمان بن أبی داود الحرانی ضعیف راوی ہے۔ تحریر تقریب التهذيب۔

③ ضعیف: طبرانی کبیر: ۱۳/ ۳۲۲: ۱۴۱۱۹۔ مستدرك حاكم: ۳/ ۵۳۶۔ الفردوس بمأثور الخطاب: ۳۸۶۹۔ سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۳۷۹۹۔ علامہ البانی کہتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے، اس میں ابو عبد اللہ قرشی کو یحییٰ بن معین نے منکر کہا ہے۔ نثل النبال بمعجم الرجال کے مؤلف

"زرد مومن کا خضاب ہے، سرخ مسلمان کا خضاب ہے اور سیاہ کافر کا خضاب ہے۔"

۵۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« غَيِّرُوا الشَّيْبَ، وَلَا تُقَرِّبُوْهُ السَّوَادَ » ①

"سفیدی تبدیل کرو اور اس سیاہی کے قریب نہ کرو۔"

۶۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« غَيِّرُوا الشَّيْبَ، وَلَا تُقَرِّبُوْهُ السَّوَادَ، وَلَا تَشَبَّهُوْا بِأَعْدَائِكُمْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَخَيْرُ مَا غَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَّاءُ، وَالْكَتَمُ » ②

"سفیدی بدلو، اسے سیاہی کے قریب نہ کرو، اپنے دشمنوں مشرکین کی مشابہت نہ کرو اور بہترین خضاب جس سے تم سفیدی تبدیل کرتے ہو مہندی اور وسمہ ہے۔"

شارحین کی تعبیرات:

درج ذیل شارحین نے سیاہ خضاب کو ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے۔

۱۔ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

« وَمَذْهَبُنَا اسْتِحْبَابُ خِضَابِ الشَّيْبِ لِلرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ بِصُفْرَةٍ أَوْ حُمْرَةٍ وَيَحْرُمُ خِضَابُهُ بِالسَّوَادِ عَلَى الْأَصَحِّ، وَقِيْلَ يُكْرَهُ كَرَاهَةَ تَنْزِيْهٍ وَالْمُخْتَارُ التَّحْرِيْمُ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ، هٰذَا مَذْهَبُنَا » ③

کہتے ہیں: فالحاصل أن آفة هذا الحديث هي من أبي عبد الله القرشيّ، فإنّهُ: مجهولٌ، لا يُعرف (حاصل کلام یہ ہے کہ اس حدیث کی آفت ابو عبداللہ قرشی ہے مجہول اور غیر معروف راوی ہے۔ نثل النبال بمعجم الرجال: ۴/ ۲۸۰: ۴۸۷۴۔

① ضعیف: مسند أحمد: ۳/ ۲۴۷۔ عبداللہ بن لہیعہ کی تدلیس ہے۔

② ضعیف: طبرانی اوسط: ۵۱۶۰۔ سلم بن سالم بلخی ضعیف اور ابن جریج کی تدلیس ہے۔

③ شرح النووی: ۱۴/ ۸۰۔

"ہمارا مذہب یہ ہے کہ مرد و زن کے لیے زرد یا سرخ خضاب مستحب ہے اور صحیح مذہب کی رو سے سیاہ خضاب حرام ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے اور راجح و مختار موقف یہ ہے کہ یہ (سیاہ خضاب) حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ سیاہ خضاب سے اجتناب کرو اور یہی ہمارا موقف ہے۔"

۲۔ امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« اِتَّفَقُوْا عَلَى ذَمِّ خِضَابِ الرَّأْسِ أَوِ اللِّحْيَةِ بِالسَّوَادِ، ثُمَّ قَالَ الْغَزَالِيُّ فِي الْإِحْيَاءِ وَالْبَغَوِيُّ فِي التَّهْذِيْبِ وَآخَرُونَ مِنْ الْأَصْحَابِ هُوَ مَكْرُوْهٌ، وَظَاهِرُ عِبَارَاتِهِمْ أَنَّهُ كَرَاهَةُ تَنْزِيْهٍ، وَالصَّحِيْحُ بَلِ الصَّوَابُ أَنَّهُ حَرَامٌ، وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِتَحْرِيْمِهِ صَاحِبُ الْحَاوِي فِي بَابِ الصَّلَاةِ بِالنَّجَاسَةِ » ①

"علماء کا سر اور داڑھی کو سیاہ خضاب سے رنگنے کی مذمت پر اتفاق ہے۔ غزالی نے احیاء میں، بغوی نے تہذیب میں اور دیگر اصحاب نے اسے مکروہ کہا ہے اور ان کی ظاہری عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن صحیح اور درست موقف یہ ہے کہ یہ عمل حرام ہے اور صاحب الحاوی نے باب الصلاۃ بالنجاسۃ میں اس کے حرام ہونے کی صراحت کی ہے۔"

۳۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« قَوْلُهُ إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ يَقْتَضِي مَشْرُوعِيَّةَ الصَّبْغِ، وَالْمُرَادُ بِهِ صَبْغُ شَيْبِ اللِّحْيَةِ وَالرَّأْسِ، وَلَا يُعَارِضُهُ مَا وَرَدَ مِنَ النَّهْيِ عَنْ إِزَالَةِ الشَّيْبِ لِأَنَّ الصَّبْغَ لَا يَقْتَضِي الْإِزَالَةَ، ثُمَّ إِنَّ الْمَأْذُوْنَ فِيْهِ مُقَيَّدٌ بِغَيْرِ السَّوَادِ » ②

① المجموع شرح المهذب: ١/٢٩٤۔ ② فتح الباری: ٦/٤٩٩۔

’’ آپ کا یہ فرمان کہ ’’یہود و نصاریٰ بال نہیں رنگتے سو ان کی مخالفت کرو‘‘ بالوں کے رنگنے کی مشروعیت کا تقاضا کرتا ہے اور اس سے مقصود داڑھی اور سر کی سفیدی کو رنگنا ہے۔ وہ حدیث اس فرمان کے مخالف نہیں ہے جس میں سفید بالوں کو زائل کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ بالوں کو رنگنا بال زائل کرنے کا مقتضی نہیں۔ پھر بالوں کو رنگنے کی اجازت کو سیاہ خضاب کے بغیر مقید کیا گیا ہے (یعنی سیاہ خضاب کے علاوہ کوئی اور خضاب استعمال کیا جائے، سیاہ خضاب کی اجازت نہیں ہے)۔‘‘

۴۔ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

« وَالْإِذْنُ فِيْهِ مُقَيَّدٌ بِغَيْرِ السَّوَادِ » ①

’’ (بالوں کو رنگنے کی) اجازت سیاہ خضاب کے علاوہ ہے۔‘‘

۵۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« وَالصَّوَابُ أَنَّ الْأَحَادِيْثَ فِي هَذَا الْبَابِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهَا بِوَجْهٍ فَإِنَّ الَّذِيْ نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَغْيِيْرِ الشَّيْبِ أَمْرَانِ: أَحَدُهُمَا نَتْفُهُ، وَالثَّانِي خِضَابُهُ بِالسَّوَادِ كَمَا تَقَدَّمَ وَالَّذِيْ أَذِنَ فِيْهِ هُوَ صَبْغُهُ وَتَغْيِيْرُهُ بِغَيْرِ السَّوَادِ كَالْحِنَّاءِ وَالصُّفْرَةِ وَهُوَ الَّذِيْ عَمِلَهُ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ » ②

’’ صحیح بات یہ ہے کہ اس موضوع کے متعلقہ احادیث میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور سفید بالوں کی تبدیلی میں آپ نے جو منع کیا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ ۱۔ سفید بالوں کو اکھیڑنا (ممنوع ہے)۔ ۲۔ سیاہ خضاب استعمال کرنا (ممنوع ہے)

---

① عمدة القاری شرح صحیح البخاری: ۱۶/۴۶۔

② عون المعبود: ۱۲: ۲۷۔

جیسا کہ گزشتہ احادیث میں بیان ہوا ہے اور جس خضاب کی اجازت دی ہے وہ سیاہ خضاب کے علاوہ خضاب سے بال رنگنا ہیں، جیسے مہندی اور زرد خضاب ہے۔ اسی پر صحابہ کرام کا عمل رہا ہے۔"

٦۔ علامہ البانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

« فَهَذِهِ الْأَحَادِيْثُ مَنْ وَقَفَ عَلَيْهَا لَا يَتَرَدَّدُ فِي الْقَطْعِ بِحُرْمَةِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ وَهُوَ قَوْلُ جَمَاعَةٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ كَمَا تَقَدَّمَ عَنِ ابْنِ الْقَيِّمِ وَقَالَ: إِنَّهُ هُوَ الصَّوَابُ بِلَا رَيْبٍ » [1]

"ان (اوپر بیان کردہ) احادیث پر جو شخص بھی واقف ہوگا وہ اس بات میں سیاہ خضاب کی ہر ایک کے لیے حرمت پر تردد نہیں کرے گا۔ اہل علم کی ایک جماعت اس موقف کی قائل ہے، جیسا کہ ابن قیم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور کہا کہ یقیناً یہی موقف درست ہے۔"

مفتیان کے فتاویٰ جات:

درج ذیل مفتیان کرام نے بھی اپنے فتاویٰ میں سیاہ خضاب کو حرام قرار دیا ہے۔

ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال داڑھی کو سیاہ خضاب کے بارے میں مروی روایت کی صحت کی کیا حقیقت ہے؟ کیونکہ علم کی طرف منسوب بہت سے علمائے کرام میں سیاہ خضاب سے بال رنگنا عام ہو چکا ہے۔

جواب اس مسئلہ کے متعلق بہت سی صحیح احادیث ہیں (جن میں سیاہ خضاب سے منع کیا گیا ہے) ان میں سے مشہور ترین حدیث وہ ہے جس میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے والد کا واقعہ منقول ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ

[1] تمام المنة، ص: ٨٧۔

نے جب سیدنا ابو بکر کے والد محترم کا سر اور داڑھی ثغامہ بوٹی کی طرح سفید دیکھی تو فرمایا: اسے کسی خضاب سے بدل دو اور سیاہ خضاب سے اجتناب کرو۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اسے سیاہ خضاب سے بچاؤ۔'' اور سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو کبوتروں کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب لگائیں گے، یہ جنت کی خوشبو نہ پاسکیں گے۔'' یہ (سیاہ خضاب کے استعمال کے بارے میں) سخت وعید ہے اور اس موضوع کی اور بھی احادیث ہیں، جو سیاہ خضاب کی حرمت اور سیاہ کے علاوہ دیگر خضابوں کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں۔'' [1]

ابن عثیمین رحمہ اللہ کا فتویٰ:

سوال ہم بہت سے مسلمانوں کو دیکھتے ہیں، وہ اپنی داڑھیوں کو سیاہ خضاب لگاتے ہیں اور کہتے ہیں: سیاہ خضاب کی ممانعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، یہ کسی راوی کے مدرج کلمات ہیں۔ پھر اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو اس (ممانعت) سے (وہ سیاہ خضاب ممنوع ہے، جسے لگا کر جوان ہونے کا) دھوکا دینا مقصود ہے، لیکن اگر اس سے خوبصورتی اختیار کرنا مقصود ہو تو اس کی ممانعت نہیں ہے۔ اس (جواز) کی حقیقت کیا ہے؟

جواب سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنے کی ممانعت حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، جسے امام مسلم اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور ادراج کا دعویٰ کسی دلیل ہی سے ثابت ہو سکتا ہے اور یہاں ادراج کے ثبوت کی دلیل بالکل ہی ثابت نہیں۔ نیز ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے جو کبوتروں کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب لگائیں گے، وہ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے۔'' حافظ ابن تیمیہ

[1] مجموع فتاویٰ ابن باز: ۵۸/۴۔

کے شاگرد ابن مفلح نے اس حدیث کی سند کو جید قرار دیا ہے۔ یہ حدیث سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنے کے حرام ہونے کا تقاضا کرتی ہے اور یہ (سیاہ خضاب کا استعمال) کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور اس ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی حکمت کے مخالف ہے کہ اس کے ذریعے (تخلیق الٰہی میں) غیر فطرتی جمال اختیار کیا جاتا ہے، جیسے جسم میں نیل بھرنا، خوبصورتی کے لیے دانت باریک کرنا، چہرے کے بال اکھاڑنا اور بالوں میں وگ لگانا اور (ان مصنوعی خوبصورتی کے طریقوں کے بارے میں) نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے بال ملانے والیوں، بال لگوانے والیوں، جسم میں نیل بھرنے والیوں اور نیل بھروانے والیوں پر، چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں پر، حسن کے لیے دانتوں میں کشادگی پیدا کرنے والیوں پر اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے والیوں پر لعنت کی ہے۔

یہ دعویٰ غیر ثابت ہے کہ سیاہ خضاب سے بال رنگنے کی ممانعت دھوکے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ ممانعت عام ہے اور اس کی حکمت وہ ہے جو ہم نے پیچھے بیان کی ہے (کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی ہے)۔

جب سیاہ خضاب سے رنگنے کا یہ حکم ہے (کہ اس سے منع کیا گیا ہے) تو حلال خضاب اس (حرام خضاب) سے مستغنی کر دیتے ہیں اور (حلال خضاب کی تفصیل یہ ہے کہ) سرخ اور سیاہ مہندی کا خضاب لگایا جائے یا ایسا خضاب لگایا جائے جس کی رنگت سرخ اور سیاہ کے درمیان ہو اس سے سفید بالوں کو حلال خضاب سے رنگنے کا مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ (خضاب کا) وہ دروازہ بند کر دیا گیا ہے جس میں لوگوں کا نقصان ہے اور باقی خیر کے دروازے ان پر واہ رکھے ہیں (کہ وہ جائز خضاب استعمال کر سکتے ہیں)۔

نیز بعض صحابہ سے جو مروی ہے کہ وہ سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے تو اس سے سے

نبی ﷺ سے منقول صحیح احادیث کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ دلیل احادیث نبوی ہیں (قول یا عمل صحابہ و تابعین نہیں)۔ پھر صحابہ و تابعین میں سے جن لوگوں نے احادیث کے مخالف عمل کیا ہے تو ان کے لیے کوئی قابل عمل عذر تلاش کیا جائے گا (کہ ممکن ہے انھیں نہی کی احادیث نہ پہنچی ہوں) اور روز قیامت اللہ تعالیٰ رسولوں کی بات ماننے کے بارے میں پوچھیں گے (صحابہ و تابعین یا ائمہ کی بات ماننے کا سوال نہیں ہو گا)۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ﴾ [القصص: ٦٥]

"اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا: تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔" ①

سعودی فتویٰ کمیٹی کا فتویٰ:

سوال کیا داڑھی کو سیاہ خضاب سے رنگنا جائز ہے؟

جواب کسی بھی شخص کے لیے سیاہ خضاب سے داڑھی کو رنگنا ناجائز ہے کیونکہ اس (سیاہ خضاب) سے اجتناب کا حکم اور اس کے استعمال سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ امام ابو داود نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن سیدنا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا جب کہ ان کا سر اور داڑھی ثغامہ بوٹی کی طرح سفید تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سفیدی کو بدل دو اور سیاہ خضاب سے اجتناب کرو۔" نیز اس روایت کو مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ پھر احمد، ابو داود اور نسائی نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آخری زمانے میں کچھ لوگ کبوتروں کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب لگائیں گے، جو جنت کی خوشبو نہ پائیں گے۔" البتہ گزشتہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی

① مجموع فتاوی و رسائل العثيمين: ١١/ ١٢٢، ١٢٣۔

رو سے سیاہ خضاب کے علاوہ خضاب سے بالوں کو رنگنا مستحب ہے۔[1] واللہ اعلم!

حافظ عبدالستار الحماد کا فتویٰ:

حافظ عبدالستار الحماد ایک سائل کے جواب میں لکھتے ہیں:

بالوں کی سفیدی کو بدلنے کے متعلق متعدد احادیث مروی ہیں لیکن سیاہ کرنے پر ممانعت اور تنبیہ وارد ہے۔ محدثین کرام نے بالوں کا سیاہ کرنا کبائر سے بتلایا ہے پھر ایسا کرنے سے انسان اللہ کی نظر رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وہ جوانی کے بعد کمزوری اور بڑھاپے کا دور لاتا ہے۔'' (الروم)

بالوں کو سیاہ کرنا قدرت کی نشانی کو گم کرنے کے مترادف ہے پھر ایسا کرنا دھوکا اور فریب بھی ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ اس کی ممانعت کے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ فتح مکہ کے دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا جب کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید ہو چکے تھے تو آپ نے فرمایا: ''اس سفیدی کو تبدیل کرو لیکن سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔'' (صحیح مسلم) نسائی، ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ اسے سیاہ رنگ سے دور رکھو۔ رسول اللہ ﷺ کا امر وجوب کے لیے ہے، جس کی خلاف ورزی حرام ہے۔ چنانچہ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ''سیاہ رنگ کا خضاب حرام ہے۔''[2]

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے وقت کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنے بالوں کو کبوتر کے پپوٹوں کی طرح سیاہ کریں گے، وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائیں گے۔'' (مستدرک حاکم) یہ حدیث بھی اپنے

[1] فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء: ۵/۱۸۷۔ رقم الفتویٰ: ۱۴۴۴۔

[2] شرح نووی: ۲/۱۹۹۔

بالوں کو سیاہ کرنے کی حرمت کے متعلق بالکل صریح اور واضح نص ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو اپنے بالوں کو سیاہ رنگ کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔" [مجمع الزوائد بحواله معجم طبرانی]

جس کام کے ارتکاب پر اتنی سنگین وعید ہو ایک مسلمان اسے کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔

۴۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے سیاہ خضاب کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو منہ کو سیاہ کریں گے۔" [مجمع الزوائد : ١٤٤/٥]

بعض لوگ ابن ماجہ کی ایک حدیث کا سہارا لے کر بالوں کو سیاہ کرنے کا جواز پیش کرتے ہیں لیکن یہ سخت ضعیف اور نا قابل احتجاج ہے۔ ①

استاذ محترم مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کا فتویٰ:

(سوال) خضاب لگانا کیسا ہے اور کیا خضاب استعمال کرنا ممنوع اور حرام ہے؟ تفصیل سے مسئلہ کی وضاحت فرما دیں۔

(جواب) رسول اکرم ﷺ اپنے بالوں کو خود بھی خضاب لگاتے تھے اور اس کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ اسی طرح خلفائے راشدین اپنے سفید بالوں کو رنگا کرتے تھے۔ شریعت اسلامیہ میں سیاہ خضاب ممنوع و حرام ہے، اس کے علاوہ مہندی یعنی سرخ، زرد اور سیاہی مائل وغیرہ خضاب جائز و مشروع ہے۔ سیاہ رنگ کی ممانعت میں کئی ایک احادیث ہیں جن کو آئندہ بالتفصیل ذکر کیا جائے گا۔

سیاہ خضاب سے منع کیا گیا ہے اور اس کی ممانعت کے متعلق چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

① فتاویٰ اصحاب الحدیث : ١/ ٤٦٩، ٤٧٠۔

۱۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَيِّرُوْا هٰذَا بِشَيْءٍ، وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ » ①

"فتح مکہ والے دن (ابوبکر کے والد) ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو لایا گیا۔ ان کے کا سر اور داڑھی ثغامہ (سفید پھولوں والا ایک درخت) طرح سفید تھی۔ آپ نے فرمایا: اس سفیدی کو بدلو اور سیاہی سے اجتناب کرو۔"

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

« اِذْهَبُوْا بِهِ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ، فَلْيُغَيِّرْهُ بِشَيْءٍ، وَجَنِّبُوْهُ السَّوَادَ » ②

"انھیں ان کی بعض عورتوں کی طرف لے جاؤ، وہ ان کی سفیدی کو بدلیں اور سیاہی سے بچاؤ۔"

امام نووی فرماتے ہیں:

« وَ يَحْرُمُ خِضَابُهُ بِالسَّوَادِ عَلَى الْأَصَحِّ وَ قِيْلَ يُكْرَهُ كَرَاهَةَ تَنْزِيْهٍ وَالْمُخْتَارُ التَّحْرِيْمُ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ » ③

"سب سے صحیح قول کے مطابق سیاہ خضاب حرام ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ تنزیہی ہے۔ مختار قول حرمت کا ہے اس لیے کہ آپ نے فرمایا: سیاہ خضاب سے بچو۔"

---

① مسلم، كتاب اللباس و الزينة: باب استحباب خضاب الشيب بصفرة أو حمرة و تحريمه بالسواد: ٢١٠٢۔ سنن أبي داؤد: ٤٢٠٤۔ سنن نسائي: ٥٠٨٩۔ سنن ابن ماجه: ٣٦٢٤۔ مصنف ابن ابي شيبة: ٨/ ٤٣٢۔ مصنف عبد الرزاق: ١١/ ١٥٤۔ مستدرك حاكم: ٣/ ٢٤٤۔ سنن بيهقي: ٧/ ٣١٠۔

② مسند أحمد: ٣/ ٣١٦۔

③ شرح مسلم للنووي: ٢/ ١٩٩۔

علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری فرماتے ہیں:

« فَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ دَلِيْلٌ وَاضِحٌ عَلَى النَّهْيِ عَنِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ » ①

آپ کا فرمان ''سیاہی سے بچو'' سیاہ خضاب کی حرمت پر واضح دلیل ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

« ثُمَّ الْمَاذُوْنَ فِيْهِ مُقَيَّدٌ بِغَيْرِ السَّوَادِ لِمَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ وَ سَلَّمَ قَالَ: غَيِّرُوْهُ وَ جَنِّبُوْهُ السَّوَادَ » ②

''سیاہ خضاب کے علاوہ خضاب لگانے کی اجازت ہے، اس لیے کہ امام مسلم نے جابر سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اس کی سفید کو بدلو اور اسے سیاہی سے بچاؤ۔''

امام نووی اپنی کتاب ''المجموع'' میں فرماتے ہیں:

« اِتَّفَقُوْا عَلَى ذَمِّ خِضَابِ الرَّأْسِ أَوِ اللِّحْيَةِ بِالسَّوَادِ »

''سر اور داڑھی کے بالوں کو سیاہ خضاب لگانے کی مذمت پر محدثین کا اتفاق ہے۔''

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

« وَالصَّحِيْحُ بَلِ الصَّوَابُ أَنَّهُ حَرَامٌ »

''صحیح بلکہ درست یہ ہے کہ سیاہ خضاب حرام ہے۔''

علامہ سفارینی نے نقل کیا ہے:

« وَ يُكْرَهُ بِالسَّوَادِ اِتِّفَاقًا نُصَّ عَلَيْهِ » ③

''سیاہ خضاب کی کراہت پر اتفاق ہے، اس پر نص شرعی موجود ہے۔''

① تحفة الأحوذی : ٥٧/٣۔
② فتح الباری: ٤٩٩/٦۔
③ شرح ثلاثیات مسند أحمد : ٥٣/۔

۲۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« غَيِّرُوا الشَّيْبَ، وَلَا تُقَرِّبُوهُ السَّوَادَ » ①

''سفید بالوں کو بدلو اور ان کو سیاہی کے قریب نہ کرو۔''

۳۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

« كُنَّا يَوْمًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَتْ عَلَيْهِ الْيَهُودُ، فَرَآهُمْ بِيضَ اللِّحَى، فَقَالَ: مَا لَكُمْ لَا تُغَيِّرُونَ؟ فَقِيلَ: إِنَّهُمْ يَكْرَهُونَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَكِنَّكُمْ غَيِّرُوا، وَإِيَّايَ وَالسَّوَادَ » ②

''ہم ایک دن نبی ﷺ کے پاس تھے، آپ کے پاس یہودی آئے۔ آپ نے ان کی سفید داڑھیاں دیکھ کر فرمایا: ''تمھیں کیا ہے، تم انھیں رنگتے کیوں نہیں؟'' کہا گیا کہ یہ ناپسند کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: ''اے مسلمانو! لیکن تم رنگ بدلو اور سیاہی سے بچتے رہو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بالوں کی سفیدی کو بدلنے سے کراہت کرنا یہودیوں کا کام تھا۔ مسلمان سیاہ خضاب سے اجتناب کرتا ہے اور دیگر خضاب پسند کرتا ہے۔

۴۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَكُونُ قَوْمٌ يَخْضِبُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا يَرِيحُونَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ » ③

''آخر زمانے میں ایک قوم ہوگی جو کبوتر کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب لگائیں گے، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے۔''

---

① مسند احمد: ۳/ ۲۴۷۔ صحیح الجامع الصغیر: ۴۱۶۹۔
② مجمع الزوائد: ۵/ ۱۶۰۔ طبرانی: ۵/ ۱۶۳۔ امام ہیثمی نے اسے حسن کہا ہے۔
③ مسند أحمد: ۱/ ۲۷۳۔ سنن بیهقی: ۷/ ۳۱۱۔ ابو داؤد: کتاب الترجل، باب فی الخضاب: ۴۲۱۲۔

یہ حدیث بھی سیاہ خضاب کی ممانعت پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں شدید وعید ہے۔

۵۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُسَوِّدُونَ أَشْعَارَهُمْ، لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ » [1]

"آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو اپنے بال سیاہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے۔"

۶۔ سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ خَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ » [2]

"جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا۔"

مذکورہ بالا چھ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ خضاب کی شریعت میں بڑی مذمت آئی ہے اور اس پر شدید وعید فرمائی گئی ہے۔ اس لیے یہ حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ علامہ ابن حجر ہیثمی نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ [3]

علاوہ ازیں داڑھی یا سر کے بالوں کو شادی بیاہ یا کسی کاروباری سلسلے کے لیے سیاہ کرنا دھوکا اور فراڈ ہے۔ اپنے بڑھاپے کو چھپانا، جوانی ظاہر کرنا، دھوکا دہی اور اصلیت چھپانا بھی شرع محمدی میں حرام ہے۔ جو لوگ سیاہ خضاب نکاح یا جہاد کے موقع پر لگانے کا جواز پیش کرتے ہیں وہ ابن ماجہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ أَحْسَنَ مَا اخْتَضَبْتُمْ بِهِ لَهٰذَا السَّوَادُ، أَرْغَبُ لِنِسَائِكُمْ فِيكُمْ،

❶ مجمع الزوائد: ۵/ ۱۶۴۔ طبرانی اوسط: ۳۸۱۵۔ اس کی سند جید ہے۔
❷ مجمع الزوائد: ۵/ ۱۶۶۔
❸ الزواجر: ۱/ ۲۶۱۔

وَأَهْيَبُ لَكُمْ فِي صُدُوْرِ عَدُوِّكُمْ » ①

”بہترین خضاب جو تم لگاتے ہو وہ سیاہ رنگ کا ہے، جس سے تمھاری عورتیں تمھاری طرف زیادہ رغبت رکھیں اور تمھارے دشمن کے سینوں میں یہ ہیبت ناک ہے۔“

لہٰذا یہ روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہو سکتی۔ ②

عورتوں کے لیے سیاہ خضاب:

عورتوں کے لیے بھی سیاہ خضاب حرام ہے کیونکہ ممانعت کی حدیث عام ہے جس میں خواتین و حضرات سارے ہی شامل ہیں۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« غَيِّرُوْا هٰذَا بِشَيْءٍ، وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ » ③

”اس (سفیدی) کو کسی چیز کے ساتھ بدل دو اور سیاہ (خضاب) سے اجتناب کرو۔“

فوائد:

۱۔ امام نووی لکھتے ہیں:

« وَمَذْهَبُنَا اسْتِحْبَابُ خِضَابِ الشَّيْبِ لِلرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ بِصُفْرَةٍ أَوْ حُمْرَةٍ وَيَحْرُمُ خِضَابُهُ بِالسَّوَادِ عَلَى الْأَصَحِّ » ④

”ہمارا مذہب یہ ہے کہ مرد و زن کے لیے زرد یا سرخ خضاب مستحب ہے اور صحیح مذہب کی رو سے سیاہ خضاب حرام ہے۔“

① ابن ماجہ : کتاب اللباس، باب الخضاب بالسواد: ٣٦٥ـ یہ روایت ضعیف ہے اس کی چند وجوہات ہیں: ١۔ رفاع بن دغفل سدوسی اس سند میں ضعیف راوی ہے۔ ٢۔ عبدالحمید بن صیفی لین الحدیث ہے۔ اس سند کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: بعض راویوں کا بعض سے سماع معروف نہیں۔

② فتاویٰ احکام و مسائل از مبشر احمد ربانی ص: ٦٧٦، ٦٧٧، ٦٧٨۔

③ صحیح مسلم: ٢١٠٢۔ سنن أبي داؤد : ٤٢٠٤۔ سنن نسائی: ٥٠٧٩۔

④ شرح النووی : ١٤/ ٨٠۔

جہاد اور بیوی کی خاطر سیاہ خضاب لگانا:

گزشتہ عمومی احادیث کی رو سے سیاہ خضاب ہر عمر کے افراد کے لیے حرام ہے اور کسی فرد کو فریضہ جہاد کی انجام دہی اور بیوی کی خوشنودی کی خاطر سیاہ خضاب کا استثنا حاصل نہیں ہے۔ اکثر لوگ اس آڑ میں سیاہ خضاب کی گنجائش دیتے اور اس آڑ میں جہاد کی خود ساختہ شرکت کے راستے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ ایک دوست نے لاہور کے ایک مدرسے کے مہتمم کا واقعہ سنایا کہ وہ سیاہ خضاب لگایا کرتا تھا تو کسی شخص نے اس سے سوال کیا کہ سیاہ خضاب حرام ہے اور آپ اس کا ارتکاب کر رہے ہیں تو اس نے کہا میں حالت جہاد میں ہوں اور مجاہد کو سیاہ خضاب کے استعمال کی رخصت ہے۔ چونکہ کسی صحیح حدیث میں مجاہد اور جوان بیوی کے عمر رسیدہ شوہر کو سیاہ خضاب لگانے کی اجازت نہیں ہے، سو ان لوگوں کو بھی سیاہ خضاب سے گریز کرنا چاہیے اور اس حرام فعل کے ارتکاب سے کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے اور اس شوق میں جنت کی خوشبو سے محروم نہیں ہونا چاہیے۔ اس بارے میں جو روایت بیان کی جاتی ہے ضعیف ہے۔

❁ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

« إِنَّ أَحْسَنَ مَا اخْتَضَبْتُمْ بِهِ لَهٰذَا السَّوَادُ، أَرْغَبُ لِنِسَائِكُمْ فِيكُمْ، وَأَهْيَبُ لَكُمْ فِي صُدُورِ عَدُوِّكُمْ » [1]

”بہترین چیز جو تم خضاب لگاتے ہو یہ سیاہ خضاب ہے۔ اس سے تمھاری عورتیں تم میں زیادہ دلچسپی لیتی ہیں اور تمھارے دشمنوں کے دلوں میں تمھارا رعب زیادہ ہوتا ہے۔“

---

[1] ضعیف: سنن ابن ماجه: ٣٦٢٥۔ تهذیب الآثار: ٩٠٩۔ سلسلة الأحادیث الضعیفة: ٢٩٧٢۔ علامہ البانی بیان کرتے ہیں: اس روایت کی سند ضعیف ہے، اس میں عبد الحمید بن زیاد بن صیفی بن صہیب رومی اور دفاع بن دغفل ضعیف راوی ہیں۔ نیز اس روایت کا متن منکر ہے کیونکہ یہ روایت میں سیاہ خضاب کے استعمال کی ترغیب ہے جب کہ دیگر صحیح احادیث میں سیاہ خضاب کی ممانعت ثابت ہے۔ سلسلة الأحادیث الضعیفة: ٦/ ٥٤٣۔

سیاہ خضاب کے مجوزین اور دلائل:

سیاہ خضاب کو جائز ثابت کرنے کے لیے مختلف حیلے تلاش کیے جاتے ہیں اور اپنی خواہشات کو شرعی ثابت کرنے کے لیے دلائل کے ہیر پھیر اور انھیں خواہشات کے تابع بنانے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں۔ کبھی مرفوع احادیث جن میں سیاہ خضاب سے منع کیا گیا ہے، ان میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔ جب اس کوشش میں کامیاب ہوتے نظر نہیں آتے تو صحابہ کرام کے عمل کی آڑھ لی جاتی ہے کہ کچھ صحابہ کرام کا سیاہ خضاب استعمال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ سیاہ خضاب حرام نہیں ہے۔ درج ذیل صحابہ سیاہ خضاب کا استعمال کرتے رہے ہیں:

۱۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أُتِيَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَجُعِلَ فِي طَسْتٍ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ، وَقَالَ فِي حُسْنِهِ شَيْئًا، فَقَالَ أَنَسٌ: كَانَ أَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ » ①

”عبید اللہ بن زیاد کے پاس سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا، اسے ایک پلیٹ میں رکھا گیا تو وہ (عبید اللہ بن زیاد) چھڑی سے اسے کریدنے لگا اور ان کی خوب صورتی میں نکتہ چینی کی تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ ہم شکل ہیں اور انھوں نے وسمہ (سیاہ خضاب) لگا رکھا تھا۔“

۲۔ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ بیان کرتی ہیں:

« خَضَبَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ جَمِيْعًا بِالسَّوَادِ، قَالَتْ: كَانَتْ عِنْدَ الْحَسَنِ، ثُمَّ خَلَفَ عَلَيْهَا الْحُسَيْنُ » ②

① صحیح بخاری: ۳۷۴۸۔ ② صحیح: الجزء المفقود من تهذيب الآثار للطبري: ۸۴۲۔

”سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ دونوں نے سیاہ خضاب لگایا۔ وہ بیان کرتی ہیں: وہ (پہلے) سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھی پھر ان سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا۔“

۳۔ ابوعشانہ بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ يَخْضِبُ بِالسَّوَادِ، وَيَقُوْلُ: نَخْضِبُ أَعْلَاهَا وَتَأْبَى أُصُوْلُهَا » ①

”میں نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ سیاہ خضاب لگاتے تھے اور کہتے: ہم بالوں کے اوپر خضاب لگاتے ہیں لیکن ان کی جڑیں (خضاب کا رنگ اپنانے سے) انکار کرتی ہیں۔“

۴۔ عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ يَخْتَضِبُ بِالْوَسْمَةِ » ②

”میں نے موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ (ثقہ تابعی) کو دیکھا وہ وسمہ (سیاہ خضاب) لگایا کرتے تھے۔“

۵۔ عبداللہ بن عون بن ارطبان بیان کرتے ہیں:

« كَانُوْا يَسْأَلُوْنَ مُحَمَّدًا عَنِ الْخِضَابِ بِالسَّوَادِ فَقَالَ: لَا أَعْلَمُ بِهِ بَأْسًا » ③

”لوگ محمد بن سیرین سے سیاہ خضاب کے بارے میں پوچھتے تو وہ کہتے: میں اس میں حرج خیال نہیں کرتا۔“

---

① حسن: تهذيب الآثار للطبرى، الجزء المفقود : ۸۵۷۔ سعید بن شرحبیل صدوق اور باقی راوی ثقہ ہیں۔

② صحيح : مصنف ابن أبى شيبة : ۲۵۰۱۸۔

③ صحيح : مصنف ابن أبى شيبة : ۲۵۰۲۰۔

۴۔ سعد بن ابراہیم، ابوسلمہ سے بیان کرتے ہیں:

« أَنَّهُ كَانَ يَخْضِبُ بِالسَّوَادِ » ①

''وہ سیاہ خضاب استعمال کیا کرتے تھے۔''

غیر ثابت آثار:

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَأَى عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ وَ قَدْ سَوَّدَ شَيْبَهُ فَهُوَ مِثْلُ جَنَاحِ الْغُرَابِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا عَبْدَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أُحِبُّ أَنْ تَرَى فِيَّ بَقِيَّةً، فَلَمْ يَنْهَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ ذٰلِكَ، وَلَمْ يَعِبْهُ » ②

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انھوں نے اپنے سفید بالوں کو سیاہ کیا ہوا تھا اور وہ (سیاہ بال) کوے کے پر کی طرح (کالے) تھے، انھوں (سیدنا عمر) نے پوچھا: ''اے ابوعبداللہ! یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کی: اے امیر المومنین! میں پسند کرتا ہوں کہ آپ مجھ میں کچھ جوانی دیکھیں۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں اس سے منع کیا اور نہ اس پر نکتہ چینی کی۔''

۲۔ ابن اَبی ملیکہ بیان کرتے ہیں:

« أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ، كَانَ يَخْضِبُ بِالسَّوَادِ » ③

① صحیح: تهذيب الآثار الجزء المفقود: ۸۹۴۔ یحییٰ بن سعید قطان کی سفیان ثوری سے روایت سماع پر محمول ہے۔ الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين ص: ۴۰۔

② ضعیف: مستدرك حاكم: ۳/۴۵۴۔ اس میں عبدالرحمٰن بن ابی الزناد اور عبدالرحمٰن بن حارث ضعیف راوی ہیں۔ جمہور محدثین نے انھیں ضعیف کہا ہے، دیکھیے۔ تحریر تقریب التھذیب۔

③ ضعیف: الكنىٰ و الأسماء للدولابي: ۱۲۵۳۔ تهذيب الآثار الجزء المفقود: ۸۳۵۔ معرفة الصحابة لأبي نعيم: ۲۳۲۔ بشر بن سباع مجہول راوی ہے۔ اس ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے اور کسی محدث نے ان کی توثیق نہیں کی۔

"سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے۔"

۳۔ ام شبیب بیان کرتی ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بال سیاہ کرنے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا:

« وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِيْ شَيْئاً أُسَوِّدُ بِهِ شَعْرِيْ » ①

"میں پسند کرتی ہوں کہ میرے پاس کوئی ایسے چیز ہو جس سے میں اپنے بال سیاہ کروں۔"

۴۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن موہب بیان کرتے ہیں:

« رَأَيْتُ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يَخْتَضِبُ بِالسَّوَادِ » ②

"میں نے نافع بن جبیر کو سیاہ خضاب لگاتے دیکھا۔"

۵۔ عبدالاعلی بن عامر ثعلبی بیان کرتے ہیں: "میں نے محمد بن حنفیہ سے سیاہ خضاب کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا: یہ ہمارا اہل بیت کا خضاب ہے۔" ③

۶۔ عبدالاعلی بن عامر ثعلبی، محمد بن حنفیہ سے بیان کرتے ہیں: "وہ سیاہ خضاب سے بال رنگتے تھے۔" ④

محمد بن حنفیہ سے سیاہ خضاب کے بارے مروی روایات تو ضعیف ہیں جب کہ صحیح روایت کی رو سے ان سے سرخ مہندی لگانا ثابت ہے۔

سلیمان شیبانی المعروف منبوذ بن أبی سلیمان مکی بیان کرتے ہیں:

---

① ضعیف: تهذيب الآثار الجزء المفقود: ۸۵۶۔ ام شبیب مجہول راویہ ہے۔ علامہ البانی بیان کرتے ہیں: وأم شبيب هذه: لم أجد من ذكرها (مجھے کوئی ایسا محدث نہیں ملا جس نے اس ام شبیب کے حالات بیان کیے ہیں۔ [سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۱۰/ ۴۹۰]

② ضعیف: مصنف ابن أبي شيبة: ۲۵۰۱۹۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن موہب ضعیف راوی ہے۔ [ميزان الاعتدال، المغنى فى الضعفاء الرجال]

③ ضعیف: مصنف ابن أبي شيبة: ۲۵۰۲۳۔ عبدالاعلی بن عامر ثعلبی ضعیف راوی ہے۔

④ ضعیف: مصنف ابن أبي شيبة: ۲۵۰۲۶۔ عبدالاعلی بن عامر ثعلبی ضعیف راوی ہے۔

« رَأَيْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيِّ ابْنَ الْحَنَفِيَّةِ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ عَلَيْهِ مِطْرَفُ خَزٍّ مَخْضُوبَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ بِحُمْرَةٍ »①

"میں نے محمد بن علی ابن حنفیہ کو عرفہ میں وقوف کی حالت میں دیکھا، ان پر دھاری دار ریشمی چادر تھی اور سر اور داڑھی کو سرخ خضاب لگا ہوا تھا۔"

۷۔ قیس مولیٰ خباب بیان کرتے ہیں:

« دَخَلْتُ عَلَى الْحَسَنِ، وَالْحُسَيْنِ، وَهُمَا يَخْضِبَانِ بِالسَّوَادِ »②

"میں سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے پاس داخل ہوا اور انھوں نے سیاہ خضاب لگا رکھا تھا۔"

تعارض کا حل:

یہاں بظاہر کوئی تعارض نہیں ہے، لیکن بعض الناس صحابہ اور تابعین کے اس عمل کی آڑ میں سیاہ خضاب کو جائز بنانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ صحابہ، تابعین، ائمہ مسالک کے اقوال و افعال جب کتاب و سنت کے دلائل سے ٹکرائیں تو کتاب و سنت کے دلائل کو ترجیح ہوتی ہے اور باقی لوگوں کے اقوال و آثار کو چھوڑنے کا حکم ہے، نہ کہ دیگر لوگوں کے اقوال و آثار کی آڑ میں شرعی دلائل میں ترمیم کی جائے۔ اس کی تفصیل داڑھی کے احکام کے آخر میں بیان کر دی گئی ہے مزید وضاحت کے لیے درجہ ذیل اقوال بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ حافظ ابن قیم بیان کرتے ہیں: "کچھ لوگوں نے اس (سیاہ خضاب) کی رخصت دی ہے، جن میں ابو حنیفہ کے اصحاب ہیں۔ نیز (سیاہ خضاب کا استعمال) حسن، حسین، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن جعفر اور عقبہ بن عامر سے بھی منقول ہے۔ لیکن ان سے اس کا استعمال محل نظر ہے۔ پھر اگر ان سے یہ ثابت بھی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے

① صحیح: الجزء المفقود من تهذيب الآثار للطبري: ۸۶۰۔ محمد بن عبد الملک بن ابی الشوارب اور منبوذ بن ابی سلیمان ثقہ راوی ہیں۔ تحریر تقریب التهذیب۔

② ضعیف: مصنف ابن أبي شيبة: ۲۵۰۱۷۔ تهذيب الآثار الجزء المفقود: ۸۳۷۔ قیس مولیٰ خباب مجہول راوی ہے، کسی بھی محدث سے اس کی توثیق ثابت نہیں۔

میں کسی کے قول کی کوئی حجت نہیں، آپ کی سنت زیادہ مستحق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے، خواہ اس کی مخالف کوئی عظیم ہستی ہی ہو۔"[1]

۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: "اگر ان (بعض صحابہ) سے سیاہ خضاب سے بالوں کو رنگنا ثابت بھی ہو جائے تو ان کا یہ عمل کوئی شرعی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ آپ کی قولی و فعلی سنت کے خلاف ہے۔ نیز (مسائل میں تعارض کی صورت میں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اگر تمھارا کسی مسئلہ میں جھگڑا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ (النساء: ۵۹)۔ پھر کبار صحابہ سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے مہندی اور وسمہ ملا کر خضاب لگانا ثابت ہے جیسا کہ اس کی وضاحت پیچھے بیان ہوئی ہے۔ سو (صحابہ کے اس عمل کو) جو سنت کے موافق ہے اختیار کرنا واجب ہے، بجائے اس کے کہ ان صحابہ کا عمل اختیار کیا جائے جو سنت اور کبار صحابہ کے عمل کے خلاف ہے۔ بالخصوص ان میں سے بعض سے اس عمل کا ثبوت مشکوک ہے، جیسا کہ ابن قیم نے پیچھے بیان کیا ہے۔ اسی لیے امام نووی "المجموع" میں بیان کرتے ہیں:

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سر اور داڑھی کو سیاہ خضاب لگانا مذموم فعل ہے۔ ان کی ظاہر عبارات سے لگتا ہے کہ یہ عمل مکروہ تنزیہی ہے جب کہ صحیح اور درست بات یہ ہے کہ یہ عمل حرام ہے اور "الحاوی" کتاب کے مؤلف نے اس کی حرمت کی وضاحت کی ہے۔"[2]

سو بجائے اس کے کہ شرعی دلائل سے انحراف کے لیے صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال کو ڈھال بنایا جائے کتاب و سنت سے ثابت احکام پر من و عن عمل کرنا چاہیے۔ یہی مطلوب شریعت اور یہی عمل کامیابی کا ضامن ہے۔

---

[1] عون المعبود مع تهذيب السنن لابن القيم: ١٢/ ٢٧، ٢٨۔
[2] تمام المنة، ص: ٨٣، ٨٤۔

مولانا فاروق رفیع صاحب، مدرس جامعہ لاہور الاسلامیہ، مرکز البیت العتیق ایک نامور مؤلف، کہنہ مشق مدرس اور محقق عالم دین ہیں۔ آپ علوم اسلامیہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی شاندار خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس سے پہلے آپ کی متعدد علمی وتحقیقی کتب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔ جن میں سے مثالی گھر، صحیح اذکار و وظائف، نومولود کے احکام، طہارت کے فقہی احکام، گھریلو زندگی خوشی اور سکون کے ساتھ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب داڑھی اور خضاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں مؤلف موصوف نے داڑھی کاٹنے کے حوالے سے اہل علم کی مختلف آراء کو نقل کرتے ہوئے ایک راجح موقف پیش کیا ہے کہ داڑھی مرد کی زینت ہے، جسے حج وغیرحج کسی بھی موقع پر کاٹنا، تراشنا اور مونڈنا شرعی طور پر ناجائز اور حرام ہے۔ نیز مؤلف نے ایک مشت سے زائد داڑھی کاٹنے کی اجازت دینے والوں کے اقوال کا تنقیدی جائزہ لیکر مستند دلائل کے ساتھ رد کیا ہے۔ کتاب کے دوسرے حصے میں مولف نے سفید بالوں کو رنگنے کے مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے اور کتاب وسنت کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ سفید بالوں کو سیاہ رنگ کے علاوہ کسی بھی دوسرے رنگ سے رنگنا مستحب ہے، لیکن سیاہ رنگ سے رنگنا ناجائز اور حرام ہے۔

یہ اپنے موضوع پر ایک شاندار اور مفید کتاب ہے، جس کا ہر اہل علم کو مطالعہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف موصوف کی اس گراں قدر کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے اور ان کے میزان حسنات میں اضافہ فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی

ناظم اعلیٰ جامعہ لاہور الاسلامیہ، مرکز البیت العتیق

فصل الخطاب للنشر والتوزیع لاہور
0300-8074150